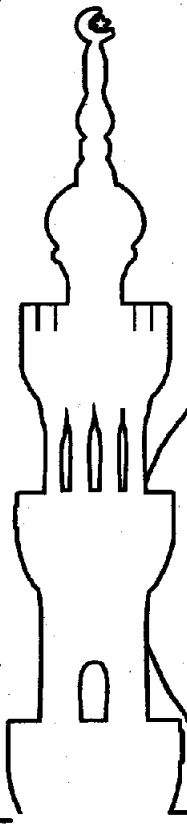

حضرت مولانا

سید عبداللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ خطباتِ دعوت واصلاح

(جلد اول)

ہمارا سماج
اور ہماری ذمہ داریاں

مرتب

محمد ارمغان بدایونی ندوی

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

طبع اول

رجب المرجب ۱۴۳۵ھ - مئی ۲۰۱۴ء

کتاب	:	سلسلۂ خطبات دعوت واصلاح (اول) ہمارا سماج اور ہماری ذمہ داریاں
خطیب	:	حضرت مولانا سیّد عبداللہ حسنی ندویؒ
ترتیب وپیشکش	:	محمد ارمغان بدایونی ندوی
صفحات	:	۳۱۲
تعداد	:	ایک ہزار (۱۰۰۰)

باہتمام : محمد نفیس خاں ندوی

ملنے کے پتے :

☆ ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی

☆ مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ ☆ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ

☆ مکتبۃ الشباب العلمیۃ الجدیدۃ، ندوہ روڈ لکھنؤ

ناشر :

سیّد احمد شہید اکیڈمی

دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

عرض ناشر ۱۹
مقدمہ ۲۲
عرض مرتب ۲۴

شب برأت - تقاضے اور آداب

انسان کو تدبر کا حکم ہے ۲۷
دن اور رات کی خصوصیات کا ذکر قرآن کی روشنی میں ۲۷
دن کا تعلق جسم سے اور رات کا روح سے وابستہ ہے ۲۸
انسانیت کی معراج رات سے وابستہ ہے ۲۸
مادیت اور روحانیت کے صحیح امتزاج کا نام اسلام ہے ۲۹
عہد صحابہ میں اعتدال کی شاندار مثال ۳۰
حضور اکرم ﷺ کو اللہ نے دونوں حیثیتیں عطا فرمائی تھیں ۳۱
نبی اکرم ﷺ ساری انسانیت کے لیے نمونہ ہیں ۳۱
طبیعت کے انشراح رہنے تک ہی عبادت ہو ۳۳
روحانی ترقی اور کمزوری کا دارومدار راتوں پر موقوف ہے ۳۳
معاش میں ترقی صبح کی تجارت پر موقوف ہے ۳۴
رات کو ہر چیز ڈھکنے کی حکمت ۳۴
روحانی ترقی وتنزلی رات ہی سے وابستہ ہے ۳۵

روحانی ترقی کے لیے رات کی نمازیں زیادہ ہیں ۳۵
روحانیت میں مزید ترقی کا نسخہ ۳۶
مزید روحانی ترقی کا بہترین ذریعہ ۳۷
شب برأت کا ثبوت اور اس میں غیر شرعی اعمال کا دخل ۳۷
شب برأت بجٹ کے تیاری کی رات ہے ۳۸
خدا کے یہاں عرضی پیش کرنے کے دو طریقے ہیں ۳۸
شب برات کی ماثورہ دعاؤں میں تین نکات ہیں ۳۹
بجٹ کے پاس ہونے کی رات شب قدر ہے ۳۹
شب برات میں عبادت کا بہترین طریقہ ۴۰
حضور ﷺ کے یہاں شب برات کا اہتمام ۴۱
آسمان سے نازل ہونے والی چیزوں میں لوہا بھی ہے ۴۲
شب برات کی قدر فرائض ادا کر کے کیجئے ۴۲
بابرکت راتوں میں غلط کام کرنے کا نقصان بھی ڈبل ہوتا ہے ۴۳
دن اچھا معاش اچھا، رات اچھی معاد اچھی ۴۴
مشغولیات کے ساتھ عبادت کا بھی خیال رہے ۴۵
اسلام میں کوئی چیز منانے کا تصور نہیں ۴۶

حقیقت صوم

روزہ کا اہم فائدہ ۴۹
روزہ صرف ہم پر فرض نہیں ۴۹
دوا کا فائدہ کب ہوگا؟ ۵۰
معتدل امت معتدل اعمال ۵۱
روزہ کے فوائد ۵۲
چھوٹا روزہ، بڑا روزہ ۵۳

روزہ کی صحت نیت پر موقوف ہے ۵۴
رکنا کن چیزوں سے ہو؟ ۵۴
روزہ کا پہلا فائدہ ۵۵
دوسرا فائدہ ۵۶
رمضان باعث رحمت ہے ۵۶
کامیاب لوگ کون ہیں؟ ۵۷
ضیاع وقت نہ کریں ۵۷
مشق ضروری ہے ۵۸

سورۂ کہف گوناگوں صفات کی حامل سورت

قصہ چند نوجوانوں کا ۶۱
خالص چیز مقبول ہوتی ہے ۶۱
قصہ دو باغ والوں کا ۶۲
ہماری دین داری کا حال ۶۳
یہ ایک دجالی فتنہ ہے ۶۴
قصہ حضرت موسیٰ و خضر کا ۶۵
ذوالقرنین کے واقعہ سے سبق حاصل کریں ۶۵
اختیار و غیر اختیار کے فرق کو سمجھ کر چلیں ۶۶

تعلیمات نبوی انسانیت کے لیے آئینہ

بعثت انبیاء کے بنیادی مقاصد و اصول ۶۹
ساری انسانیت کے لیے آپ ﷺ آئینہ ہیں ۷۰
قرآن مجید انسانیت کے لیے آئینہ ۷۰

آئینہ کا کام ۷۱
قرآنی اور نبوی اسوہ میں ڈھل کر ہی انسان آئینہ ہوتا ہے ۷۱
ہماری ذمہ داریاں اور ہماری غفلت کا نتیجہ ۷۲
ذہنیت کی اصلاح کیجیے ۷۴
خود غرضی کا مرض اور اس کا علاج ۷۵
عقل مند وہ ہے جس کی ہر عمل میں نیت درست ہو ۷۵
شیطان کے مکر کو سمجھنے کی ضرورت ہے ۷۶

موجودہ سماج اور احسان کی ضرورت

اصلاح، منہج اسلام سے صحیح تعلق پر موقوف ہے ۷۸
ایک پیر اندر اور دوسرا باہر رکھے رہنے کا نام اسلام نہیں ۷۹
صورت اور حقیقت کا فرق ۸۰
مرد اور عورت کی رخصتی ۸۱
اصلاح نفس کیسے ہو؟ ۸۲
جسم اور روح کے تقاضے ۸۲
علم کی اہمیت اور حصول کے طریقے ۸۳
کلمہ توحید کا صحیح وسیع مفہوم ۸۴
محبت کا رُخ صحیح ہو ۸۵
اصلاحِ عقیدہ کی ضرورت اور اس کے طریقے ۸۶
جھگڑوں کی بنیاد قرآن وحدیث سے تعلق کا فقدان ۸۷
احسان، احسان پر موقوف ہے ۸۸
احسان کے مستحقین ۸۸
نصرت دین پر نصرت خداوندی موقوف ہے ۸۹
پیام انسانیت کا ایک گوشہ احسان بھی ہے ۹۱

شکر الٰہی کی اہمیت اور اس کے طریقے

شکر کا اول مرحلہ ۹۲
دنیا ایک سواری ہے، ہم اس کے سوار ہیں ۹۳
محبت دنیا کے ازالہ کا مؤثر ذریعہ ۹۴
امراء کو خیر کے مواقع زیادہ میسر ہیں ۹۵
دولت پر اگر شکر نہ ہو ۹۶
پیسہ میں بدبو کب آتی ہے؟ ۹۶
انسان مخدوم ہے، دنیا خادم ۹۷
دونوں مسئلے حل کرنے کی ضرورت ۹۸
اختیار اور غیر اختیار کا فرق ۹۹

دین خالص مطلوب ہے

رحمت کم زحمت زیادہ ۱۰۱
صحیح میکانک کی ضرورت ۱۰۱
دھوئیں سے سب متاثر ہیں ۱۰۲
شیطان بہت عقل مند ہے ۱۰۳
داعی کا پہلا فریضہ دعوت الی التوحید ہے ۱۰۴
کسی بھی ولی یا قطب کے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا ۱۰۵
دین بلا ملاوٹ والا محبوب ہے ۱۰۶
سیاسیات اور معاشیات کا دورہ ۱۰۶
علماء کی ذمہ داری ۱۰۷

انسانیت کے دو نور

اللہ تعالیٰ کا حفاظتی نظام ۱۰۹

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کو بھی محفوظ رکھا ہے ۱۱۰
آپ ﷺ کی ہر سنت میں اتحاد کی دعوت پنہاں ہے ۱۱۱
صاحب نسبت کے دل میں ہر وقت سکون ہے ۱۱۲
درود سے نسبت حاصل ہوتی ہے ۱۱۳
درود پر رحمتیں کس طرح حاصل ہوتی ہیں ۱۱۴
دو نسبتوں کا حامل انسان محفوظ ہے ۱۱۵
صحیح نسبت سے قوت ایمانی حاصل ہوتی ہے ۱۱۵
مسلمانوں کا شیوہ ۱۱۶
خیر کا حصول سنت کے موتیوں کو پرونے میں ہے ۱۱۸
اہل ایمان کی معراج ۱۱۹
کوششوں کا محور کیا ہو؟ ۱۲۰
حفاظت کا مطلب ۱۲۱
سنت پر عمل نہ کرنے والا باغی ہے ۱۲۲

شکر کی اہمیت

شکر کی مختلف قسمیں ہیں ۱۲۴
ٹھنڈے پانی کی تلقین کی حکمت ۱۲۵
شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے ۱۲۵

ظہور قیامت کی علامات

ایک خاص علامت ۱۲۸
دنیا کی حیثیت ۱۲۹
عبادات میں تصحیح نیت ضروری ہے ۱۳۰
دنیا کس کو کھاتی ہے ۱۳۰

کوششوں کا محور ٹھیک ہو ۱۳۱
علم اور علم والوں کی دو قسمیں ہیں ۱۳۲
علم یقینی کی علامات ۱۳۳
دور کے ڈھول کے سہانے ۱۳۴
اخلاص ہو تو کم میں بھی برکت ہے ۱۳۵
اصل مزا دل کا مزا ہے ۱۳۵
انسانیت بدہضمی کا شکار ہے ۱۳۷
پہلے عقیدہ درست ہو ۱۳۸
عبادت صرف اللہ کے لیے ہو ۱۳۸
دین خالص مطلوب ہے ۱۳۹
خالص ہدیہ میں بھی نور ہوتا ہے ۱۴۰
پریشانیاں کیوں ہیں؟ ۱۴۱
دل سے جو آواز نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ۱۴۲
سماج افراط و تفریط کا شکار ہے ۱۴۴
موجودہ بیماری کی نشاندہی کرنا ضروری ہے ۱۴۴
پریشانی کی شکلیں مختلف ہیں ۱۴۵
ہر ایک پر صورت اور سیرت کی اصلاح لازم ہے ۱۴۶

میرا ہے یہ اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

اصلاح معاشرہ کیا ہے؟ ۱۴۹
جب اوپر سے نگاہ ہٹ جائے ۱۵۰
ہماری اور بزرگوں کی تواضع کا فرق ۱۵۱

آج کا حال جال ہے ۱۵۱
اصلاح کیوں نہیں ہوتی؟ ۱۵۲
مومن مومن کا آئینہ ہے ۱۵۴
محبوب اور مرحوم ہم کب بنیں گے؟ ۱۵۵
دماغ کی سڑک پر جام نہ لگائیں ۱۵۶
اکابر کا حال ۱۵۶
دل کی آواز اثر رکھتی ہے ۱۵۸
آج اثر ختم ہوگیا ۱۵۹
مسجد کے دروازہ پر دیوار چن دو ۱۶۰
نماز کیا ہے؟ ۱۶۰
کرنے والا صرف اللہ ہے ۱۶۱
پریشانیاں کب آتی ہیں؟ ۱۶۲

ایمان کے فوائد

اللہ کے لیے تکلیف مزے میں بدل جاتی ہے ۱۶۵
ایمان اور محبت لازم ملزوم ہیں ۱۶۶
اصل محبت ۱۶۷
اصلاح کب آسان ہوتی ہے؟ ۱۶۹
بات کا اثر کیسے ہو؟ ۱۶۹
اللہ کے لیے کہنے پر تھکتے نہیں ۱۷۰
اصلاح کے آداب ۱۷۱
محبت کے اسباب ۱۷۲
الٹا کرنے پر سائنٹیفک ہوگا ۱۷۳

موجودہ سماج اور ہماری ذمہ داریاں

انبیائے کرام کی خاص باتیں ۱۷۶
بالترتیب کام کرنے کی ضرورت ۱۷۷
پہلے سلام پھر کلام پھر طعام ۱۷۷
پہلے دل پر پتھر رکھ لیں ۱۷۸
آج جوڑنے کی ضرورت ہے ۱۷۹
شاگرد رشید خداوند تعالیٰ ۱۷۹
علماء انبیاء کے شاگرد ۱۸۰
عقیدہ کی حفاظت کریں ۱۸۱
عقیدہ کی اصلاح کی سب کو ضرورت ہے ۱۸۱
شرک دبے پاؤں آجائے گا، حساس رہیے!! ۱۸۲
شرک نجس العین ہے ۱۸۳
ظاہر کے ساتھ باطنی اصلاح کی ضرورت ۱۸۳
اصلاح ہم کریں مصلح خدا بنائے گا ۱۸۵
نیک صحبت کی ضرورت ۱۸۶
دنیا اللہ کا کارخانہ ہے ۱۸۷
اپنی ذمہ داری کو سمجھئے ۱۸۸
ابلیس ماہر نفسیات ہے ۱۸۹
عقیدہ کا علم عام کردو ۱۹۰
صحبت کا مفہوم ۱۹۱
ہر کام میں نیت ضروری ۱۹۲
اندھا بہرا ہونا مطلوب نہیں ۱۹۳

کوئی کام نہیں آئے گا ۱۹۴
اسلام میں غلط نہیں چلتا ۱۹۵
صدیق کون ہے؟ ۱۹۵
کرنے کے کام ۱۹۶
اللہ کی رحمت ۱۹۷
زندگی کیسے اچھی گزاریں؟ ۱۹۸
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے ۲۰۰

اخلاص کی ضرورت

عربوں کو دھوکہ نہ دیں ۲۰۲
خدا کے یہاں جواب دینا ہوگا ۲۰۳
اخلاص اور غیر اخلاص والے عمل میں فرق ۲۰۴
اگر اندر درد پیدا ہو جائے ۲۰۵
بلندی بغیر مشکل برداشت کئے نہیں ملتی ۲۰۶
اصل توجہ اوپر ہی رہے ۲۰۷

صحیح عقیدہ اور اخلاص کی ضرورت

عقیدہ معمولی چیز نہیں ۲۰۸
چوروں سے چوکنا رہیں ۲۰۹
جب عقیدہ کمزور ہو جائے ۲۱۰
کوئی حیلہ کام نہیں آئے گا ۲۱۰
آپ ﷺ صاف اعلان فرما چکے ہیں ۲۱۱
کسی کے ہاتھ میں کچھ نہیں ۲۱۱

اخلاص کا فقدان ۲۱۲
وہ نمازی نہ رہے ۲۱۳
خدمت کا جذبہ پیدا کریں ۲۱۳
اسلام کیا ہے؟ ۲۱۴
سکون کیسے حاصل ہوگا؟ ۲۱۴
یہ دین ہے ۲۱۶
یہ کہاں کا دین ہے؟ ۲۱۶

انسان کی کامیابی اسوۂ نبوی اور اخلاص سے وابستہ ہے

اعجاز قرآن ۲۱۹
نبی کی شان ۲۱۹
عملی تسلسل موجود ہے ۲۲۰
دین خالص مطلوب ہے ۲۲۱
آج دور ملاوٹ کا ہے ۲۲۲
ملاوٹ کا نقصان ۲۲۳

اپنے نفس کو اچھا کرلو

دنیا گوبر ہے ۲۲۶
جسے اللہ رکھے اس کو کون چکھے؟ ۲۲۷
جھکنا صحیح سے ہو ۲۲۷
بات صرف اللہ کے لیے ہو ۲۲۸
محبوب کی خوشبو پھیلی رہتی ہے ۲۲۹
جب ہم اچھے ہو جائیں گے ۲۳۰

برکات کا نزول کب ہوگا؟ ۲۳۰
اصل مزادل کا ہے ۲۳۱
کلمہ طیبہ فولادی مواد رکھتا ہے ۲۳۲
اچھا بنانے کی کوشش میں لگے رہیں ۲۳۳

اپنی حقیقت کو پہچانئے

اگر فرق کو سمجھ لیں ۲۳۵
آپس میں محبت ضروری ہے ۲۳۶
اسلام کا کارنامہ ۲۳۷
جب مسلمان زوال کا شکار ہوئے ۲۳۸
جب مرعوبیت اس حد کو پہنچ جائے ۲۴۰
قوت دو طرح کی ہے ۲۴۱
علم بہت اونچی چیز ہے ۲۴۲
ساری زبانیں اللہ کی ہیں ۲۴۳
آج کالج دجال کی جنت ہیں ۲۴۴
ان چیزوں کو مسلمان بنا کر استعمال کریں ۲۴۴
اگر یہ علوم تمہاری سرپرستی میں ہوتے ۲۴۶
امراء کی فکر کریں ۲۴۷

ایمان اور عمل صالح کی ضرورت

گھاٹے سے بچیں ۲۵۰
ایمان کے تین درجے ۲۵۱
ماننے اور جاننے میں فرق ہے ۲۵۲

ایمان جب یہاں تک پہنچ جائے ۲۵۲
محنت کی ضرورت ہے ۲۵۳
جی لگنا نہیں، لگانا ہے ۲۵۳
جب اندر ایمان پیدا ہو جائے ۲۵۴
جو مسلمان ہوتا ہے ۲۵۵
صحابہ لفٹ سے اور اولیاء اللہ سیڑھی سے جاتے ہیں ۲۵۶
اگر ایمان آجائے ۲۵۶
عمل صالح کی ضرورت ۲۵۷
سنت کو یہاں سے سمجھئے ۲۵۷
جب عمل صالح رہتا ہے ۲۵۸
نماز کو مؤخر نہ کریں ۲۵۹

محبت کس سے ہو؟

صورت حال الٹی ہو گئی ہے ۲۶۱
نوجوان نسل کہاں جا رہی ہے؟ ۲۶۲
نظریہ درست ہو ۲۶۳
جب معاملہ الٹا ہو جائے ۲۶۳
دنیا کی حیثیت ۲۶۴
Balance برقرار رکھئے ۲۶۵
صحابہ کا حال ۲۶۶
دنیا اور آخرت دو بیویوں کی طرح ہیں ۲۶۶
سب سے بری اور اچھی جگہ کون ہے ۲۶۶
گندے ملغوبے کو نکالئے ۲۶۷

اگر کسی اور سے محبت ہوئی ۲۶۸
محبت کا عالم ۲۶۸
اگر محبت پیدا ہو جائے ۲۶۹
مزے کو چکھنے کی ضرورت ہے ۲۷۰
یہ سب قرب قیامت کی علامات ہیں ۲۷۱
اسلام کیا ہے؟ ۲۷۱

دین پر صحیح عمل کی ضرورت

کس پلہ کا جھکاؤ ضروری ہے ۲۷۴
Chek Up کرلیں ۲۷۵
سکون میں اضافہ ہوا کہ نہیں؟ ۲۷۶
تڑپنا دو طرح کا ہوتا ہے ۲۷۷
وہ دنیا میں بھی دکھا دیتا ہے ۲۷۷
افسوس ناک صورت حال ۲۷۸
ایمان پر خاتمہ کی قدر ۲۷۹
ہندوستان کا حال ۲۷۹
جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں ۲۸۱
شوق ہی ختم ہو گیا ۲۸۲
معنی تو معلوم کرلیں ۲۸۲
یہ سنت بھی ادا کرو ۲۸۳
سیکھنا ضروری ہے ۲۸۳
احتیاط کا درجہ ۲۸۴
ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں ۲۸۴

روح کی ترقی ضروری ہے

ترقی روح کے تقاضے ۲۸۷
کمزوری آنے کا سبب ۲۸۸
ہر چیز میں طاقتور ہونا ضروری ہے ۲۸۹
اشرفیت کا تعلق علم سے ہے ۲۹۰
حصول علم کے درجات بڑھتے جائیں گے ۲۹۰
ایمان کی مثال ۲۹۱
جن کی روح خراب ہو جاتی ہے ۲۹۲
اتنا تو ضروری ہے ۲۹۲
بحران علم کا نتیجہ ۲۹۳
اپنے پیر پر خود ہی کلہاڑی مار رہے ہیں ۲۹۴
یہ ہے اصل محبت ۲۹۴
روحانی ترقیاں کب حاصل ہوں گی؟ ۲۹۵
ہمارا ایمان ۲۹۶
صحیح عالم سے رجوع ضروری ہے ۲۹۶
تلاش ان مسلمانوں کی ہے ۲۹۷
اگر اللہ سے تعلق ہو جائے ۲۹۷
اگر تعلق ہی نہ ہو ۲۹۸
مومن کی شان ۲۹۸
اچھا بننے کی کوشش کرتے رہو ۲۹۸

اخلاص وقت کا نایاب سفینہ

ان حالات میں کوئی ان کی کریمی دیکھے ۳۰۱

پہلے خود کو سدھار لیں ۳۰۲
دین اور دنیا کے گہرے ربط کو صحیح سے سمجھئے ۳۰۳
آج الٹے کو سیدھا کرنے کی ضرورت ۳۰۵
صحیح نیت سے چلیں فائدہ ہوگا ۳۰۶
ملاوٹ حد پار کر گئی ۳۰۷
دجال کی جنت سے بچئے ۳۰۸
اوپر سے اصلاح شروع کیجئے ۳۰۹
عبادات کو بھی نہیں بخشا ۳۱۰
مرتا کیا نہ کرتا؟ ۳۱۱
بناتے چلے جاؤ ۳۱۲

عرض ناشر

برادر معظم حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی رحمہ اللہ علیہ کی وفات کو ایک سال سے زائد عرصہ گذر گیا، مگر ابھی وہ کل کی بات معلوم ہوتی ہے، اور دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے کہ کاروان دعوت واصلاح کا ایک سالار چلتے چلتے اچانک رک گیا، مگر اللہ کے فیصلے کے آگے راضی برضا رہنا ایمان والوں کی ذمہ داری ہے، کتنے اللہ کے بندے آئے اور چلے گئے، مگر ان آنے والوں میں سے ایسے بھی آئے کہ ان کو رخصت ہوئے سیکڑوں سال گزر گئے، مگر ان کی یاد آج بھی دلوں میں تازہ ہے اور ان کے کاموں سے آج بھی امت فائدہ اٹھا رہی ہے اور شاید قیامت تک اٹھاتی رہے گی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ امت کے جن افراد کا تعلق علم ودعوت سے رہا ہے وہ مرنے کے بعد بھی نہیں مرتے، وہ اپنے دعوتی وعلمی کاموں سے زندہ رہتے ہیں، ان ہی بانصیب افراد میں ایک شخصیت برادر معظم کی تھی جن کو زندگی میں اس طرح پہچانا نہیں جاسکا جتنا ان کی وفات کے بعد ان کے پھیلے ہوئے دعوتی واصلاحی کاموں کے ذریعہ سے پہچانا گیا، راقم سطور کو اس کا طبعاً زیادہ موقع ملا، پورے ملک میں انہوں نے جس طرح مختلف افراد کی ذہن سازی کی اور ان کو کام پر لگایا، جن میں علماء بھی ہیں اور جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی اور کم پڑھے لکھے لوگ بھی مگر ان میں ایک بڑی تعداد اپنے اپنے میدان میں ممتاز معلوم ہوتی ہے، اور مولانا کے بتائے ہوئے طریقہ کو وصیت سمجھ کر اپنے میدان عمل میں مصروف نظر آتی ہے۔

مولانا کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان سے وابستہ افراد ان سے دل سے محبت رکھنے والے نظر آتے ہیں، اس میں یقیناً خود ان کے درد ومحبت کا بڑا حصہ ہے، ان کے دامن الفت ومحبت سے وابستہ لوگ کس قدر ان کے فدائی وشیدائی تھے اس کا کچھ اندازہ ان کے حادثہ وفات سے ہوا۔

مولانا کو اللہ نے بڑا حکیمانہ ذہن عطا فرمایا تھا، ان کی مجالس میں اور خطابات میں جابجا اس کا عکس جمیل نظر آتا ہے، دعوت کے راستہ میں پیش آنے والی مشکلات کو جس خوبصورتی سے وہ حل فرماتے تھے اس سے کام کرنے والوں کو بڑی سہولت اور تقویت حاصل ہوتی تھی۔

ان کی تقریروں سے حکمت کے وہ موتی حاصل ہوتے تھے جو بعض مرتبہ بڑی بڑی کتابوں کے مطالعہ سے بھی مشکل سے حاصل ہوتے ہیں، بے ساختگی اور برجستگی کے ساتھ سوز دل کی تپش ان خطابات کی بڑی خصوصیت ہوتی تھی، عام طور پر حشو وزوائد سے پاک، حقائق سے بھرپور، ان کے ذریعہ نہ جانے کتنی زندگیوں میں تبدیلی پیدا ہوئی، اور زندگی سے مایوس کتنے لوگوں میں نئی جان دوڑ گئی۔

اللہ کا شکر ہے کہ ان میں متعدد تقریریں کیسٹوں میں محفوظ تھیں، اور مولانا کی وفات کے بعد ہی سے یہ تقاضہ ہو رہا تھا کہ ان کو قلمبند کر کے شائع کرنے کی فکر کی جانی چاہیے تاکہ اس سے عمومی طور پر فائدہ اٹھایا جاسکے، ان میں کئی تقاریر مولانا کی نظر ثانی کے بعد پندرہ روزہ ''تعمیر حیات'' میں شائع ہوئیں اور قارئین نے ان پر اپنے بڑے تاثر کا اظہار کیا، ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ تمام تقریریں جو دستیاب ہوسکیں مرتب کرلی جائیں، اور ان کی اشاعت سے لوگ فائدہ اٹھاسکیں۔

مقام مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے دار العلوم ندوۃ العلماء کے ایک فاضل اور مولانا کے ایک محب، عزیز گرامی مولوی محمد ارمغان ندوی سلمہ کو کھڑا کردیا، عزیز

موصوف نے جہاں تک ممکن ہوا تقریریں جمع کیں، پھر ان کو قلمبند کیا، خود کمپوز کیا، تصحیحات بھی کیں، عناوین بھی قائم کیے، اور کئی جلدوں میں یہ عظیم کام آپ لوگوں کے سامنے ہے، میں ذاتی طور پر عزیز گرامی کا شکر گزار ہوں اور ان کے لیے دعا گو ہوں کہ انہوں نے اصلاح و دعوت کے میدان کے لیے ایک اچھی سوغات تیار کردی۔ امید ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے، اور خاص طور پر برادر مخدوم و معظم رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

عم مخدوم و معظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا مقدمہ ان خطبات کے لیے سند کا درجہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت و عافیت کے ساتھ عمر طویل عطا فرمائے، اور امت اسلامیہ کی رہنمائی کا کام حضرت کے ذریعہ سے تادیر جاری رہے۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد بن عبد الله الصادق الأمين وعلى آله وأصحابه أجمعين ومن تبعهم باحسان ودعا بدعوته الى يوم الدين۔ ! امابعد:

عزیز داعی ومفکر اور مصلح مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ ایک علمی اور داعی گھرانے کے فرد تھے، انہوں نے ارشاد ودعوت کا جذبہ اپنے خاندان کے بزرگوں سے وراثت میں پایا تھا، ان کے والد، دادا اور پردادا سب علم وارشاد سے شغف رکھتے رہے ہیں، اوران کے دادا مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ کے برادر گرامی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور استفادہ کے ذریعہ انہوں نے علم دین اور دعوت وارشاد کے تعلق سے بہت کچھ سیکھا تھا، اوران کا اعتماد بھی حاصل کیا، مزید ان سے استرشاد کا تعلق بھی ایسا رکھا کہ ان کو بیعت وارشاد کی اجازت حاصل ہوئی، اور یہ اجازت ان کے لیے صرف صفت وخصوصیت تک محدود نہ رہی بلکہ انہوں نے وسیع پیمانے پر اس کا حق ادا کیا، چنانچہ ہندوستان کے مختلف علاقوں کے دوروں میں بہت سے افراد کو انہوں نے صلاح ورشد سے جوڑا اوران میں اس سلسلہ میں جذبہ عمل ابھارا جوان علاقوں میں جہاں ان کے یہ مسترشدین ہیں اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق کام کررہے ہیں، عزیز مرحوم مولانا عبداللہ حسنی علیہ الرحمۃ کو دعوتی مقصد سے مختلف پروگراموں میں جانا ہوتا تھا، اوران کا خطاب آسان اسلوب میں اور موثر زبان میں ہوتا تھا، جس سے سامعین پر اچھا اثر پڑتا تھا، ان کے یہ خطابات ریکارڈنگ کی سہولت

کی وجہ سے عام طور پر ریکارڈ ہوتے رہے اور اب جو نظر ڈالی گئی تو ان کی تعداد کی اہمیت خاصی سامنے آئی، ان کے عزیز بھائی مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی سلمہ جو تقریبا انہی کے ذوق اور جذبہ اور علمی صلاحیت کے ہیں اور ان کو بھی اپنے دادا کے عزیز بھائی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے آخر دنوں میں برسوں خدمت، صحبت اور استفادہ کا موقع ملا، اور انہوں نے ان سے بہت اخذ فیض کیا، اور بڑی شفقت وتوجہ حاصل کی اور ارشاد واصلاح کی صلاحیت اور خصوصیت ان کو حاصل ہوئی، انہوں نے اپنے بڑے بھائی کی کوششوں کو دیکھا اور ان کی موجودگی میں تو براہ راست ان سے فائدہ پہنچ رہا تھا، ان کے بعد اب ان کی علمی ودعوتی افادات وخطابات نے ان کے نہ رہنے پر پوری نیابت کر رہے ہیں، اس لیے ان کو یہ بات بہت مفید معلوم ہوئی کہ ان خطابات وافادات کو کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے تا کہ ان کا وہ فیض جو ان کی موجودگی میں جاری تھا وہ اب اس شکل میں قائم رہے، اور ان سے طالبان ارشاد واصلاح اور دوسرے لوگ فائدہ اٹھائیں، خوشی کی بات ہے کہ اس ارادے پر عمل ہونے جا رہا ہے، میں اس کو ایک مفید عمل سمجھتے ہوئے لوگوں کو اس سے استفادہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں، اور یہ امید کرتا ہوں کہ طالبان حق فائدہ اٹھائیں گے، دعا ہے کہ یہ کام مفید اور مقبول عنداللہ بنے۔

میں ان خطابات وافادات کے جامع ومرتب عزیزی مولوی محمد ارمغان ندوی بدایونی صاحب کے لیے بھی دعا گو ہوں کہ انہوں نے چند ماہ کی مدت میں اس کے جمع وترتیب کا کام بحسن وخوبی انجام دیا، اللہ تعالی ان کی اس کوشش اور محنت کو ان کے لیے ذخیرہ آخرت اور صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

محمد رابع حسنی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی
دوشنبہ ۶ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ

عرض مرتب

''خطباتِ دعوت و اصلاح''، یعنی حسین گلدستہ ایک داعی صفت انسان، رسوخ فی العلم کے زیور سے آراستہ، اور انسان دوستی کے علم بردار شخص کے مؤثر خطبات کا، جس میں لوگوں کو ایک طرف عقیدۂ توحید کی اصلاح کی دعوت ہے، تو دوسری طرف اعمال صالحہ کی، اگر ایک طرف معاملات کے استوار کرنے کی دعوت ہے تو دوسری طرف نئی نسل کو صحیح تربیت دینے کی، صرف یہی نہیں بلکہ مادیت کے طوفان بلاخیز میں بہہ جانے والی آج کی اس دنیا کو ایک پیغام ہے کہ دین و دنیا دونوں کا حسین امتزاج کر کے ایک بار جنت کا مزا دنیا ہی میں حاصل کر کے تو دیکھو، اسی کے ساتھ ساتھ وہ نوجوان نسل۔ جس کا مدارس اسلامیہ سے کسی درجہ میں ربط ہے۔ ان کو کچھ ہدایات ہیں جن کا خلاصہ ہے کہ دنیا کی بگڑی ہوئی صورت حال کو تبدیل کرنے کے لیے علم میں رسوخ پیدا کریں، صرف یہی نہیں بلکہ وہ تقوی اور خشیت بھی کسی درجہ میں اپنے اندر پیدا کریں جس سے انسان کی روحانی پرواز وابستہ ہے، اور اس کے لیے نبی اکرم ﷺ، صحابہ اور اولیاء اللہ کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہوگا، اور اس سب کے ساتھ ساتھ ایک صدا ہے تمام انسانیت کی مسیحائی کی، اور پیغام ہے ان بھائیوں کو جن تک حق کسی وجہ سے نہ پہنچ سکا، کہ آؤ سب مل کر جینا سیکھیں۔

یہ ہیں وہ سنہرے افکار جن سے حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ کی زندگی معمور تھی، بڑی سعادت کی بات ہے کہ ہمارے مشفق و محسن استاد محترم جناب

مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی مدظلہ العالی نے مجھ کو اس اہم علمی وفکری کام کے لیے منتخب فرمایا، میں حضرت کے لیے کچھ اور تو نہیں مگر دل سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے، اور لوگوں کی ہدایت کا آپ کو ذریعہ بنائے، جس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں ہوسکتی۔

اسی کے ساتھ ساتھ میں نہایت شکر گزار ہوں ان تمام حضرات کا جنہوں نے اس اہم علمی کام کے لیے میرا ہمہ وقت تعاون کیا، بالخصوص جناب مولانا محمد نفیس خان ندوی اور مولانا سید محمد مکی حسنی ندوی، جنہوں نے آخری مرحلہ تک اس گراں مایہ قدر سرمایہ کو لوگوں کے سامنے جلد از جلد لانے کے لیے حتی الوسع کوشش کی، اسی طرح میں اپنے برادر معظم محمد نجم الدین کا بھی شکر گزار ہوں جن کا تعاون اور مفید مشورے شروع سے ہی حاصل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس بیش بہا ذخیرہ کو قبول فرمائے، اور مولانا رحمہ اللہ کے لیے رفع درجات کا ذریعہ اور ہم سب کی دنیوی واخروی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

طالب دعا

محمد ارمغان بدایونی ندوی

شب برأت- تقاضے اور آداب

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبنا ومولانا محمداً عبده ورسوله ، صلى الله عليه وعلى آله وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارك وسلم تسليماً كثيراً كثيراً، أما بعد!

میرے بزرگو، دوستو اور دینی بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے آسمان بنائے زمین بنائی ، آسمان کے بھی سات طبق بنائے ، زمینوں کے بھی سات طبق سجائے ، اور ایک عرصہ میں ان کو تیار کیا، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے میں نہ کوئی پریشانی لاحق ہوئی اور نہ کوئی تھکاوٹ، قرآن مجید میں اسی وجہ سے ایک جگہ کہہ بھی دیا گیا ہے، کہ ہم نے چھ دن میں آسمان وزمین بنائے اور تھکے نہیں، اس لئے کہ جو لوگ جاہل ہیں، اور اللہ کی معرفت سے بیگانہ ہیں، انہوں نے الزام لگا دیا تھا، کہ چھ دن میں اللہ نے زمین وآسمان بنایا اور اللہ تعالیٰ تھک گیا، اور ساتویں دن اللہ نے آرام کیا، تو اللہ تعالیٰ نے گویا انہیں کی تردید میں یہ آیت نازل فرمادی کہ ہم تھکے نہیں، مگر تم ایسا سوچتے ہو، تو تمہارا دماغ تھکا ہوا ہے، اپنے دماغ کا علاج کراؤ، لیکن ہماری طرف ایسی بے تکی بات کی نسبت نہ

کرو، بہر حال آسمان بنائے، زمینیں بنائیں، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے دن بنایا رات بنائی، اور ان کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیا، دن آتا ہے رات جاتی ہے دن جاتا ہے رات آتی ہے، اس طرح دونوں ایک دوسرے کے چکر میں ہیں، لیکن نہ دن رات کو پاپاتا ہے، نہ رات دن کو پاپاتی ہے۔

انسان کو تدبر کا حکم ہے

اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے، اور قرآن مجید میں اس کو کئی جگہ مرتب بیان کیا گیا ہے، ہم اور آپ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیتوں میں فرمایا ہے کہ کبھی نگاہ اٹھا کر دیکھ لیا کرو آسمان کو، اور کبھی آسمان کی طرف نظر ڈال لیا کرو، اور کبھی زمین کی طرف بھی دیکھ لیا کرو، کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بڑا عجوبہ بنایا ہے، سب سے افضل بنایا ہے، سب سے اکرم بنایا ہے، لیکن اکرم اور افضل، البیلا اور اچھوتا اس وقت ہوگا جب اللہ کے بنائے ہوئے طریقے کے مطابق وہ اپنے کو چلائے، جتنا وہ اپنے کو اس کے مطابق چلائے گا، اتنا ہی افضل ترین ہوتا چلا جائے گا، تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو کہا ہے بار بار ذرا دیکھ لیا کرو آسمانوں کو، ذرا دیکھ لیا کرو زمینوں کو اور اس کے ساتھ ساتھ دن اور رات کے الٹ پھیر کو بھی دیکھ لیا کرو، کہ اللہ تعالیٰ نے دن بنایا رات بنائی، اور یہ سب پورے کا پورا نظام کائنات اللہ چلا رہا ہے۔

دن اور رات کی خصوصیات کا ذکر قرآن کی روشنی میں

پھر اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے دن کی خصوصیات بھی بیان فرمادیں، اور رات کی خصوصیات بھی بیان فرمادیں، کہ ہم نے رات کو کس لئے بنایا ہے اور دن کو کس لئے بنایا ہے، قرآن مجید نے اس کو بھی بہت واضح کر دیا ہے، مختلف آیتیں ہیں، اگر ان تمام آیات کو یہاں بیان کیا جائے تو کافی وقت لگے گا، مفہوم اس کا یہ ہے کہ دن اللہ نے بنایا ہے، معاش کے لئے، زندگی کے لئے، زندگی کی تگ ودو کے لئے، بھاگ دوڑ کے

لئے، کھانے کمانے کے لئے، اور اس کے علاوہ دیگر امور دن سے وابستہ ہیں، اور رات کو اللہ تعالیٰ نے نیند کا ذریعہ بنایا ہے، اور راحت وآرام کا ذریعہ بنایا ہے، اور سکون کا اس کو وسیلہ بنایا ہے، تو گویا اس طرح دن کو اللہ تعالیٰ نے بھاگ دوڑ کے لئے بنایا ہے، اور رات کو سکون کے لئے بنایا ہے، تو اب یہ دونوں چیزیں اللہ نیا پنی اپنی جگہ پر بنائیں۔

دن کا تعلق جسم سے اور رات کا روح سے وابستہ ہے

اسی وجہ سے آپ غور کریں تو دن کا تعلق ہے جسم سے، اور رات کا تعلق ہے روح سے، اسی وجہ سے آپ غور کریں تو دن کے جتنے معاملات ہیں ان کا اکثر حصہ دن سے وابستہ ہے، اور جو معاملات رات کے ہیں ان کا تعلق روح سے وابستہ ہے، اسی لئے جب آدمی سو جاتا ہے، تو جسم بے حس ہو جاتا ہے، اور اس وقت روح کام کرتی ہے، اور آدمی نہ جانے کہاں کہاں ٹہلتا رہتا ہے، خواب جو دیکھتے ہیں اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہ روح کہاں کہاں سیر کرتی ہے اور کہاں کہاں بھٹکتی ہے، اچھی ہے تو سیر کرتی ہے، بری ہے تو بھٹکتی ہے۔

انسانیت کی معراج رات سے وابستہ ہے

اب یہاں اللہ تعالیٰ نے اسی لئے خاص طور پر رات کے بارے میں قرآن مجید میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، رات میں ہوئی، گویا کہ انسان کی معراج رات سے وابستہ ہے، رات کو اپنے رسول کو لے گیا، ﴿أَسْرَى بِعَبْدِهِ﴾ (بنی اسرائیل: ۱) یعنی اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا، آسمان کی سیر کرائی اور عرش اعظم تک پہونچے، اور وہاں جا کے نہ جانے کیا کیا آپ کو دکھایا گیا، اور کیسی کیسی باتیں کی گئیں، یہ واقعہ بھی رات کو پیش آیا اور اس کے علاوہ بھی اگر آپ دیکھیں تو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم بھی دیا گیا سورۂ مزمل میں یہ فرمایا گیا ﴿قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (المزمل: ۲) کہ رات کو اٹھ کر آپ اپنے پروردگار کی عبادت کیا کریں، تہجد

آپ پر لازمی تھی، اور آپ رات کا بڑا حصہ اللہ کی عبادت میں گذارتے تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ سوتے بھی تھے، اس لئے کہ اللہ نے آپ کو جسم بھی دیا تھا۔

مادیت اور روحانیت کے صحیح امتزاج کا نام اسلام ہے

اسلام نام ہے ہر چیز کا جو حق ہے، حصہ ہے اس کو کرنے کا، اسلام کسی ایک طرف جھک جانے کا نام نہیں ہے، اسلام دونوں کے حسین امتزاج کا نام ہے، اس کو یوں سمجھ لیں کہ روحانیت اور مادیت کا جو سنگم ہوتا ہے صحیح طریقہ پر اور اس سے جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ اسلام ہے، یا اس کو آگے بڑھ کر یوں سمجھ لیں اسلام جو ہے وہ آب حیات ہے، زندگی کا پانی ہے، اور پانی ہائیڈروجن سے بنتا ہے، پانی نام ان دو چیزوں کے ملاپ کا ہے، جب آکسیجن اور ہائیڈروجن دونوں ملتے ہیں تو پانی بنتا ہے، اور یہ دونوں الگ ہو جائیں تو سمندر بھاپ بن کر اڑ جائے گا، اور اسی لئے قرآن مجید میں سمندر کے بارے میں آتا ہے ﴿وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾ (التکویر:٦) جب سمندر بھڑک اٹھیں گے، جب ایک وقت ایسا آئے گا کہ پانی غائب ہو جائے گا اور بھاپ بن جائے گا اور اس میں آگ لگ جائے گی، تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے ملانے کو یہ کہا ہے کہ اس سے پانی بنتا ہے ایسے ہی مادیت اور روحانیت جب صحیح طور پر مل جاتی ہیں، تو اس سے اسلام کا پانی پیدا ہوتا ہے، جس کی سب کو ضرورت ہے، اور جس کو اسلام کا پانی نہیں ملتا، وہ اپنی موت مرجاتا ہے، اس لئے کہ بغیر پانی کے کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا، ایسے ہی اسلام کو اللہ تعالیٰ نے زندگی کا پانی بنایا ہے، جس کو آب حیات کہتے ہیں، لیکن یہ آب حیات بنتا ہے، جب روحانیت اور مادیت کا حسین امتزاج ہوتا ہے، جب دونوں ملتے ہیں یعنی ڈگری بھی صحیح ہونی چاہئے، اتنی مادیت اتنی روحانیت، تو پھر اس سے پانی بنتا ہے، اگر روحانیت زیادہ آجائے گی تو مادیت ختم ہو جائے گی، اور پانی ہی نہیں بنے گا، یا مادیت بہت زیادہ ہو جائے گی، اور روحانیت نہیں ہوگی تو بھی پانی نہیں بنے گا، دونوں کا صحیح امتزاج ہونا چاہیے۔

عہد صحابہ میں اعتدال کی شاندار مثال

اسی لئے اسلام نے یہ کہا اس میں ہر ایک کا حق رکھا گیا ہے، حضرت ابو درداء اور حضرت سلمان کی روایت میں آتا ہے، کہ حضرت سلمان تشریف لائے، حضرت ابو درداء کے گھر تو وہ رات کا وقت تھا، تو شام کا کھانا کھلایا، اور اس کے بعد وہ چلے گئے، عشاء کی نماز پڑھنے تو انہوں نے (حضرت سلمان) نے کہا کہ جناب کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ تو کہنے لگے جارہا ہوں نماز پڑھنے جارہا ہوں، کہا کہ آپ کی اہلیہ نہیں ہیں؟ کہا ہیں تو، تو اس زمانہ میں پردہ بھی نہیں تھا، تو بیوی کو دیکھا بے چاری بالکل گم صم میلے کپڑے پہنے بیٹھی ہے، کونے میں، تو انہوں نے کہا کہ ان کو اپنی بیوی سے کوئی لینا دینا تو ہے نہیں، ان کا کام صرف جب وہاں چلے جائیں گے ابھی، اور عبادت شروع کر دیں گے، میرے پاس آتے ہی نہیں، تو مجھے بننے سورنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اس زمانہ کی عورتیں بھی اعلیٰ درجہ کی ہوتی تھیں دیندار، آج کل کی عورتوں کا تو معاملہ بالکل الٹا ہوگیا ہے، وہ اپنے شوہر کے لئے نہیں بنتیں، غیروں کے لئے بنتی ہیں، اس زمانہ میں بالکل صحیح معاملہ تھا، اپنے شوہر کے لئے بنتی تھیں، بہر حال حضرت سلمان نے ان سے کہا جی نہیں ابھی اپنی بیوی کے پاس جایئے کمرہ کے اندر، تو ظاہر ہے اس زمانہ میں لڑائی تو کرتے نہیں تھے، اپنی بات پر اڑتے تو نہیں تھے، صحیح بات مانتے تھے فوراً اندر چلے گئے اپنی بیوی کے پاس، لیکن ظاہر ہے جی تو لگا تھا نماز میں، تو تھوڑی دیر لیٹ گئے، (حضرت سلمان) تو پھر دروازہ کھولا نکلنے کی کوشش کی، تو یہ جگ رہے تھے، چیک کر رہے تھے، معاملہ ہے کیا؟ تو انہوں نے کہا میاں کدھر؟ بس آجایئے اندر ابھی سو جایئے جاکے، پھر اندر بھیج دیا جب آخری شب ہوئی تو حضرت سلمان نے خود بلایا کہ اب تشریف لایئے، اور آکر دونوں نے نماز پڑھی، تو یہ کرنے کے بعد پھر فرمایا "ان لنفسك عليك حقا، وان لزوجك عليك حقا، فأدوا كل ذى حق حقه، أو

کما قال الشیخ سلمان ثم وضحه رسول الله صلی الله علیه وسلم" بہرحال حضرت سلمان نے کہا کہ دیکھو میاں تمھارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، اور تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، اور تمھارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، ہر چیز کا حق ادا کرو، اور جس کا جو حق ہے، سمجھو اور حق ادا کرو، اللہ کے رسول ﷺ کے پاس گئے، تو انہوں نے کہا "صدق سلمان"، سلمان نے بالکل صحیح کہا، یہ حسین امتزاج ہے، اسی کا نام اسلام ہے۔(صحیح البخاری:باب صنع الطعام والتکلف للضیف)

حضور اکرم ﷺ کو اللہ نے دونوں حیثیتیں عطا فرمائی تھیں

اللہ کے رسول ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ رات کو اللہ کے سامنے کھڑے ہوجائیں، اور اس کی عبادت کریں، بس زیادہ وقت عبادت میں آپ کا گذرے، ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ نے دو حیثیتیں عطا فرمائی ہیں، ایک تو آپ غیر معمولی انسان ہیں، انسانوں میں نہ آپ جیسا انسان پہلے پیدا ہوا نہ بعد میں پیدا ہوا، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے آپ کو ایسی طاقت اور صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ کوئی انسان آپ کے برابر نہیں ہوسکتا، مثلاً آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک طرف تو یہ بتایا کہ آپ بشر ہیں، لیکن دوسری طرف یہ بھی کہ آپ مستقل کئی کئی روزے رکھتے تھے، اور کھانا نہیں کھاتے تھے بیچ میں، نہ رات کو کھاتے تھے نہ دن کو کھاتے تھے، صحابہ کرام نے رکھنا چاہا تو آپ نے منع فرمادیا کہ آپ نہیں رکھ سکتے، ایسے ہی آپ کے اندر صلاحیت تھی، ایسی صلاحیتیں تو آپ میں بہت سی تھیں، اس وقت یہ بتانا نہیں ہے، مجھے تو صرف اتنا بتانا ہے کہ آپ اگر چاہتے تو ساری راتیں عبادت میں گذار لیتے، لیکن چونکہ آپ کو اللہ ساری انسانیت نے کے لئے نمونہ بنایا ہے تو آپ سوتے بھی تھے۔

نبی اکرم ﷺ ساری انسانیت کے لیے نمونہ ہیں

اسی لئے وہ واقعہ بھی یاد کر لیجئے جس میں تین آدمی رسول پاک علیہ الصلاۃ

والسلام کے گھر پر آئے، اور انہوں نے آکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چونکہ حضرت موجود نہ تھے ان سے پوچھا کہ حضرت کرتے کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا حضرت رات کو سوتے بھی ہیں، اور جاگتے بھی ہیں، نماز پڑھتے بھی ہیں، اور نہیں بھی۔ یعنی نفلیں۔ اور روزہ رکھتے بھی ہیں اور چھوڑ بھی دیتے ہیں، اور جانتے ہی ہو جو باتیں ہوئیں وہ کیا تھیں، اس کے بعد ان تینوں نے جب حضرت عائشہ نے بیان کر دیا تو کہا کہ حضرت تو بخشے بخشائے ہیں، پہونچے پہونچائے ہیں، مقام بلند ہے، اور اللہ نے آپ کو نوازا ہے، ہم کہاں ان کے برابر ہو سکتے ہیں، ہم کو تو بڑی محنت کی ضرورت ہے، تو ایک نے کہا میں شادی نہیں کروں گا پوری زندگی، دوسرے نے کہا میں رات کو کبھی سوؤں گا نہیں، تیسرے نے کہا میں روزہ ہمیشہ رکھوں گا افطار کبھی نہیں کروں گا، جب حضور تشریف لائے اور تینوں کی گفتگو سنی تو آپ اتنے خفا ہو گئے کہ ایسے کم خفا ہوئے ہوں گے، اور یہ کہا کہ مجھ سے بھی بڑے بنتے ہو، جو میں کہتا ہوں بس وہ کرو، اسی میں تمہاری نجات ہے اصل مسئلہ یہ ہے کہ اتباع سنت اصل ہے، وہ کرنا ہے تو یہاں پر آپ نے یہ بات بتادی کہ اتباع سنت اصل ہے اور ہم نے جو کچھ کیا ہے ہم سے زیادہ تھوڑی کر سکتے ہیں، لیکن ہم نے نمونہ تمہارے لئے چھوڑ دیا ہے، اس کے مطابق عمل کرو گے تو سارے مقامات طے ہو جائیں گے، تو اس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تلقین فرمادی اور اسی لئے ایک جگہ یہ بھی فرمایا کہ آپ کی ایک زوجہ مطہرہ تھیں جنہوں نے عبادت کے لئے ایک جگہ مقرر کر لی تھی، اور ایک رسی ٹانگ لی تھی، کہ عبادت کرتے کرتے جب تھک جاتی تھیں تو رسی سے لٹکتی تھیں کہ نیند غائب ہو جائے، اور پھر عبادت میں لگ جائیں آپ کو علم ہوا تو آپ نے رسی کھلوادی اور فرمایا کہ نیند آئے تو سو جاؤ، یعنی عبادت کرو لیکن جب نیند آئے تو سو جاؤ، اور یہی حکم بھی ہے کہ عبادت کرو اور جب نیند آئے تو سو جاؤ۔

طبیعت کے انشراح رہنے تک ہی عبادت ہو

یہ بہت اہم بات ہے، اس کو ہمارے عوام تو کیا بڑے بھی نہیں سمجھ پاتے یہ کہ عبادت کی جائے نشاط کے ساتھ، پوری سمجھ کے ساتھ، وہ عبادت بہتر ہوتی ہے، ہمارے نوجوان بے چارے جیسا کہ رات کے بارے میں سمجھ رکھا ہے، جاگنا ہے صرف جاگنا سمجھ لیا، اور پورے شہر میں ٹہلنا شروع کر دیا، اور یہاں بیٹھے ہیں، اور کھانسی رہے ہیں تو یہ جگنا تھوڑی ہوا، صرف جاگنا معتبر نہیں ہے، بلکہ اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اللہ سے مانگنا، اور اس کی عبادت کرنا یہ ہے جاگنا، اور اس میں جتنا وقت آپ صَرف کرسکیں، بس نیند آئے تھوڑا سو بھی لیجئے، کوئی حرج نہیں سونا بھی عبادت ہو جائے گا، اس لئے کہ وہ تو عجیب وغریب مالک ہے کریم ہے، کہ اگر آپ کو بہت زیادہ نیند آرہی ہے تو آپ سو جایئے لیکن یہ نہیں کہ اسکوٹر نکالا اور ٹہل رہے ہیں، یا چائے پک رہی ہے، اور یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے، یہ کوئی بات صحیح نہیں ہے۔

روحانی ترقی اور کمزوری کا دارومدار راتوں پر موقوف ہے

اصل میں معاملہ یہ ہے کہ عبادت کریں جس طرح انہوں نے عبادت کرنے کا حکم دیا ہے، تو بتانا یہ ہے کہ راتیں عجیب وغریب ہیں، روحانی ترقی اور روحانی کمزوری وہ بھی رات ہی کو پیدا ہوتی ہے، دونوں باتیں رات سے وابستہ ہیں، جسم تو جیسا کہ میں نے عرض کیا دن سے وابستہ ہے لیکن اس کو الٹا کر دیا، اس لئے جو شخص رات کو کمائے گا تو کچھ ہی دنوں میں صحت خراب ہو جائے گی، اس لئے جاگنا دن کا ہے، دن میں کماؤ گے تو صحت باقی رہے گی، اور تمہارے اندر صلاحیت رہے گی، اور رات کو اگر تم نے یہ کام شروع کر دیا اور پوری رات کو اس میں لگانا شروع کر دیا تو ظاہر ہے کہ اس کا فائدہ نہیں ہوگا نقصان ہو جائے گا، صحت خراب ہونے لگے گی، اسی وجہ سے آج کل سب کی صحت خراب ہو رہی ہے، کیونکہ ہم نے دن والا کام رات کو لے لیا ہے، اور بارہ

ایک بجے رات تک جگتے ہیں، یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، بالکل غلط ہے، بلکہ جگنے والے تو اکثر غلط ہی لوگ ہوتے ہیں، اور جو کام والے ہوتے ہیں وہ تھوڑے ہوتے ہیں مجبوراً کام کیا جائے تو وہ بات الگ ہے، جیسے ریلوے میں ملازم ہے، کہیں ایسی جگہ ملازم ہے جہاں وہ مجبور ہے، تو خدمت دین کی نیت کرلے، اللہ تعالیٰ اس کے اندر صلاحیت پیدا کردیتا ہے، اسی لئے فرمایا گیا سفر رات کو کرو، حدیث میں فرمایا گیا ہے رات کا سفر سہولت کا ہوتا ہے، تو رات کو سفر کی بھی گویا کہ اجازت ہے، ایسے ہی رات کے سلسلہ میں اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔

معاش میں ترقی صبح کی تجارت پر موقوف ہے

معاش کے سلسلہ میں ایک اور چیز آتی ہے کہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی تجارت میں ترقی ہو تو اس کو بالکل علی الصباح تجارت کرنی چاہئے، صبح کا پہلا وقت یہ تجارت کے لئے بڑا برکت کا باعث ہے، لوگ اس میں اکثر سو جاتے ہیں، ایک جگہ بستی میں سنا ہے ہم نے کہ جو بازار لگتا ہے وہ بالکل علی الصباح لگتا ہے، اور صبح ہی لگتا ہے اور صبح ہی ختم ہو جاتا ہے، آدھی رات سے لگ جاتا ہے صبح ہی ختم، اور بڑی ترقی ان کو اس میں ہوتی ہے، تو اس لئے رات اور دن کے فرق کو بھی سمجھتے رہنا چاہئے۔

رات کو ہر چیز ڈھکنے کی حکمت

پھر اس کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی فرمایا ہے ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں وبائیں نازل ہوتی ہیں، وبائیں نازل ہوتی ہیں اوپر سے، اب اگر کسی کا برتن کھلا ہوا ہے، تو اس میں داخل ہوگئی وہ، اسی لئے آپ نے حدیث میں فرمایا ہے کہ رات میں جب سونے لگو تو ہر چیز کو بند کردو، دروازہ بند کردو، اور چراغ گل کردو، اور برتن اوندھا کردو، برتن ڈھک دو، ان ساری چیزوں کا آپ نے حکم دیا وہ اس لئے کہ جو وبا نازل ہوگی وہ تم کو پتہ نہیں کس رات کو وبا نازل ہو رہی ہے، تو وہ وبا اس برتن میں آجائے گی، اب برتن کی کوئی

چیز تم استعمال کروگے، تو وہ تمھارے اندر چلی جائے گی، اور تم بیمار ہوجاؤ گے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے منع فرمایا لیکن اس میں ہم لوگ پورا عمل نہیں کرتے، کوئی چیز ڈھک کر نہیں رکھتے اور بند بسم اللہ کر کے نہیں کرتے، تو شیطان آ کے تصرف کرتا ہے، تو ایک رات گویا کہ وباؤں کے نازل ہونے کی بھی ہوتی ہے۔

روحانی ترقی اور تنزلی رات ہی سے وابستہ ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے روحانی ترقی کے لئے اور آگے بڑھنے کے لئے راتوں کے اندر عجیب وغریب صلاحیت رکھی ہے، جیسے میں نے کہا کہ ایک طرف تو وبائیں بھی اسی میں آتی ہیں، اور دوسری طرف شیطانوں سے بھی رات میں ڈرتے ہیں لوگ، یعنی جتنی بری حرکتیں اور گندی حرکتیں ہیں وہ سب رات ہی کو ہوتی ہیں، اور اس سے بھی روحانی تنزلی ہوتی ہے، جو آدمی غلط کام کرے گا رات کو، تو اس سے روحانی طور پر نیچا ہوتا چلا جائے گا، اور ترقی اس کی رک جائے گی، بلکہ بعض لوگ تو اسفل سافلین میں رات ہی کی وجہ سے جاتے ہیں، پوری رات ضائع کرتے ہیں چائے کے اڈے میں رہتے ہیں، اور غلط قسم کے کلبوں میں رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ جو ساری دنیا سب جانتی ہے۔ نائٹ کلب میں کیا ہوتا ہے، نائٹ کلب اس لئے ہے کہ شیطان بننے کا راستہ آسان ہوجائے، اور آدمی تباہ وبرباد ہوجائے اور روحانی اعتبار سے دیوالیہ ہوجائے، اور اس کے چاروں پہیے جو اس کو روحانی اعتبار سے آگے بڑھانے میں لگے ہوئے تھے اور دونوں پر جو اس کو اڑانے والے تھے، وہ پنچر ہوجائیں، اور بے کار ہوجائیں، تو اسی لئے راتیں بھی تباہ کن ہیں، اور اسی لیے ہمارے نوجوان تباہ ہوتے چلے جارہے ہیں۔

روحانی ترقی کے لیے رات کی نمازیں زیادہ ہیں

لیکن اللہ تعالیٰ نے روحانی ترقی کے لئے اور اس امت کو آگے بڑھانے کے لئے یہ رکھا ہے کہ مغرب کی نماز عشاء کی نماز فجر کی نماز تین نمازیں رات کی رکھی ہیں،

اور دو نمازیں دن کی بھی ہیں، حالانکہ دن بھاگ دوڑ کا ہوتا ہے، اور اس میں زیادہ نمازیں ہونی چاہئیں تھیں، چار نمازیں دن میں ہونی چاہئیں تھیں اور ایک نماز ہونی چاہئے تھی رات کو، اس لئے کہ سونے کا وقت ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہماری روحانی ترقی رات سے وابستہ ہے، تو رات جیسے ہی آتی ہے اللہ کو یاد کرو ذکر کرو، اور جا کے نماز پڑھو، اب اگر عوامی طور پر یعنی عوام ہمارے پابندی کرلیں مغرب کی پابندی کرلیں عشاء کی پابندی کرلیں، اور فجر کی پابندی کرلیں، تو انشاء اللہ روحانی اعتبار سے نارمل رہیں گے یہ یاد رکھئے گا کہ روحانی اعتبار سے نارمل رہیں گے، اب اگر نماز اچھی ہوگی تو اس کا نارمل پنا اچھا ہوگا، رہیں گے تو نارمل لیکن بہت سے آدمی جو کہتے ہیں کہ ٹھیک ہیں، چل رہا ہے، ایک تو یہ چلنا ہے، ایک بڑی اچھی صحت ہے، اور ہے نارمل، تو صحت بھی اچھی ہوگی اور کوئی پریشانی نہیں ہوگی، جتنی اچھی نماز مغرب کی عشاء کی فجر کی ہوگی، اتنی ہی روحانی صحت اچھی ہوگی، یعنی اس میں نارمل رہیں گے۔

روحانیت میں مزید ترقی کا نسخہ

لیکن ہم اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہم پہلوان ہو جائیں، ہمارے اندر غیر معمولی طاقت پیدا ہو جائے، انرجی آجائے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کہا کہ ذرا پھر اٹھو فجر سے پہلے اٹھ جاؤ، اس لئے فجر کے بعد اجازت تجارت کی ہوگی، کہ اس میں برکت ہے، اور اگر فجر سے پہلے اٹھ جاؤ گے تو روحانی برکت ہوگی جس کا نام تہجد ہے، اسی لئے فرمایا گیا کہ اگر پہلے اٹھ جاتے ہو تو روحانی اعتبار سے تم کو ترقی ہوگی، ادھر اوّابین پڑھ لو، مغرب کے بعد کچھ رکعتیں پڑھ لو، اور ادھر آخری شب میں کچھ پڑھ لو، آٹھ رکعتیں پڑھ لو، تو روحانی اعتبار سے تم اچھلنے لگو گے، آگے بڑھنے لگو گے، اسی وجہ سے جن لوگوں کو اللہ نے بہت نوازا ہے یعنی ان کے جذبات اور خیالات کے اندر اللہ نے ایسی پاکیزگی ایسی بالیدگی اور ایسی بلندی پیدا فرمادی کہ ساری دنیا آج تک فیض حاصل کر رہی ہے، یعنی وہ معمولی لوگ بھی علامہ اقبال جیسے آدمی جب دوسری لائن کے آدمی تھے، لیکن عربی کے

بڑے اسکالر تھے انہوں خود یہ بات اپنے ایک شعر میں کہی ہے کہ ع

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی

اور لکھا ہے کہ اس زمانہ میں لندن میں بہت سردی ہوتی تھی لیکن تہجد میں اٹھنا میں نے وہاں بھی نہیں چھوڑا، ہمیشہ تہجد کی پابندی انہوں نے کی، تو اللہ تعالیٰ نے دیکھئے ان سے کتنا بڑا کام لیا، تو تہجد دماغی اعتبار سے روحانی اعتبار سے قلبی اعتبار سے نکھار پیدا کرتی ہے، اور ترقی میں نہ جانے انسان کو کہاں سے کہاں پہونچا دیتی ہے۔

مزید روحانی ترقی کا بہترین ذریعہ

اسی کے ساتھ ساتھ اگر کوئی مزید اچھلنا چاہے، کہ جیسے دابتے ہیں مشین اور بھیجتے ہیں آپ نے سنا ہوگا کہ خلا میں چلا جاتا ہے جہاز، تو آپ اگر چاہتے ہیں کہ روحانی خلا میں پہونچ جائیں تو پھر شب برأت اور شب قدر کی قدر کرنی پڑے گی، یہ اللہ تعالیٰ نے اوپر پہونچانے کا ذریعہ بنایا ہے، اور اصلاً تو شب قدر ہے، جو رمضان کے آخری عشرہ میں آئے گی، لیکن تمہید پہلے سے شروع کردی، حضور پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا معمول پورے شعبان کے مہینہ روزے رکھنے کا تھا، یا اکثر شعبان کا حصہ حدیثوں میں آتا ہے، یا پھر پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے، یا اکثر شعبان کے روزے رکھتے تھے، اور پھر اس کے بعد رمضان کا جو معاملہ ہے اس کو سب جانتے ہیں کہ آپ کے کیا معمولات تھے، آخری عشرہ میں آپ کا کیا معمول تھا۔

شب برأت کا ثبوت اور اس میں غیر شرعی اعمال کا دخل

تو یہ جو رات ہے جس کے بارے میں آج کل بعض لوگوں کا یہ خیال ہونے لگا ہے جن کا علم ذرا تھوڑا ہے، اور گہرائی ان کے علم میں نہیں ہے یہ کہتے ہیں کہ اس رات کا ثبوت نہیں ہے، ایسا کچھ نہیں ہے، جو علمائے ربانی ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے علم راسخ عطا فرمایا

ہے وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ اس رات کی حیثیت ہے ہاں جو ہم نے نئی نئی باتیں کر رکھی ہیں وہ غلط ہیں، دیکھئے ایک بات یاد رکھئے اللہ کو اس طرح یاد کرنا چاہیے جس طرح وہ خوش ہوتا ہے، تبھی کام بنے گا، اب ہم نے اتنا تو سوچ لیا کہ اس رات میں کچھ ہے اب کچھ کا مطلب کیا ہے کہ ہم نے اپنی طرف سے کچھ گڑھ لیا، کہ اتنی سو رکعت پڑھو، یہ پڑھو وہ پڑھو، اس کا کوئی ثبوت نہیں، ابھی میں غور کر رہا تھا تو جو حدیثیں اس مضمون کی آئیں ہیں اچھی خاصی حدیثیں ہیں حسن درجہ کی روایتیں بھی اس میں ہیں، اور علماء کا تعامل اس میں ہمیشہ سے رہا ہے، صحابہ کے دور سے اس وقت تک سب نے اس پر عمل کیا ہے، تو یہ بات کافی ہے بس عمل کے لئے، اور حدیثیں بھی موجود ہیں تو اتنا تو ثابت ہو گیا۔

شب برأت بجٹ کے تیاری کی رات ہے

جو روایتیں سامنے آئیں ان کو دیکھنے سے میں جو سمجھا ہوں وہ ایک مثال سے بات واضح ہو جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس رات میں بجٹ تیار کیا جاتا ہے، یہ بجٹ کی رات ہے، جس طرح بجٹ ہوتا ہے، پارلیمنٹ میں پیش کرنے سے پہلے طے ہوتا ہے، اور اس بجٹ کا اثر پورے ملک پر پڑتا ہے، اور ہر چیز اسی سے وابستہ ہے سب کی نظر بجٹ پر ہوتی ہے، کہ کیا پاس ہونے جا رہا ہے تو اس میں جو لوگ پہلے سے پاس کروانا چاہتے ہیں تو پہلے سے وہ بجٹ تیار کرنے والے سے ملتے ہیں، کہ اس میں اتنا بڑھایا جائے، اور اس میں اتنا گھٹایا جائے، اور اس میں یہ کیا جائے، تو ایسے ہی آج کی رات میں بجٹ تیار ہوتا ہے۔

خدا کے یہاں عرضی پیش کرنے کے دو طریقے ہیں

جب بجٹ تیار ہوتا ہے تو اللہ میاں کا معاملہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرضی پیش کرے گا، وہاں تو عرضی پیش کرنے کے سلسلہ میں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ آج کی رات اللہ کو یاد کریئے ذکر کریئے، نماز پڑھیے، تلاوت کریئے، اس طرح سے جو اچھا کام کرے گا، کہ اللہ کو یاد کر رہا ہے تو جب اللہ کو یاد کرے گا تو اللہ بھی اس کو یاد

رکھیں گے، کہ اس کا حصہ بھی بجٹ میں لگالو، اور دوسرے یہ کہ کوئی باقاعدہ مانگنے لگے دعا کرے کہ اللہ میاں یہ کردیجئے، اللہ میاں یہ کردیجئے، اللہ میاں یہ کردیجئے، کوئی غلط بات نہیں مانگے گا صحیح مانگے گا تو بجٹ میں اس کا حصہ لگ جائے گا۔

شب برات کی ماثورہ دعاؤں میں تین نکات ہیں

یہ رات اسی لئے ہے اسی لئے اس رات کی جو دعائیں آتی ہیں جو ہمارے بزرگوں کے معمولات میں بھی رہی ہیں، اور ہمارے خاندان میں تو ہیں ہی صدیوں سے، اس میں تین باتیں ہیں، (۱) رزق (۲) مصیبتوں سے نجات (۳) عمر، یہ تین باتیں خاص ہیں گویا کہ زندگی کا دائرہ انہی تینوں سے وابستہ ہے، کہ آدمی کو کتنا حصہ ملنے والا ہے، اور کتنے دن باقی رہے گا، پریشانیوں سے نجات ملے گی یا نہیں ملے گی، تو ان تین چیزوں کی خاص طور سے دعا کرنی چاہئے، اور اچھے کام کی توفیق کی، جو یہ دعائیں مانگتا ہے یا وہ عرضی پیش کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اچھا معاملہ فرمائے گا، اور اس لئے کہ اللہ کے ہاتھ میں تو سب کچھ ہے جو چاہے رکھے جو چاہے مٹادے، ﴿يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ (الرعد: ۳۹) اللہ کے پاس ہے جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے جو چاہتا ہے مٹادیتا ہے، وہ جو چاہے گا باقی رکھے گا وہ جو چاہے گا مٹادے گا۔

بجٹ کے پاس ہونے کی رات شب قدر ہے

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تو سب کچھ ہے اب اس وقت بجٹ تیار ہوتا ہے اور یہ بجٹ پاس ہوتا ہے شب قدر میں، ابھی یہ تیار ہوگا اور تیار ہونے کے بعد شب قدر جب آئے گی تب اللہ میاں اس کو پاس کریں گے، جو کچھ ہونا تھا ہو چکا اور فرشتوں کو حوالہ کردی جائیں گی اس کی کاپیاں، جیسے یہاں ہوتا ہے کہ بجٹ پاس ہوتا ہے، اور وزیروں کے پاس کاپیاں بھیج دی جاتی ہیں، اس میں بڑے بڑے لال بھجکڑ اپنی اپنی کھوپڑیاں لگاتے ہیں، کہ کیا اچھا ہے کیا برا، یہ بعد کا معاملہ ہے تو اللہ میاں بھی بجٹ

پاس کرتے ہیں، اور کاپیاں بھیج دی جاتی ہیں فرشتوں کے پاس۔

شب برات میں عبادت کا بہترین طریقہ

اگر کوئی شخص اس رات میں اچھی طرح عبادت کرتا ہے، اسی لئے مغرب کے فوراً بعد عبادت کرنا چاہئے، اور اسی لئے یہ بات خاص طور پر پیش نظر رہے کہ مغرب کی نماز یہ خود ایک عبادت ہے، نماز مغرب کی جماعت کے ساتھ پڑھیے، تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو، تو اس کی بڑی قدر ہے فلاں بڑا نمازی ہے، دیکھئے تکبیر اولیٰ اس کی فوت نہیں ہوئی، مسجد میں آ گیا، اور اس کے بعد اس نے بیٹھ کر اللہ کے یہاں عرضی پیش کر دی کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالے، اور پھر حسب توفیق رات کو بھی عبادت کرتا رہا، اور اپنے مردوں کے لئے بھی مانگتا رہا جو بے چارے جا چکے ہیں، ان کے پاس کچھ نہیں ہے ان کو معاف کر دیجئے، اور ان کی بخشش فرما دیجئے، اس میں یہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ قبرستان تشریف لے گئے تھے، لیکن ہمارے یہاں تو تماشہ بن گیا کہ قبرستان کی جانب بھیڑ کی بھیڑ چلی جا رہی ہے، اور نہ جانے کیا کیا کر رہے ہیں وہاں جا کر، ایسے میں تو قبرستان جانا مکروہ ہے، اور اس کو ضروری سمجھنا تو بالکل مکروہ ہے، ایسے میں تو اپنے گھر میں بیٹھے اور دعا کرے اپنے بڑوں کے لئے، ہاں زندگی میں ایک دو دفعہ موقعہ ہو تو چلا جائے، یہ تھوڑی کہ ہر دفعہ جانا ضروری سمجھ لیا ہے، اور جائیں گے ضرور، - میں تو آج تک نہیں گیا اور گھر میں قبرستان - ایک دفعہ ایک صاحب کا انتقال ہی ہو گیا اس شب میں، تو جنازہ کے ساتھ جانا پڑا، اور وہاں جا کر سر پکڑ لیا قبرستان کا تماشہ دیکھ کر جشن تھا، وہاں کوئی مغفرت کی دعا نہیں مانگتا ہے، شادی کر رہا ہو کوئی، چراغ جلا رہا ہے، لڑکے لڑکیاں ہنس رہے ہیں، تماشہ بنا ہوا ہے، ارے یہ تو بالکل سراسر اندر والوں کے لئے بھی تکلیف کا باعث بن جائے گا، تو ایسے جانے سے بھی کیا فائدہ جو تکلیف کا باعث بھی ہو، اور ایسے چکر لگانے سے بھی کیا فائدہ جو آپ کی روحانیت کو بھی ختم کر دے،

اور ایسے غلط کام کرنے سے کیا فائدہ اس رات میں، جو کہ آپ کو ترقی کے بجائے نیچے گڈھے میں گرادیں، اس سے بہتر تو اگر آپ سو جاتے تو بھی آپ کے لئے بہتر تھا، یہ تو بالکل غلط ہے کہ آپ اس رات کو جاگیں اور غلط کام کریں، اس کا کوئی ثبوت کہیں ہے ہی نہیں، یہ تو غیروں کی باتیں ہیں جو ہم نے لے لی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں شب برات کا اہتمام

میرے بھائیوں دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم راتوں کی باتوں کو جانیں، کیسی راتیں اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں، پھر یہ راتیں پاس ہو جاتی ہیں، تو پھر اس کے مطابق راتوں کو نہ جانے کیا کیا اللہ نازل فرماتا ہے، اس لئے ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو اٹھا دیا رات کو آپ نے کہا: **ایقظوا صواحب الحجرات**، کہ یہ کمرے میں سو رہی ہیں، ان کو اٹھاؤ، اور پھر آپ نے فرمایا کہ آج کی رات نہ جانے کتنے فتنے نازل ہو رہے ہیں، اور کتنے خزانے اوپر سے آرہے ہیں، ایک طرف تو خزانے آرہے ہیں، اور ایک طرف نہ جانے کتنے فتنے نازل ہو رہے ہیں، فرمایا خاص اشارہ کرتے ہوئے "**رب کاسیة فی الدنیا عاریة فی الآخرة**" (**صحیح البخاری، باب تحریض النبی علی صلاة اللیل والنوافل من غیر ایجاب**) کتنی عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں پہنے ہوئے معلوم ہوں گی لیکن آخرت میں برہنہ ہوں گی، اور یہ تو اعجاز نبوی ہے کہ آج آپ دیکھئے نہ جانے کتنی عورتیں پہنتی ہیں، اور بدن سب دکھتا ہے، وہاں تو ننگا ہونا بعد کی بات ہے، یہیں ننگی ہو گئیں، وہاں جو ہونے والا ہے وہ تو بعد کا ہے، اصل جو ہے وہ یہی ہے، یعنی عورتیں بے حیاء ہو جائیں گی، یعنی عورتوں کو اندر رہنا چاہئے جیسا کہ رات اندھیری ہوتی ہے اندر ہوتی ہے جب رات کو آدمی نے دن بنا دیا تو عورت کو باہر نکال دیا تو انجام کیا ہوگا؟ تو اسی لئے عورتوں کو اندر رہنا چاہئے باہر نہیں رہنا چاہئے مردوں کے ساتھ، اور حجاب کے ساتھ رہنا چاہئے، ورنہ فتنے ابلیں گے برسیں گے اور نہ جانے کیا کیا ہوگا۔

آسمان سے نازل ہونے والی چیزوں میں لوہا بھی ہے

قرآن سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ مختلف چیزوں کو آسمان سے نازل کرتا ہے ان میں سے ایک ہے ﴿وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ﴾ (الحدید: ۲۵) اس پر بڑے اعتراضات ہوئے تھے ایک زمانہ میں کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے ہم نے لوہا نازل کیا، اتنا ہی نہیں معلوم کہ زمین سے نکلتا ہے لوہا اور اللہ میاں کہتے ہیں کہ اوپر سے ہم نے نازل کیا، اب جب تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ ایک چیز ہے جو خاص علاقہ میں آتی ہے جب وہ زمین میں جذب ہوتی ہے تب لوہا بنتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کہہ دیا تھا، اس میں ہمارے ترجمہ کرنے والے بھی پریشان ہیں، کہتے ہیں ہم نے لوہا بنایا۔ ایسا کچھ نہیں ہے، بلکہ عربی کا لفظ ہے ہم نے لوہا نازل کیا تو یہ راتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کیا کیا نازل کرتا رہتا ہے، تو جو چیزیں پاس ہو جاتی ہیں، میں نے کہا نا کہ بجٹ ہوا اس وقت پاس ہو گیا جب پاس ہو گیا تو فرشتوں کے حوالے کر دیا گیا اب وہاں سے وہ نازل ہوتا رہے گا، جیسے رزق بھی نازل ہوتا ہے، اور لوہا بھی وہاں سے اترتا ہے، اور نہ جانے وہاں سے کیا کیا چیز اترتی ہے، آپ نے فرمایا خزانے آتے ہیں وہاں سے، اور اگر وہ آپ کی قسمت میں لکھا ہوا ہے تو چابی دے دی جائے گی اور آپ کو مل جائے گا، اگر آپ نے مانگ لیا ہے، اللہ کے یہاں آپ نے اپنا نام لکھوا دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا ہے، گویا کہ وہ چیز آپ کو مل جائے گی۔

شب برات کی قدر فرائض ادا کر کے کیجئے

میرے بھائیوں اور دوستو! یہ رات جو ہے اسی سے قدر کی رات ہے لیکن قدر بھی اسی انداز سے کہ نماز پڑھی مغرب کی یہ اس کا کرم ہے، گویا کہ اللہ نے رات کے اس حصہ میں حصہ دے دیا، جس نے مغرب پڑھ لی اسے حصہ مل گیا، اب اگر فجر بھی پڑھ لی تو اب اس کا حصہ پکا ہو گیا، اور اگر فجر گول کر دی تو اس کا حصہ کٹ جائے گا، اس لئے کہ ایک تو رات بھر جاگیں گے جب جاگیں گے تو فجر کے وقت سو جائیں

گے، یہ سب بہت خطرہ کی بات ہے، اس لئے کہ یہی شب قدر میں ہوتا ہے دیکھئے پہلے عشرہ میں بہت بھیڑ ہوتی ہے، اب رمضان آرہا ہے، جب پہلا عشرہ آئے گا خوب بھیڑ، دوسرے عشرہ میں اور کم، تیسرے عشرے میں اور کم، جو نصیب والے ہیں وہی رہ جاتے ہیں، اس لئے کہ نصیب والے کو ہی ملتا ہے، باادب بانصیب بے ادب بے نصیب، اللہ میاں بس ایسے تھوڑی نہ دے دیتے ہیں، بلکہ مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، پہلا عشرہ گذر گیا ہاں ٹھیک چل رہا ہے، دوسرا گذر گیا ہاں ٹھیک ہے، تیسرا عشرہ جب آگیا تو ٹھیک ہے، اب دے دو اس کو، اور اگر پہلا عشرہ ٹھیک چلا اور پھر کہا کہ دیکھو اس کو معلوم ہوا گڑبڑ شروع کر دیا، اچھا ٹھیک ہے چلنے دو، اگر آجاتا ہے تو صحیح ہے نہیں تو گیا، اب معلوم ہوا کہ آخری عشرہ جب آیا تو سوکر گذار دیا کتنی خطرناک بات ہے۔

بابرکت راتوں میں غلط کام کرنے کا نقصان بھی ڈبل ہوتا ہے

میرے بھائیو! یہ بھی بات یاد رکھنے کی ہے کہ جو اچھی راتیں ہوتی ہیں ان میں اچھے ہی اعمال کرنے چاہئیں، کیونکہ اچھی رات میں برے عمل کرنے سے ڈبل نقصان ہوتا ہے، جیسے اگر کوئی مسجد میں غلط کام کرے تو زیادہ برا ہے، اور اگر کوئی گناہ کا ارادہ کرے تو پکڑ نہیں ہے، لیکن حرم میں گناہ کا ارادہ کرے تو بھی بہت سخت پکڑ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کو دردناک عذاب چکھاؤں گا، جو وہاں ارادہ کرلے معصیت کا، اسی لیے یہ جو راتیں ہیں شب قدر ہے اور آج کی رات ہے، اس میں کوئی غلط کام کرے تو پھر ظاہر ہے کہ پکڑ بھی زیادہ ہوتی ہے، تو کم سے کم یہ ہے کہ غلط کام نہ کرے، اور اگر کر دیا تو بدعات میں سے ہے، اسی لئے بدعات سے تو پہلے بچنا چاہئے، گھومنے سے وقت کو ضائع کرنے سے اور بے جا باتیں کرنے سے، باتیں نہ کیجئے بہتر ہے سو جائیے، آپ تھوڑی عبادت کیجئے، سو جائیے، جا کر پھر صبح اٹھ کر دو چار رکعت اس وقت پڑھ لیجئے، یہ اچھا ہے، انشاء اللہ کام بن جائے گا، اور اگر آپ جگے ہیں، بیچ میں ڈھن خالی ہے جیسے دودھ پی رہے ہیں، اور اس میں تھوڑا سا زہر بھی ڈال دیا، تو پھر دودھ کیا فائدہ کرے گا،

دودھ تو نقصان کرے گا، زہر اندر جائے گا دودھ کے ساتھ، آپ کے اندر کی رگوں کو خراب کرے گا، ایسے ہی آپ نے عبادت تو کی لیکن اس کے ساتھ کوئی غلط کام کرلیا تو آپ نے زہر ڈال دیا اس میں، یا گندگی ڈال دی، تو آدمی کے جسم میں جا کر گندگی کیا کام کرے گی، اس لئے ہم کو اس بات کا پورا خیال رکھنا چاہئے کہ ہم اس رات کا پورا لحاظ رکھیں، نہ بدعات کا کام کریں، نہ کوئی اور ادھر ادھر کا الٹا کام کریں، بلکہ جو کچھ ہے عبادت کریں، اس میں کچھ طے نہیں ہے، آپ تلاوت کریں ذکر کریں، نماز پڑھیں وغیرہ وغیرہ، آدمی جو بھی چاہے اس کے بعد سو جائے، یہ نہیں کہتے اللہ میاں پوری رات جاگنا چاہیے تھا برا نہ ہو جائے، اس لئے ہم سو رہے ہیں، اور الارم لگا لیجئے، اب آنکھ کھل جائے تو کیا کہنے نور علیٰ نور، نہ کھلے تو بھی ثواب ملے گا، اور صبح اٹھ کر فجر ضرور پڑھ لیجئے، تو انشاء اللہ اول اچھا بیچ اچھا، یعنی عشاء اچھی اور آخر میں فجر، اس کا انشاء اللہ بن جائے گا، تو ہے بہت آسان، لیکن ہم لوگ خود بے عقلی سے غلط کر لیتے ہیں۔

دن اچھا معاش اچھا، رات اچھی معاد اچھی

میرے بھائیوں اور دوستو! بات زیادہ لمبی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، سمجھنے کی ضرورت ہے، کہ دن کیا ہے اور رات کیا ہے، دن کا تعلق جسم سے ہے اور رات کا روح سے ہے، تو اب دن اچھا ہوگا تو ہماری معاش اچھی ہوگی، اور رات اچھی ہوگی تو معاد اچھی ہوگی، یعنی دن سے دنیا اچھی ہوگی اور رات سے آخرت اچھی ہوگی، اور دونوں کا استعمال صحیح ہونا چاہئے، جیسے دن یہ صرف جانور بننے کے لئے نہیں ہے، اسی لئے دو نمازیں رکھ دیں، اور فجر کو ایسا رکھا کہ ایک حیثیت سے وہ رات کی نماز ہے اور ایک حیثیت سے وہ دن کی نماز ہے، یعنی ایک طرف تو سورج نکلا نہیں، اور ایک طرف رات کا وقت، رات کی نمازیں جہری ہیں اور اسی لئے یہ نماز جہری ہے، فجر کی آپ دیکھتے ہیں مگر زور سے پڑھتے ہیں، عشاء زور سے پڑھتے ہیں فجر زور سے پڑھتے ہیں، اور ایک طرف دن نکل رہا ہے، تو اس کا تعلق دن سے بھی ہے، تو دن اچھا ہو، جیسے رات

میں نماز رکھ دی دن آنے سے پہلے نماز رکھ دی، تاکہ دن اچھا ہو جائے، دن کو کہا ہے کہ ہے تو زندگی، اور دوڑ بھاگ کاروبار کے لیے، لیکن ایسی دوڑ بھاگ میں بھی نہ لگ جاؤ، کہ مشین بن جاؤ گویا سانڈ بن جاؤ، نہیں بلکہ انسان رہو، جس طرح مشین بن گئے ہیں نالوگ، ہر ایک کو ہوّا کھڑا ہے، مصروفیت کا مشغولیت کا ہوّا کھڑا ہے، بڑے شوق سے بتاتے ہیں ایک بہت بڑے سیٹھ میرے سامنے کہنے لگے کہ میرے پاس سب کچھ ہے اللہ کی دی ہوئی نعمتیں، تو ہم نے کہا کہ آپ کو کیا کہا جائے، مشین ہے رات کو بھی چلتی ہے، دن کو بھی چلتی ہے، کوئی فرصت ہی نہیں، انسان رہیے مشین نہ بنئے۔

مشغولیات کے ساتھ عبادت کا بھی خیال رہے

اسی لئے اللہ میاں نے کہا فرصت نکالو، ﴿تَقُومُوا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى﴾ (سبا: ٤٦) جہاں بھی کھڑے ہو لوگوں کے ساتھ، اور غور کرو جو کچھ نظام ہے، تو معلوم ہوگا کہ ایسے ہی نہیں ہے یہ، اس کے پیچھے بڑی چیزیں ہیں، غور کرو عقل کا استعمال کرو، اسی لئے بیچ بیچ میں نماز لے آئے، ظہر کی نماز لے آئے اور اسی کے ساتھ ساتھ عصر کی نماز لے آئے، کہا اس کی پابندی کرو تو معاش تمھاری ٹھیک رہے گی، اور وہاں رات کو سو جاؤ رات ٹھیک رہے گی، دونوں میں فرق سمجھ لیجئے اگر تجارت میں لگے ہیں کام میں لگے ہیں، تو گائے نہ بنئے، بیل نہ بنئے، رات میں روحانیت میں ایسا نہ بنے کہ سب کچھ رہ جائے، تھوڑا سا سو بھی لیجئے، اب آپ سو بھی لیجئے اور عبادت بھی کیجئے، تب روحانی ترقی ہوگی، کیونکہ جسم کے بغیر روحانی ترقی نہیں ہو سکتی، اور آپ نماز میں اتنے تھک گئے ہوں جیسے بعض لوگ محنت کرتے ہیں اور پھر پڑ جاتے ہیں آ کے، تو اگر اتنے تھک گئے ہیں تو نماز کیسے پڑھیں گے، اور اگر بیمار ہو گئے تو کھڑے ہو کے نماز پڑھنی پڑے گی، صحت کے ساتھ ہی نماز پڑھی جائے گی، تو اسی لئے بالکل نارمل رکھا ہے اللہ نے، اور دونوں کا خیال رکھا ہے، کہ بالکل وہاں بھی سو نہ جائیں، دونوں کا خیال رکھا گیا ہے، بس اسی کا نام اسلام ہے، اگر کوئی اس اسلام کو سمجھ لے تو گویا اس

کو آب حیات مل گیا، آب حیات جس کو مل گیا اس کو زندگی مل گئی، اور جس کو زندگی مل گئی تو اس کو ترقی مل گئی، اور اللہ سے اس کو قرب نصیب ہو گیا، اور ظاہر ہے کہ اللہ سے قریب ہو جائے گا تو جو مانگے گا وہ ملے گا، جو چاہے گا وہ پائے گا، جو سوال کرے گا وہ دیا جائے گا، پناہ مانگے گا تو پناہ دی جائے گی، ظاہر ہے ایسے شخص کی

ہر روز روز عید ہے ہر شب شب برأت

یہ محاورہ ہے کہ ہر روز روز عید ہے ہر شب شب برأت، مومن کے لئے تو یہی ہے۔

اسلام میں کوئی چیز منانے کا تصور نہیں

لیکن آج سب لوگوں سے ہر چیز روٹھ گئی ہے، سب ان کو منا رہے ہیں، ایک جگہ میں تقریر کر رہا تھا، لوگ کہہ رہے تھے کہ برتھ ڈے منایئے، فلاں چیز مناتے ہیں، ہم نے کہا، کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز روٹھ گئی ہے سب کو منا رہے ہیں، جن سے یہ چیزیں روٹھ جاتی ہیں وہی مناتے ہیں، اسلام میں منانا نہیں ہے، نہ عید منانا نہ بقر عید منانا، اور نہ کوئی اور عید منانا، منانا اسلام میں ہے ہی نہیں، مومن کا حال تو یہ ہوتا ہے

ہر روز روز عید ہے ہر شب شب برات

مومن ہر وقت اتنا خوش رہتا ہے کہ اس کو اندر سے خوشی منانے کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی، تو پھر عید کیا ہے اس کو بھی سمجھ لیجئے، عید خوشی کے اظہار کا دن ہے، جیسے یہ سمجھ لیجئے کہ یہ پائپ لائن جو ہوتے ہیں اندر پائپ لگا ہوا ہے اور باہر نل ہے لیکن جب نماز کا وقت آیا تو آپ نے باہر سے کھولا اور پانی نکلنے لگا، تو ایسے ہی عید ہے، اندر مومن کے دل و دماغ میں خوشی دوڑتی رہتی ہے، اور عید کے دن اللہ یہ کہتا ہے کہ اسے ظاہر کر دو تاکہ سب دیکھ لیں کہ اندر پائپ لائن میں پانی ہے، تو عیدین خوشی ظاہر کرنے کے دن ہیں اسی لئے اتنا ظاہر کرو، جتنی ضرورت ہے، یہ نہیں کہ پانی ایسے ہی کھول دو، اس طرح سے تو ساری ٹنکی ضائع ہو جائے گی، جتنا وضو کرنا ہے اتنا ہی کھولو، تین دفعہ سے زیادہ نہ دھوؤ، آج کل اس میں بڑی بے احتیاطی ہوتی ہے، یہ بھی ایک مسئلہ ہے کہ تین

دفعہ سے زیادہ اپنے اعضاء نہیں دھونا چاہئے، اور جتنا پانی اور زیادہ خرچ کریں گے، اللہ کے یہاں حساب دینا پڑے گا، اسی لئے بعض لوگ اس طرح سے ٹنکی سے پانی نکلنے کو بالکل مکروہ سمجھتے ہیں، اس لئے کہ آدمی پانی زیادہ بہاتا ہے، پانی زیادہ نہیں بہانا چاہئے، اسی طرح عید میں بھی لوگ آگے بڑھ جاتے ہیں، اسے منانا شروع کردیتے ہیں، وہیں معاملہ بگڑ جاتا ہے، منانا نہیں ہے بس خوشی کا اظہار اللہ اکبر! اب آپ نے اس میں کتنا نکالا عید کے دن کیا نکالا؟ سارے غریبوں کو دیدیا، تاکہ وہ بھی خوش ہوجائیں، ہماری خوشی میں شامل ہوجائیں، اور بقرعید میں آپ نے سب کو کھلا دیا، خوب کھاؤ، مزے کرو، مزید موقعہ مل جائے تو درحضور پر کعبہ پر جاکر وہاں جاکر خوشیاں حاصل کریں، اور مست ہوجائیں، یاد رکھیں مناتے وہی لوگ ہیں جن کو خوشی نہیں ہوتی ہے وہ کہتے ہیں، Birth Day، یعنی ان کے پاس خوشی نام کی کوئی چیز نہیں، بس بے چارے مناتے رہتے ہیں، اب یہاں بھی مناتے جارہے ہیں۔

سنا ہے اس کے علاوہ شادی ڈے، فلاں ڈے، امریکہ سے ایک ڈاک آیا تھا میں نے دیکھا تھا اس میں لکھا تھا خوشی ڈے، یعنی مطلب تھا خوشی مناؤ، اور کہا تھا جتنے غم والے ہیں، وہ بھی آئیں خوشی منائیں، ارے بے وقوفو جس کے اندر غم ہے وہ خوشی منائے گا کیسے؟ کوئی منا سکتا ہے؟ ہاں بے چاروں کو خوشی ہے نہیں اس لئے مناتے رہتے ہیں، اسی لئے یہ بات یاد رکھئے کہ دو عیدیں ہیں ہماری بس، دو عید سے جو زیادہ کرے اس کی بھی عید ہوچکی، چاہے اپنے چاہے غیر، اسی لئے دو چیزیں ہیں بس عید بقرعید، اس کے علاوہ تیسرا نہیں ہے، باقی منانے کا نہیں ہے، اب جیسے عبادت کا دن ہے عبادت کیجئے، منانے کا کوئی چکر نہیں، ایسے ہی اگر اسلام کو کوئی صحیح سمجھے پھر کوئی مسئلہ نہیں، بلکہ اس کی زندگی بھی صحیح ہوجائے گی، اور جو اسلام کو صحیح نہیں سمجھتا، اس کی زندگی بھی صحیح نہیں، اسی لئے اسلام کو صحیح سمجھنے کی ضرورت ہے، اور اس کو صحیح طور پر سمجھانے کی بھی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حقیقت صوم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رحمة للعالمين خاتم النبيين شفيع للمذنبين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله الطاهرين وصحبه الغر الميامين وعلىٰ من تبعهم ودعا بدعوتهم الىٰ يوم الدين ،أما بعدأعوذ بالله من الشيطن الرجيم،"يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب علىٰ الذين من قبلكم لعلكم تتقون". (البقرة:۱۸۳)

میرے بزرگو، دوستو اور دینی بھائیوں!

اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ رمضان کا مہینہ اپنی نعمت اور اپنی رحمت اور تحفہ کے طور پر عطا فرمایا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے، اس امت پر کہ اس امت کو رمضان جیسا مہینہ عطا فرمایا ہے، اور اس میں روزوں کو ہمارے اور آپؐ کے لیے ضروری قرار دیا ہے، اور اس کے علاوہ نماز، سب سے پہلے عقیدہ ہے پھر نماز، پھر زکاۃ اور روزہ اور حج، یہ وہ بنیادی ارکان ہیں، جن کا حکم قرآن مجید میں اور احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے تفصیل سے دیا ہے، اور سب کے الگ الگ اثرات بتائے ہیں، کہ نماز پڑھنے کے کیا اثرات ہیں؟ اور نماز پڑھنے سے کیا ملتا ہے؟ زکاۃ دینے سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے؟ اور روزوں سے کیا ملنے والا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے، نماز کے ساتھ، ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (طہ:۱٤) کہ نماز جو ہے سراپا ذکر بنادیتی

ہے، نمازی کی بات تو بہت الگ ہے، اسی وجہ سے نماز کا درجہ تو بہت ہی بلند ہے، کہ آدمی کو نماز یاد والا بنا دیتی ہے، اللہ سے جوڑ دیتی ہے، اور آدمی اللہ سے جڑ جاتا ہے، اور اس کا دھیان لگ جاتا ہے، تو اس کی زندگی بدل جاتی ہے، اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کو مقرر کیا، زکاۃ جو ہے وہ انسان کو پاک کرتی ہے، اس کی ناپاکی کو دور کرتی ہے، اور اس کو بلند کرتی ہے، کیونکہ مال کو اللہ کے راستہ میں دینے سے اس کے اندر جو بیماریاں ہیں جو ناپاکیاں ہیں، نجاستیں ہیں، وہ ختم ہوتی ہیں، اور جو آدمی ٹھہرا ہوا ہے اور ترقی اس کی رکی ہوئی ہے، وہ ختم ہوتی ہے، اور ترقی کرنے لگتا ہے۔

روزہ کا اہم فائدہ

روزہ جو ہے وہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ تقویٰ کا ذریعہ ہے، یعنی باطن کو بنانے کے لیے اور دل کو صحیح کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، تو اللہ تعالیٰ نے روزہ کو تقویٰ کا ذریعہ بنایا ہے، لعلکم تتقون، تاکہ تم تقویٰ والے ہو جاؤ، اور تقویٰ کا تعلق اللہ نے اندر سے رکھا ہے، اپنا اندر اگر ٹھیک کرلیں ہم تو تقویٰ والے ہو گئے لیکن ہم لوگوں نے جیسے بہت سے غلط معنیٰ سمجھ رکھے ہیں، غلط معنیٰ لے لیے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بڑے متقی آدمی ہیں، بڑے متقی آدمی کو یہ سمجھتے ہیں کہ نماز زیادہ پڑھتے ہیں ذکر زیادہ کرتے ہیں زبان سے، تو اس کو متقی نہیں کہتے، متقی اصلا کہتے ہیں جس کا باطن بن گیا ہو، جس کا دل منور ہو گیا ہو۔

روزہ صرف ہم پر فرض نہیں

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھانے کے لیے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ یہ روزہ جو ہے یہ صرف آپ پر نہیں ہے، اس لیے کہ انسان جب یہ سمجھتا ہے کہ یہ کام صرف مجھے کرنا ہے، تو اس کو بھاری لگتا ہے، اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ بات ختم کردی کہ آپ تنہا ایسے نہیں ہیں جن کے لیے روزہ فرض کیا گیا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جتنی قومیں گذری ہیں، جتنے پہلے انبیا

آئے ہیں، سب نے روزہ کا حکم دیا ہے، اور سب کو روزہ رکھنا ضروری قرار دیا گیا تھا، تو آپ اس کو اپنے لیے بھاری نہ سمجھیں اس سے پہلے بھی لوگ گذرے ہیں جن پر روزہ فرض کیا گیا، اور دوسری بات آسانی کے لیے یہ کہہ دی کہ "ایاما معدودات" کہ کوئی لمبی چوڑی مدت نہیں ہے یہ چند گنے چنے دن ہیں، جن میں آپ کو روزہ رکھنا ہے، اس سے بھی انسان سمجھتا ہے کہ کوئی مسئلہ نہیں، چند دن کی بات ہے، ایک مہینہ گذرتے کتنی دیر لگتی ہے، تو آدمی روزہ کو بھاری نہیں سمجھے گا کہ ابھی چند دن ہیں جن میں رکھنا ہے، لیکن ملنے والا بہت ہے، کیونکہ نفس کی سرکشی اور شیطان کی دشمنی یہ اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ چند دن کے روزے ناکافی ہیں، ایک مہینہ کے جو روزے ہیں یہ بالکل ناکافی ہیں اگر آپ نفس کی سرکشی کا مطالعہ کریں، اور شیطان کی دشمنی کو دیکھیں، تو اندازہ ہوگا ان کے مقابلے کے لیے ان سے بچنے کے لیے اتنے دن کے روزے یہ کم ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہی کہا کہ یہ روزے جو ہم نے تم کو دیئے ہیں یہ گنے چنے ہیں، لیکن اس کا فائدہ اتنا بڑا ہے کہ نفس بھی قابو میں آجاتا ہے، اور شیطان بھی مات کھا جاتا ہے۔

دوا کا فائدہ کب ہوگا؟

لیکن ظاہر ہے کہ جب حکیم اور ڈاکٹر کوئی دوا تجویز کرے تو اس کی مقدار بھی صحیح استعمال ہونی چاہیے، اور دوا میں ملاوٹ نہیں ہونی چاہیے، دونوں چیزیں ضروری ہیں اوقات کی پابندی ہے اور ڈوز صحیح ہے تو پھر اس کا فائدہ ہوگا لیکن اگر ہمارا ڈوز صحیح نہیں ہے تو پھر ظاہر ہے کہ اس کا فائدہ نہیں ہوگا، تو ہوتا یہی ہے کہ نماز پڑھتے ہیں فائدہ نہیں ہوتا، روزہ رکھتے ہیں فائدہ نہیں ہوتا، وجہ یہ ہے کہ روزے کا استعمال جیسے ہونا چاہیے یعنی جیسے روزہ رکھنا چاہیے ویسے روزہ نہیں رکھتے، اور جو چیزیں روزے سے آنی چاہئیں وہ ہمارے اندر نہیں آرہی ہیں، اس لیے کہ روزہ جیسا کہ عرض کیا گیا یہ باطن کو بنانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور آج کل ابھی پرسوں میں نے ایک مضمون پڑھا کہ جن لوگوں کا پیٹ وغیرہ زیادہ خراب رہتا ہے بیمار رہتے ہیں پیٹ کے امراض میں، ان کے لیے

روزہ بہت مفید ہے، لیکن یہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے کہ روزہ اس لیے رکھا جائے کہ پیٹ ٹھیک ہو جائے، اور روزہ کھولنے میں مزا آتا ہے، اس کے لیے روزہ رکھا جائے، تو اس سے تو روزہ برباد ہو جائے گا، بلکہ روزہ تو اس لیے رکھنا ہے کہ یہ میرے اللہ کا حکم ہے۔

معتدل امت معتدل اعمال

لیکن اصلاً ایک بات اس میں یہ ہے کہ روزہ باطن اور بطن دونوں کی اصلاح کرتا ہے، باطن کو بھی ٹھیک کرتا ہے اور بطن کو بھی ٹھیک کرتا ہے باطن سے سارا نظام ٹھیک ہو جاتا ہے اور بطن سے جسم کا نظام ٹھیک ہو جاتا ہے، اگر آپ نماز کو دیکھیں تو نماز کا معاملہ یہ ہے کہ نماز ٹھیک کرتی ہے ہاتھ کو پاؤں کو، سر کو، دل کو، پیر کو سب کو ٹھیک کرتی ہے وہ، اس کے جو اعمال ہیں اگر آپ اس کو دیکھیں اور جدید تحقیقات آ رہی ہیں جس کو میں پڑھتا بھی نہیں ہوں، تو اگر اس کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا نماز کا تعلق تمام چیزوں سے ہے، لیکن روزے کا ایسا نہیں ہے، بعض اطباء کہتے ہیں کہ اگر پیٹ ٹھیک ہو جائے تو پورا جسم کا نظام ٹھیک ہو جاتا ہے یہی اصل ہے، تو روزے کے اندر دیکھئے دونوں باتیں رکھی گئی ہیں، باطن کو بھی ٹھیک کرتا ہے بطن کو بھی ٹھیک کرتا ہے، لیکن دونوں میں بات صحیح ہونی چاہیے، باطن اس وقت ٹھیک ہوگا جب روزہ کے اندر معنویت پیدا کریں اور بطن اس وقت ٹھیک ہوگا جب کھانے پینے میں احتیاط رکھیں یعنی روزہ کھولنے کے بعد اتنا نہ کھالیں کہ پھر دوسرے دن تک بھوک ہی نہ لگے اور سحری میں اتنا نہ چڑھا جائیں کہ کھٹی ڈکاریں آتی رہیں، تو کیا بطن ٹھیک نہیں ہوگا بطن بھی خراب ہوگا باطن بھی خراب ہو جائے گا، تو اس لیے ہر جگہ اعتدال ضروری ہے اور اس امت کو چونکہ معتدل بنایا گیا ہے، اس لیے اس کو اعمال بھی ایسے ہی دیے گیے ہیں جن کی بنیاد اعتدال پر ہے، اور توازن پر ہے، اور اصل چیز جو انسان کو بنا کر رکھتی ہے اور اس کو ترقی کے راستہ پر لگاتی ہے وہ اس کا توازن ہے اور اس کے اندر اعتدال کا ہونا ہے اگر اعتدال پایا جائے اور توازن پایا جائے تو ہر چیز مفید ہوتی ہے، اور اعتدال اور توازن نہ ہو تو کوئی چیز مفید نہیں ہوتی۔

روزہ کے فوائد

ایسے ہی روزے کا معاملہ ہے روزہ جو ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے مقابلہ کے لیے بھی ایک بہت بڑا ذریعہ بنایا ہے کہ اگر آپ دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیں اس سے آگے بڑھنا چاہیں تو روزہ کو اس کا بہت بڑا ذریعہ بنایا گیا ہے، اسی لیے عربی میں جو صوم کا لفظ ہے وہ خاص طور سے گھوڑوں کے لیے استعمال ہوتا تھا یعنی گھوڑے جن کا چارہ کم کر دیا جاتا تھا، ایک گھوڑے کو دوڑ کے استعمال کے لیے لاتے تھے تو ان کی بھی یہ ترتیب تھی کہ چند گھوڑوں کو بند کر کے رکھتے تھے اور ان کی غذا کم کرتے تھے، کم کرتے کرتے بہت کم کر دیتے تھے، تو وہ گھوڑے دبلے ہو جاتے تھے پھر آہستہ آہستہ ان کی غذا بڑھائی جاتی تھی تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ میدان میں دوڑنے کے لائق ہو جاتے تھے ان گھوڑوں کو الفرس الصائمة کہتے ہیں، یعنی روزے دار گھوڑے، روزے دار گھوڑے جو ہوتے تھے وہ غیر روزے دار گھوڑوں سے آگے بڑھ جاتے تھے، تو ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے کو آپ کو اور ہم کو یہاں پر روزے رکھنے کا حکم دیا ہے وہ اسی لیے کہ ہم اپنے اوپر کچھ دن کنٹرول کریں، یعنی کھانا چھوڑ دیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کھانے والوں سے آگے بڑھ جائیں گے جو ہر وقت کھا رہے ہیں اور ہر وقت راحت و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں، ان سے اگر ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو ہم کو روزہ رکھنا ہوگا، روزہ رکھنے سے ہم دوڑنے والے بن جائیں گے، یعنی اچھے اعمال کرنے کی ہمارے اندر صلاحیت پیدا ہو جائے گی، اور ہم اچھے اعمال کرنے کے لیے آمادگی پانے لگیں گے، اور اچھے اعمال میں آگے بڑھ کر حصہ لینے والے بن جائیں گے، اور اگر ہم نے روزہ نہ رکھا تو ہمارے اندر سستی، کاہلی، اور اچھے اعمال سے بے رغبتی اور لوگوں کے سامنے جو اچھے اعمال کر رہے ہیں مقابلہ میں آنے سے گھبراہٹ پیدا ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے یہ روزے اس لیے عطا فرمائے کہ ہم ان روزوں کی پابندی کر کے بڑے روزے کے پابند ہونے والے بن جائیں۔

چھوٹا روزہ، بڑا روزہ

ہمارے حضرت مولاناؒ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ ایک ہے چھوٹا روزہ اور ایک ہے بڑا روزہ، یہ ہے چھوٹا روزہ، اور ایک اس سے بڑا روزہ ہے جو بالغ ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور انتقال تک رہتا ہے یہ روزہ تو صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے، اتنے وقت میں آپ کو بہت سے کام کرنے ہیں، بس اتنی سی بات ہے کہ کچھ کام نہیں کرنے ہیں کھانا نہیں ہے، پینا نہیں ہے، اور جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے وہ کام نہیں کرنا ہے، تو یہ کام نہیں کرنا ہے باقی اور کام آپ کر سکتے ہیں، آپ دوکان جا سکتے ہیں، آپ ملازمت کر سکتے ہیں، آپ اس کے علاوہ جتنے بھی کام ہیں سب کر سکتے ہیں، لیکن نہ کھانا ہے نہ پینا ہے، اور جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان میں سے کوئی کام نہیں کرنا ہے، لیکن جو بڑا روزہ ہے تو اس کی چھوٹے روزے سے مشق کرائی جاتی ہے کہ جائز اور حلال چھڑوا دیا گیا، یعنی کھانا جائز پینا جائز، لیکن اتنے گھنٹوں کے لیے چھوڑ دیا، اللہ کے لیے چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے آپ کے لیے اور ہمارے لیے آسان کر دے گا، کہ بالغ ہونے کے بعد جو کرنا ہے وہ کرنے والے بن جائیں گے تو جو حلال چھوڑ سکتا ہے تو اس کے لیے حرام کا چھوڑنا آسان ہو جائے گا، تو یہ روزہ تو مختصر ہے ختم ہو جائے گا، لیکن بڑا روزہ بالغ ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے، اور حضرت مولاناؒ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا سے آدمی جب رخصت ہوگا اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام جب وہاں جام کوثر اپنے ہاتھ سے پلائیں گے تب افطار ہوگا اسی لیے دیکھیے جو روزہ دار ہیں اس کو کتنی خوشی ہوتی ہے جب وہ روزہ کھولتا ہے ایسے ہی اس کو خوشی وہاں ہوگی، جب اس کو جام کوثر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے ذریعہ سے ملے گا، اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام خود اس کو عطا فرمائیں گے تو یوں کہہ لیجئے باطن کو درست کرنے کے لیے اور نیت کو درست کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ روزہ عطا فرمایا ہے، جس قدر ہم اس کا اہتمام کریں گے کہ اپنی نیتوں کو درست کر لیں۔

روزہ کی صحت نیت پر موقوف ہے

اسی سے معلوم ہوگیا کہ روزہ خاص طور سے نیت ہی سے تعلق رکھتا ہے، کیونکہ آدمی کھا رہا ہے نہیں کھا رہا ہے یہ تو انسان ہی جان سکتا ہے، چپکے سے جائے اور دریا سے پانی پی لے، کلی کر رہا ہے اور پانی پی لیا، تو کون دیکھنے والا ہے؟ تو جو روزہ رکھتا ہے وہ اللہ ہی کے لیے رکھتا ہے تو اس لیے روزہ کا تعلق براہ راست نیت سے ہے، براہ راست باطن سے ہے، جب آدمی روزہ رکھے گا تو اس کا باطن ٹھیک ہوجائے گا سوائے اس کے کہ کوئی اتنا ہی خدانخواستہ برا ہو کہ وہ روزہ میں بھی اپنی نیت خراب کرلے، تو اگر نیت خراب کرلے تو نیت خراب کرنے کا کوئی علاج ہی نہیں ہے، حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ آج کل جو معاملہ ہے وہ بدنیتی کا کم بے نیتی کا زیادہ ہے، کہ لوگ نیت ہی نہیں کرتے ہیں، اچھے سے اچھا کام کرلیتے ہیں لیکن نیت نہیں کرتے تو روزہ جو ہے وہ استحضار نیت کی بھی مشق کراتا ہے کہ نیت کو ٹھیک کرو، باطن درست کرتا ہے، تو جو آدمی اپنے باطن کی فکر کرے گا تو نیت کا استحضار بھی کرے گا اب اگر ہم یہ طے کرلیں کہ روزہ کو روزہ کی طرح رکھنا ہے تو اس کے فوائد محسوس ہوں گے۔

رکنا کن چیزوں سے ہو؟

اس میں بات یہی ہے کہ روزہ جو ہے وہ رکنے کا نام ہی ہے، روزہ "الامساك" عربی میں روزہ کہتے ہیں رک جانا، تو اب کن کن باتوں سے رک جانا، بہت سی باتیں واجب ہیں بہت سی فرض ہیں بہت سی مستحب ہیں، بہت سی سنت ہیں، مگر رکنا سب سے ہے، اور اللہ میاں کے یہاں واجب، فرض، مستحب یہ سب کچھ نہیں، یہ سب فارملٹی کی چیزیں ہیں، اللہ میاں کے نزدیک تو سب برابر ہیں، ہمارے اور آپ کے لیے اللہ نے کہا یہ فرض ہے، یہ سنت ہے، یہ مستحب ہے، یہ واجب ہے، لیکن اللہ میاں کے یہاں سب اپنی جگہ پر ضروری ہیں، اس لیے اگر کوئی نیت کی تصحیح کے ساتھ چھوٹا بھی کام

کرے گا، تو اس کا کام بہت بڑا ہوجائے گا، تو روزہ میں بھی بہت سی چیزیں چھوڑنا ہیں، ان سے رک جانا، کھانا نہیں کھانا ہے، پانی نہیں پینا ہے، اور غلط کام نہیں کرنے ہیں ، جن سے روزہ ٹوٹ ہی جاتا ہے، لیکن اور بہت سے ایسے کام ہیں جن سے روزہ مفتی فتویٰ نہ دے کہ روزہ ٹوٹ گیا لیکن اگر متقی بننا چاہتے ہیں تو اندر سے فتویٰ آئے گا کہ روزہ ٹوٹ گیا، متقی جو اندر بیٹھا ہوا ہے استفت قلبك، یعنی اپنے دل سے پوچھو وہ بتائے گا صحیح اندر سے جب پوچھا جائے تو اندر سے آواز آئے گی آپ کا روزہ بے کار ہے ، ایسے میں کہا گیا کہ اگر آپ غیبت کرتے ہیں یعنی غیبت میں مبتلا ہیں دوسروں کی برائی کرنے میں مبتلا ہیں یا بلاوجہ فضول گوئی میں مبتلا ہیں، بلاوجہ کی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، باتیں ہی کرتے چلے جارہے ہیں، تو ایسے میں ہمارا اور آپ کا روزہ نہیں ہوتا تو آج روزہ کا جو فائدہ نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ ہم روزہ رکھتے تو ہیں لیکن ایسے کام کر جاتے ہیں کہ جس سے روزہ کا فائدہ ختم ہوجاتا ہے، روزہ کا جو نفع ہونے والا ہے وہ مٹ جاتا ہے تو ایسے میں ہم سب کو یہ طے کرنا چاہیے کہ ہم کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا ہے جس سے روزہ مٹ جائے، روزہ ختم ہوجائے، اور اس کے فوائد ہم کو حاصل نہ ہوں۔

روزہ کا پہلا فائدہ

مثلاً دودھ کس لیے پیتے ہیں آپ؟ یہ دودھ جو ہے منگاتے ہیں اور پیتے ہیں آپ اور یہ بھی اہتمام کرتے ہیں کہ ملاوٹ نہ ہو، تو آپ دودھ پینے کے بعد اور ہم دودھ پینے کے بعد کیا چاہتے ہیں کہ ہمارا یہ پینا ہمارے دماغ کے لیے فائدہ مند ہے ، دل کے لیے فائدہ مند ہے، صحت کے لیے اچھا ہے، صحت بخش ہے، اس لیے پیتے ہیں نا، اگر دودھ کا فائدہ نہیں ہورہا ہے تو دودھ پیا جائے گا؟ نہیں پیا جائے گا، اگر ڈاکٹر یہ کہہ دے کہ دودھ نہ پیجئے تو نہیں پئیں گے، یعنی دودھ سے نقصان ہونے لگے تو نہیں پئے گا، تو آدمی فائدہ کے لیے ہی پیتا ہے، ایسے ہی معاملہ روزہ کا بھی ہے اگر روزہ سے فائدہ نہیں ہورہا ہے ہر آدمی چیک کرلے کہ ہمارا باطن ٹھیک ہورہا ہے کہ نہیں، ہمارا دل

ٹھیک ہورہا ہے کہ نہیں ہورہا ہے، اور تقویٰ کے معیار کو بہت آسانی سے چیک کرسکتا ہے، چیک اپ کی مشین آپ کے پاس رکھی ہوئی ہے، آپ دیکھ لیجئے کہ روزہ رکھنے کے بعد آپ کا عقیدہ ٹھیک ہوا کہ نہیں، اسی تقویٰ کا پہلا درجہ ہے، کہ آپ شرک سے کفر سے بدعت سے برائیوں سے اور جو شرک کی ہیں کفر کی ہیں، بدعات کی ہیں ان سے بچنے والے ہوگئے، یہ روزہ کا پہلا فائدہ ہے۔

دوسرا فائدہ

اگر اس کے آگے بڑھ گئے یعنی گناہوں سے بچنے والے بن گئے، تو یہ دوسرا فائدہ ہے، اور اس سے بڑھ کر فائدہ یہ ہے کہ آج ہماری نظر کہیں اٹھتی ہی نہیں، کسی اور کو دیکھتی ہی نہیں، بس اللہ ہی اللہ ہے، یعنی اللہ کی رضا مد نظر ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت سید احمد شہیدؒ نے اسی مسجد میں فرمایا تھا کہ شروع سے لیکر اب تک کوئی کام بغیر نیت کے نہیں کیا، تو ان کا روزہ صحیح ہوگیا تھا، ان کی نیت ہمیشہ درست رہی، جب ہنستے تھے تو نیت کرکے ہنستے تھے، جب بولتے تھے تو نیت کرکے بولتے تھے، تو روزہ ہی سکھاتا ہے، کہ ہم اچھے کام کرنے والے بن جائیں، اسی کا نام تقویٰ ہے۔

رمضان باعث رحمت ہے

روزہ جو ہے یا یوں کہہ لیجئے رمضان جو ہے یہ بنایا ہی گیا ہے رحمت کے لیے یعنی اس کی وضع جو ہے یہ رحمت ہے، یعنی رمضان آتے ہی رحمتیں اوپر سے نازل ہونا شروع ہوجاتی ہیں، لیکن جیسے بارش ہوتی ہے تو بعض زمینیں ایسی ہوتی ہیں جو پانی اس پر رکتا ہی نہیں، بعض جذب کرلیتی ہیں، لیکن بارش تو ہوتی ہے، تو اب اگر ہم ہی خراب ہیں، تو رحمت سے فائدہ ہی نہیں ہوگا، تو اللہ تعالیٰ نے اسی لیے کہا پہلا عشرہ جو ہے وہ رحمت کا ہے، اب اگر اوپر سے رحمت کی بارش ہورہی ہے اور ہم اور آپ کو فائدہ نہیں ہورہا ہے، یعنی اوپر سے یہ فرش کسی نے بنادیا ہے تو فرش توڑ دیجئے آپ، تاکہ کچی

زمین آجائے، رحمت اس میں اندر داخل ہوجائے، یعنی گناہوں کا فرش بنادیا ہے، اور گندگی اور ناپاکی کا فرش بنادیا ہے، تو اس سے رحمت کا کوئی اثر نہیں ہو پارہا ہے، تو اگر دس دن تک ہم نے اس کو کچھ کھودا، تو کم از کم کچھ اوبڑ کھابڑ ہوگیا، اور اس میں پانی کچھ جانے لگا، تو اسی کا نام ہے مغفرت، دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے، تو مغفرت گویا کہ حاصل ہونے لگی، اب اگر دس دن اور محنت کر ڈالی ہم نے اور کھود کھاد کے سب نکال دیئے تو عتق من النار، آخر میں آپ کا ہو ہی جائے گا کام، بڑی محنت کی دس دن، تو اللہ میاں نے آخر میں جب عید کی رات آئے گی لیلۃ الجائزۃ، تو اس میں کہا ان کو بھی دے دو بھائی، ان کا بھی کام بن ہی جائے، تو ایسے کام بن جائے گا۔

کامیاب لوگ کون ہیں؟

لیکن جن لوگوں نے پہلے ہی سے کھیتیاں تیار کر رکھی ہیں، کہ بارش آنے والی ہے جو مینڈھیں باندھنا ہوں باندھ لو، اور جو بوڑنا ہو بوڑ لو، اور جہاں ہل چلانا ہو چلا لو، اور اس کے بعد جیسے ہی بارش ہوئی، تو ان کے کھیت لہلہانے لگے، اسی وقت سے ان کا کام بن گیا، اور جو بیٹھے سوچتے رہے کرلیں گے، کرلیں گے، اور انسان کو یہی شیطان بہکاوا دیتا ہے، ارے ابھی وقت پڑا ہوا ہے کرلینا، تو اہتمام آدمی نہیں کرتا، اسی لیے آپ دیکھئے کہ رمضان کا اہتمام پہلے سے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کیا کرتے تھے، کسی مہینہ میں آپ سے اتنے روزے ثابت نہیں، جتنے شعبان میں ثابت ہیں، یہ اصل میں وہی تیاری ہے کہ رحمت کی برکھا ہونے والی ہے، اب اگر ہم بننا چاہتے ہیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو ہم لوگ تیار ہوجائیں۔

ضیاع وقت نہ کریں

جو رمضان کا مہینہ ہے، اس میں طے کرلیں کہ آپس میں باتیں نہیں کرنی ہیں، سب سے زیادہ وقت ضائع ہوتا ہے باتیں کرنے سے، مجلس بازی سے، آپ اور

ہم سب خاموش رہیں زیادہ تر ضروری بات جو کرنی ہے وہ تو کرنی ہی ہے، اللہ نے زبان دی ہے، اس کا استعمال کرنا ہے، لیکن بلاوجہ بات بالکل نہ کریں ذکر کریں تو ذکر کریں، لیکن اگر دونوں بھی نہیں کر پا رہے ہیں، تو لیٹ جائیں، اور لیٹنے کے بعد آنکھ بند کر کے دو کام کریں، ایک تو یہ کام کریں کہ دھیان سے رب اغفر لی ،رب اغفر لـــــی، اے اللہ مجھے معاف کر دے، اے اللہ مجھے معاف کر دے، زبان سے یہ نہ کہیے، تھک چکے ہیں، دل سے کہیے، دماغ سے کہیے، سوچتے رہیے لیٹ کے، اس میں مزا آنے لگے گا، آپ مشق کر کے دیکھیے، بڑا لطف آئے گا اس میں، اور اس کے بعد اگر آپ کو اللہ ہمت دے تو پوری امت کے لیے دعا کیجئے، آپ ساری امت کے لیے دعا کیجئے، "اللھم زد ھذہ الأمة ،ولا تنقصھا، أکرمھا ولا تھنھا ،أعطھا ولا تحرمھا ،آسرھا ولا تعسر علیھا" ،یا جو دعا جس کو یاد ہو وہ دعا کرے، اور جب یہ دعا کریں گے اس کا نام بھی دعائے مراقبہ رکھا ہے، اگر کوئی یہ کام کر لے، تو بڑی آسانی سے وہ یہ کر سکتا ہے، لیکن آدمی لیٹتا ہے، تو ادھر ادھر دماغ چلنے لگتا ہے، دماغ کا علاج بھی یہی ہے، اور دل کے برے جذبات کا علاج بھی یہی ہے، کہ آدمی ادھر ادھر کی باتیں نہ سوچے، اور ادھر ادھر نہ بھٹکے، اور جب بیٹھے تو بس یہ سوچنے لگے، اور اس پر دھیان لگائے، تو انشاء اللہ اس کا فائدہ ہوگا۔

مشق ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو یہ رمضان دیا ہے یہ رمضان اسی لیے دیا ہے، کہ ہمارا باطن ٹھیک ہو جائے بطن بھی ٹھیک ہو جاتا ہے، لیکن دونوں کام اعتدال سے کیے جائیں، اس لیے ہم تقویٰ والی زندگی گذاریں گے یہ کہ اپنے آپ کو تیار کرنے والے ہو جائیں، یعنی جو جس گناہ میں مبتلا ہے وہ سوچ کر اس کو دور کرنے کی کوشش کرے، اور مشق کرے، کہ یہ کام اب نہیں کرنا ہے، اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، تو اللہ تعالیٰ ایک ایک چیز اس کی برائی کی دور کرتا چلا جائے گا، یہاں تک کہ چند مہینوں میں نہ صحیح چند سالوں

میں وہ ایسا ہوجائے گا کہ اس کے پاس اچھائیاں زیادہ ہوں گی، برائیاں کم ہوں گی لیکن کوئی مشق ہی نہ کرے، کہ مجھ سے تو ہوتا ہی نہیں، بہت سے لوگ پہلے سے طے کر لیتے ہیں، کہ کچھ تو نہیں ہوگا یہ تو کوئی مردانہ بات نہیں ہے، یوں تو آپ لوگ اور ہم لوگ سب اپنے کو مرد کہتے ہیں، لیکن جب یہ بات کہی جاتی ہے کہ یہ کام کر لیجئے تو کہتے ہیں مجھ سے نہیں ہوتا، ارے کوئی مرد ایسے بھی کہہ سکتا ہے، کہ مجھ سے نہیں ہوتا، انسان تو اسی کا نام ہے جو یہ کہے کہ مجھ سے کیا نہیں ہوسکتا، میں ہر کام کرسکتا ہوں۔

اسی لیے ہمت جو ہے یہ بھی ایمان کا جز ہے، حضرت علیؓ کا قول ہے، "ان علو الھمۃ من الایمان" بلند ہمتی ایمان میں سے ہے اور یہ بڑھاپے تک چلتی ہے، اور ہمارے نوجوان جو ہیں یہ زیادہ تر اعمال کی غلطیوں میں مبتلا ہیں، اور جو بڑے مبتلا ہیں تو اعمال کی غلطیاں کبھی دور کرنے کی کوشش کریں، جو صحت و طاقت کی وجہ سے ہوتی رہتی ہیں، اور جو بوڑھے ہوجاتے ہیں، ان کو بیچاروں کو ظاہر ہے ان کی صلاحیتیں مردہ ہوجاتی ہیں، ان کا دماغ چلتا رہتا ہے، اور مال اور زندگی کی ہوس بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ زیادہ عمر تک جئیں اور پیسہ زیادہ سے زیادہ آجائے یہ بھی بری بات ہے، اسی لیے اس کو حرص کہا گیا ہے، اگر اپنے لیے دعا کرے تو بس یہ کہ اللہ معاف کردے، ان سے بڑھا بھی زیادہ نہیں جائے گا، یعنی ہمارے جو بوڑھے ہیں بیچارے پڑھ بھی نہیں سکتے، تو بس لیٹے رہیں اور لیٹے لیٹے یہ دعا کرتے رہیں اور دعا بھی اتنی آسانی سے آنکھ بند کرکے سوچتے رہیں، کہ یا اللہ معاف کردے، تو ان کا کام بھی بن جائے گا، تو پھر میرے بھائیو اور دوستو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس رمضان کی قدر کریں اور اللہ نے جو نعمت دی ہے اس نعمت کا شکر ادا کریں، اور جب نعمت کا شکر ادا کریں گے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمتوں سے نوازے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور روزوں کے فوائد سے ہم سب کو ہم کنار کرے۔ (آمین)

سورۂ کہف گوناگوں صفات کی حامل سورت

میرے بزرگو دوستو اور دینی بھائیو!

اللہ کے رسول ﷺ نے امت کو اس بات کی تلقین فرمائی کہ سورۂ کہف کی تلاوت ضرور جمعہ کے دن کرلیا کرو، مختلف انداز سے روایتیں آتی ہیں، سورۂ کہف کے سلسلہ میں، تو دجال کے فتنہ سے بچنے کے لیے آپ نے اس کی تلقین فرمائی، تو آپ لوگ ایک تو معنی نہیں سمجھتے ہیں، بغیر معنی کے سمجھے ہوئے تلاوت ہی کریں اللہ کے فضل خاص سے وہ فتنوں سے بچے رہیں گے دجال کے فتنوں سے، اور جس کو اللہ تعالیٰ نے سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے تو سورۂ کہف میں بہت سی چیزیں بیان کی گئی ہیں، بہت سے کردار بیان کئے گئے ہیں، یہ ایسے ہی نہیں ہے سورۂ کہف، اس لیے جو لوگ اردو جانتے ہیں ان کو بھی چاہیے اس کا مطالعہ کریں، ہمارے حضرت مولانا بڑا اہتمام فرماتے تھے پوری زندگی جمعہ کے روز سورۂ کہف کی تلاوت فرماتے تھے آخری دن بھی قرآن مجید مانگا تھا سورۂ کہف پڑھنے کے لیے لانے میں دیر ہوئی تو سورۂ یس شروع کردی، یا ان کو احساس ہوگیا تو سورۂ یس شروع کردی، اور انتقال ہوگیا، تو حضرت مولانا کا یہی معمول ہمیشہ رہا اور اپنے گھر کے بچوں کو بھی بتاتے تھے کہ سورۂ کہف پڑھنی چاہیے، اور سورۂ کہف پر مولانا کی ایک کتاب بھی ہے اس کو پڑھ لینا چاہیے ''معرکۂ ایمان و مادیت'' تو معلوم ہوجائے گا کہ سورۂ کہف میں اہل ایمان کی کن باتوں کی تلقین کی ہے اور کس طرح فتنوں سے بچنے کا راستہ بتایا ہے۔

قصہ چندنوجوانوں کا

اس میں بہت سے کردار ہیں، نمبرا:- جب سے شروع ہوتا ہے یعنی کرادر جو شروع ہوتے ہیں سورۂ کہف میں اس میں سب سے پہلے جو ہے اور سب سے اہم وہ چندنوجوانوں کا قصہ ہے، ﴿إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ﴾ (الکھف:۱۳) جس کو قرآن مجید میں کہا گیا ہے چندنوجوان تھے جو اللہ پر ایمان لائے، اس وقت حکومت شرک والوں کی تھی، ظلم والوں کی بھی کفر والوں کی تھی، اور صحیح راستوں پر چلنے والوں کو ستانے والوں کی تھی، تو ایسے میں ان نوجوانوں کا ایمان قبول کرنا، اور وہ نوجوان بڑے بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے تو تہلکہ مچ گیا اور پوری فضا مسموم ہوگئی ان نوجوانوں نے کہا کہ ایمان نہیں چھوڑ سکتے، کیونکہ مخلص تھے وہاں سے بھاگے اللہ ان کو ایک غار میں پناہ دی، اور وہاں سلا دیا، تو سینکڑوں سال سوتے رہے۔

خالص چیز مقبول ہوتی ہے

پہلا قصہ تو یہ ہے کہ اگر اللہ پر ایمان لے آئے کوئی بندہ، تو اللہ کی مدد آتی ہے، غیب سے، مگر سچا ہونا چاہیے جب سچا آدمی ہوتا ہے تو مدد آتی ہے خالص جو چیز ہوتی ہے اللہ اس کو قبول کر لیتا ہے، ملاوٹ والی چیز قبول نہیں کرتا، ﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر:۳) اللہ کے لیے دین جو ہے بغیر ملاوٹ والا ہے ہم لوگ بھی ملاوٹ والی چیز پسند نہیں کرتے، تو اللہ میاں کیوں پسند کرے گا؟ یہ ہم لوگوں کی گویا کہ غلط ذہنیت ہے، کہ ہم تیل اور گھی میں تو بغیر ملاوٹ کا پسند کریں گے، اور اللہ کے یہاں ہر چیز ملاوٹ والی کتنی خطرناک بات ہے؟ اور اب تو آپ لوگ بھی دودھ کو چیک کرا لیتے ہیں، ایسی چیزیں آگئی ہیں، تیل ہو جائے گا، تیل کو چیک کر سکتے ہیں، ایسی ایسی چیزیں آگئی ہیں، مشینیں آگئی ہیں، آپ مشین میں ڈالئے، معلوم ہو جائے گا کتنی کیا چیز ملائی گئی ہے، تو اللہ میاں کی مشینیں تو پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں، اگر ہم نے نیت کی اور ہماری نیت میں کھوٹ ہے تو ظاہر ہے کہ اللہ میاں وہیں سے واپس کر دیں گے، پھر قبول

نہیں کیا جاتا ہے، یہاں بھی دیکھ لیجیے وہاں جاتے ہیں اسٹیشن پر تو اس میں بعض دفعہ اپنے کو تولنا ہوتا ہے، کہ آپ پانچ روپئے یا دو روپئے ڈالئے تو اگر روپیہ صحیح ہے کم وزیادہ نہیں ہے تو آپ کو تول دے گی وہ مشین، اور صحیح آجائے گا، کہ اتنے کلو کے ہیں آپ، لیکن اگر کھوٹا سکہ ہے تو مشین واپس پھینک دے گی، جب یہ مشین قبول نہیں کر رہی ہے تو وہاں کہاں قبول ہو جائے گا؟ تو اس میں اصلا سبق یہی دیا گیا ہے کہ پہلے ایمان ہو پکا یقین ہو، تو اللہ تعالیٰ سے غیب کی مدد کی امید رکھی جاسکتی ہے، یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا، اس میں باتیں تو بہت ہیں البتہ میں صرف روشنی ڈال رہا ہوں۔

قصہ دو باغ والوں کا

اس کے بعد قصہ ہے دو باغ والوں کا، دو باغ والوں کا بڑا اہم قصہ ہے، یوں کہہ لیں کہ ایک دنیا دار اور ایک دیندار کا قصہ ہے، دنیا دار بڑے پیسے والا، بڑے اس کے عمدہ عمدہ باغات اس زمانہ کے اعتبار سے اور آج کل کے یہاں کے جو باغات کھجور کے، پپیتے کے، جو اس علاقے کے ہیں، ایسے ہی ان کے باغات تھے جو دنیا دار تھا وہ اپنے باغ میں بڑے ٹھاٹھ سے آتا تھا کہ پیسے سے جو چاہیں ہم کریں بالکل وہی نفسیات تھی جو آج کل کی ہے تو جس طرح پیسے والوں کے پاس پیسہ آجاتا ہے اترا جاتے ہیں ان کا دماغ چل جاتا ہے، اسی لیے حضرت تھانوی نے لکھا ہے کہ پیسے والوں کے پاس عقل نہیں ہے اس زمانہ کے اعتبار سے لکھا ہے، جن کے پاس ایک ہزار روپیہ ہے، ان کے پاس ایک بوتل ہے، شراب کی، یعنی ایک بوتل پی کے دماغ جتنا بہکتا ہے اتنا ہی ایک ہزار روپیہ والا بھی بہکا رہتا ہے، اب اس کے بعد ایک لاکھ کہہ لیجئے بلکہ اور زیادہ دس لاکھ جس کے پاس دس لاکھ روپیہ ہوں اسے ایک بوتل کا نشہ، اور اس کے بعد بیس لاکھ ہے، دو بوتل کا نشہ، تیس لاکھ ہے تو تین بوتل کا نشہ، ایسے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا، تو عقل ہی نہیں ہے، تو پیسے والوں کے پاس عقل تو نہیں ہے، ہر وقت پیسہ نظر آتا ہے، اور پیسے کے اندر بھی باغ نظر آتے ہیں، پیسے کے اندر لذتیں نظر آتی ہیں، پیسے کے اندر راحتیں نظر آتی ہیں، پیسہ جب

آنکھ سے لگ جاتا ہے تو ہر چیز نظر آنے لگتی ہے، تو ظاہر ہے کہ اس کے سوچنے کا ڈھنگ بدل جاتا ہے، تو ہر چیز نظر آنے لگتی ہے، جہاں جاتا ہے اسی انداز سے جاتا ہے، تو کیا ہوگا اس کا انجام؟ یہ پیسہ جو ہے اس کو یوں سمجھ لیجئے یہ بہت اعلیٰ درجہ کا پلاؤ ہے، اعلیٰ درجہ کی بریانی ہے، یہ اپنی جگہ پر ہے، آپ کھائیں گے، بھوک سے کھایئے تو بریانی ہضم ہوجائے گی، بڑی خوشبو آرہی تھی جب آپ کھا رہے تھے لیکن پیٹ بھر جانے کے بعد آپ اور کھا لیجئے تو بدبو آنے لگے گی، قے ہوجائے گی، اسی طرح پیسہ بھی ہے اگر صحیح لیا، صحیح رکھا، صحیح دیا، تو ہاضمہ صحیح رہے گا، ورنہ وہی نشہ کی کیفیت ہوجائے گی، اور نشہ والا قے بھی کرتا ہے، تو ایسے آدمی کے پاس سے لوگ بھاگیں گے تو وہی اس کی حالت تھی، اور ایک دیندار تھا سمجھدار تھا جو دیندار سمجھدار نہ ہو اس کا دل چھوٹا ہوتا ہے، یہ ایک نشانی بتا رہا ہوں آپ کو، جو دیندار سمجھدار نہ ہو اس کا دل چھوٹا ہوتا ہے، ورنہ دیندار اور سمجھدار دونوں لازم ملزوم ہیں، کیونکہ جب صحیح دین آجاتا ہے، تو عقل بڑھ جاتی ہے، اور پیسہ آتا ہے تو عقل گھٹ جاتی ہے، یہی علامت ہے کہ پیسے والا نا سمجھ، دین والا سمجھدار۔

ہماری دین داری کا حال

لیکن ہم لوگوں کی دینداری کا حال تو یہ ہے کہ ہم نے دین کو اتنا گھٹیا سمجھ لیا کہ اگر کسی نے دو رکعت نماز پڑھ لی تو کہتے کہ بڑے دیندار ہیں، اور اگر کسی کے پاس دو سو روپے ہوں تو آپ مالدار کہیں گے؟ کوئی مالدار نہیں کہے گا، لاکھوں روپے ہوں تو کہیں گے مالدار، اور دین میں فوراً دین دار؟ واہ واہ، آپ نے خوب دین کی قدر کی، دین میں بھی اسی طرح جو بہت دین والا ہو وہ ہے دیندار جو تھوڑا سا نماز پڑھ لی تسبیح پڑھ لی اور دیکھنے میں دیندار معلوم ہونے لگا بڑے دیندار ہیں، یہ بڑا بھی لگا دیا گیا، حالانکہ غلط کام بھی کر رہے ہیں، گالی بھی بک رہے ہیں، بہتان بھی لگا رہے ہیں، جھوٹ بھی بول رہے ہیں، لیکن آپ کہتے ہیں بڑے دیندار ہیں، واہ واہ، کیا دینداری آپ نے پائی ہے؟ ہم لوگ کی تو یہ دینداری ہی ہے نہ دنیاداری، بالکل بے کار ہوگیا معاملہ۔

یہ ایک دجالی فتنہ ہے

بہرحال وہ تھا دیندار سمجھدار، اور وہ تھا دنیا دار نا سمجھ، تو اکڑتا ہوا داخل ہوا اپنے باغ میں، تو اس نے کہا اللہ کے بندے یہ اللہ کا دیا ہوا ہے جب تم کو داخل ہونا چاہیے اپنے باغ میں تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ لیا کرو، اور اللہ چاہے تو ابھی جھاڑو پھر جائے گی باغ میں، اور سارا جو تم کو نظارہ نظر آرہا ہے، سب ختم ہو جائے گا، ایک آندھی آئی ایک طوفان آیا، اور سارا باغ جھاڑ جھنکاڑ میں تبدیل ہو جائے گا، اور آج کل تو بہت مشکل نہیں ہے سمجھنا کہ بینک میں پیسہ جمع کرنے سے محفوظ ہو گیا، اب تو بینک بھی بند ہو رہے ہیں، دیوالیہ ہو رہے ہیں، معلوم ہونا چاہیے اور بینک کے کھاتے ختم ہو رہے ہیں، معلوم ہونا چاہیے، کہاں جاؤ گے بھائی اللہ میاں سے بچ کے؟ ہمارے یہاں ایک صاحب تھے باغ والے ان کے باغ میں کوئی نہ کوئی کیڑا لگ جاتا تھا، تو ایک بار اچھی آمدنی ہوئی تو انہوں نے جا کر بینک میں جمع کر دیا، اور اتنے ملحد ہو گئے تھے کہا اب ختم کرو اللہ میاں، ہم نے تو بینک میں جمع کر دیا، تو اب یہ دماغ بھی جب چل جاتا ہے تو اوپر والے پر بھی کوشش کرتے ہیں، اور یہ دجال کا سب سے بڑا فتنہ ہے، اس لیے کہ یاجوج ماجوج کا بھی ذکر ہے اس میں وہ بھی ہے، تو یاجوج ماجوج کے بارے میں حدیث میں آتا ہے وہ سب کو تباہ کر دیں گے آخر میں کہیں گے سب کو تباہ کر دیا اوپر والے تو رہ گئے، اس کو بھی ختم کر دیتے ہیں، اور تیر نکال کر اوپر چلائیں گے، اور اللہ میاں تیر کو لال کر دے گا، جب تیر واپس آئے گا کہیں گے خون آ گیا، اوپر والے کو بھی مار دیا یہاں پر تیر چلایا، تو پاگل ایسے بھی ہوتے ہیں، جو بات کو زبان سے کہہ دیتے ہیں اور اندر سے سمجھتے ہیں، کہ اندر سے میرا کیا بگڑے گا؟ تو یہ جو کہے وہ یاجوجی ماجوجی فتنہ میں مبتلا ہو گیا، یہ قول کسی عقل مند کا نہیں ہے، اور یا یہ کہے ﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِندِي﴾ (القصص:۷۸) کوئی یہ کہے پیسہ میں نے اپنے بل بوتے پر کمایا ہے میرا ہنر، میرا دماغ، میں بہت سمجھدار آدمی ہوں اس لیے پیسہ ملا ہے تو یہ قارونی عقل ہے، تو باغ والے سے اس نے یہ بات کہی اور اس نے کہا کہ میاں سب ختم

ہوجائے گا، میں دیکھنے میں ایسا ہی ہوں اللہ مجھے چاہے تو سب کچھ دے سکتا ہے پھر وہی ہوگیا، اور رخ پلٹ گیا، اور ایسے پلٹنے میں دیر نہیں لگتی، اگر آپ پچاس سال سو سال پیچھے کے خاندانوں کو دیکھیں تو آپ کو یہ حقیقت سمجھ میں آجائے گی، ہر جگہ ہے یہ، ہمارے یہاں بھی بڑے بڑے نواب تھے، آج پھٹے نواب ہیں، کیا حالت ہوگئی، ان کی کہاں جارہے ہیں، اسی لیے یہاں پر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ بھی سنایا ہے۔

قصہ حضرت موسیٰ وخضر کا

اس کے بعد پھر حضرت موسیٰ کا اور خضر کا قصہ سنایا ہے قصے تو بہت سے ہیں اس میں جو دجالی فتنے ہوسکتے ہیں، سب بیان کردیئے گئے ہیں، اور اس کے بعد حضرت موسیٰ وخضر کا سنایا ہے، اس میں بھی یہ کہ ایمان وکفر دونوں کو سمجھایا ہے، اللہ میاں نے، ایک چھوٹے سے بچہ کو ماردیا، خضر نے حضرت موسیٰ نے کہا اللہ کے بندے کیوں ماردیا، تو انہوں نے کہا کہ میں نے کہا تھا نا آپ میرے ساتھ چل نہیں پائیں گے میں اندر کی دیکھتا ہوں آپ باہر کی دیکھتے ہیں، میں تو اوپر سے ڈائریکٹ جب آرڈر آتا ہے تو کرتا ہوں اپنی طرف سے تو کرتا نہیں، تو حضرت موسیٰ نے معذرت کی وہ ایک لمبا قصہ ہے، اس میں یہ تھا کہ اگر میں اس کو نہ مارتا تو یہ کافر ہوتا اور اپنے ماں باپ کے لیے باعث ننگ وعار ہوتا، تو اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایمان کتنی بڑی دولت ہے کہ اگر بیٹے میں کفر آجائے تو بیٹے کا نہ ہونا زیادہ افضل ہے، بجز اس کے کہ کافر بیٹا ہو، لیکن آج کل ہم لوگ ایسے فتنے میں مبتلا ہیں، کہ انگلش میڈیم اور ہندی میڈیم کے نام پر اپنے بچوں کو ڈال دیتے ہیں، اور وہاں ان کا وہ لوگ عقیدہ تباہ وبرباد کردیتے ہیں، یہ بھی فتنہ ہے، یہ سورۂ کہف ان تمام باتوں کو بتاتی ہے، سورۂ کہف معمولی نہیں ہے، میں صرف اسی لیے اشارے کرتا جارہا ہوں۔

ذوالقرنین کے واقعہ سے سبق حاصل کریں

اب آخر میں ذوالقرنین کا واقعہ ہے، اس میں یاجوج ماجوج کا معاملہ ہے، کہ

ان کا فتنہ بڑا خطرناک ہوگا، تو پھر ذوالقرنین نے وہاں دیوار بنادی، تو اس طرح تمام اہل ایمان کو فتنوں سے بچنے کے لیے دیوار بنالینی چاہیے، تاکہ یاجوجی ماجوجی فتنے جو آرہے ہیں اس سے حفاظت رہے، اور جو ان کا کردار ہے کہ وہ نہ اللہ کو خاطر میں لائیں گے، صرف مطلب پرستی، خودغرضی، ہمارا پیٹ بھرے، ہماری آگ بجھے، کوئی مرے کوئی جیئے، اور کوئی چولھے بھاڑ میں جائے، یہ یاجوجی فتنہ ہے، تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان سے اپنے آپ کو الگ کرلو ایسے لوگوں کی صحبت میں نہ جاؤ، ایسے لوگوں کی سوسائٹی میں نہ جاؤ، ایسے لوگوں کی سنگت میں نہ رہو، ورنہ تمہارا ایمان چلا جائے گا ورنہ تم کو تباہ و برباد کردیں گے۔

اختیار و غیر اختیار کے فرق کو سمجھ کر چلیں

تو یہ سورۂ کہف کا پیغام ہے، بہت مختصر میں نے سورۂ کہف کا پیغام رکھا ہے، تو اس کو جمعہ کے روز پڑھنا چاہیے درود شریف بھی جتنا پڑھ سکتا ہو اتنا پڑھ لینا چاہیے، اور تجارت بھی کرنی چاہیے، اس میں بھی برکت ہوتی ہے، اللہ میاں نے ہم لوگوں کو ڈس پینلس نہیں کیا ہے، یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ دین اور دنیا دونوں ساتھ لے کر چلو ایسا نہ ہو کہ ایک پیر رہے دوسرا ٹل جائے، دونوں پیر برابر رکھیں، اور ایک اٹھایئے دوسرا رکھئے، اور ایسے ہی کرتے چلے جایئے، اطمینان کے ساتھ، اور بھی اس میں بعض باتیں بڑی دلچسپ ہیں جس کو اختیار اور غیر اختیار کہتے ہیں، ایک اختیاری ہے، اور یہ ایک غیر اختیاری ہے، اختیاری کو اختیار کیجئے، اور غیر اختیاری کو اللہ پر چھوڑیئے، اور جب الٹا آپ کریں گے پھر اوندھے منہ گریں گے، اس لیے کہ وہ اختیاری ہے اور دوسرا نہیں اٹھا پائے، وہ غیر اختیاری ہے، تو ایک اٹھایئے دونوں نہ اٹھایئے، اور یہ سوچو کہ دونوں رکھ کر چلیں یعنی دونوں کو غیر اختیاری کردیں تو اوندھے منہ گریں گے، تو اب اس کی مثال دے کر بات ختم کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ایک آدمی نیک بن جائے جس کو کہتے ہیں صالح یہ اختیاری ہے، اور دوسرا ہے مصلح، یعنی اصلاح کرے، یہ غیر اختیاری

ہے، تو اختیاری کو اختیار کیجئے، غیر اختیاری کو خدا پر چھوڑ دیئے، تو ہم لوگوں نے یہاں بھی الٹا کر دیا ہے، ہر آدمی مصلح بننا چاہتا ہے، لیکن مصلح نہیں بن پاتا تو اپنا مثلہ کر لیتا ہے، دوسروں کو بھی چوپٹ کر دیتا ہے جب خود کی اصلاح نہیں ہوئی تو دوسروں کی کیا کرے گا؟ تو پہلے اپنی اصلاح کرو، اس کا حکم ہے، اور مصلح خدا بناتا ہے، لیکن ہم نے کہا ہم مصلح بنیں گے تقریر کریں گے اس لیے جو لوگ خود سے زبردستی تقریر کرتے ہیں وہ زبردستی مصلح بنتے ہیں اس کا نتیجہ الٹا ہوتا ہے کہ فائدہ کے بجائے نقصان، اور جو لوگ بھاگتے ہیں اور ان کو خلق بلاتی ہے اور خالق حکم دیتا ہے تب معتقد ہوتے ہیں، تب فائدہ ہوتا ہے، ان کی تقریر سے، اسی لیے حضرت شاہ یعقوب صاحب مجددیؒ فرماتے تھے جب تک تقریر کا اتنا ہی تقاضہ نہ ہو جتنا کہ بیت الخلاء کا ہوتا ہے جب تک تقریر نہ کرے، اس لیے کہ جب بے چین ہو جائے گا، تو کرتا ہے اس میں بھی اپنی بڑائی بیان کرنے کے لیے نہیں، کہ لوگ واہ واہ کریں گے، اور ہم کو بہت اونچا سمجھیں گے جس نے اس لیے تقریر کی گیا کام سے وہ، اس لیے کہ اس نے غیر اختیاری عمل میں دخل دیا، تو کیا ہوگا، تو اختیار اور غیر اختیار دونوں کو اسی طرح چلانا ہے، ایک اٹھانا ایک رکھنا، معاملہ صحیح ہوگا، چلتے چلے جائیں گے، تو سورۂ کہف کا یہ پیغام ہے سب کو آج کل خاص طور سے فتنوں کا دور ہے، اس لیے سب کو سورۂ کہف کی تلاوت ضرور کرنی چاہیے، اور معنی سمجھ کر پڑھے تو کیا کہنے، نور علی نور، اس کی برکتیں تو بہت زیادہ ہیں، لیکن تلاوت بھی کر لینا انشاء اللہ اس کی رحمت سے امید ہے کہ اس سے بھی فائدہ پہنچے گا، اور وہ فائدہ غیر معمولی ہوگا، تو اس لیے آج کے دن سب لوگ اس کا اہتمام کریں، تو انشاء اللہ اس کے فوائد ہوں گے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

تعلیمات نبوی انسانیت کے لیے آئینہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد المرسلين الأولين والآخرين امام الأنبياء والمرسلين خاتم النبيين محمد بن عبد الله الأمين وعلى آله الطاهرين وصحبه الغر الميامين وعلى من تبعهم ودعا بدعوتهم الى يوم الدين، أما بعد!

اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو ایک ایسا قائد اور ایک ایسا رہنما عطا فرمایا جو نہ پہلے ہوا نہ بعد میں ہوگا، اور رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام جو ساری انسانیت کے امام اور قائد ہیں، ان کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا، ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ﴾ (الممتحنة:٦) اللہ کے رسول ﷺ کی ذات والا صفات میں اسوۂ حسنہ رکھا گیا ہے، لیکن کس کے لیے جو اللہ پر یقین رکھتا ہو، اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو، تو اس کے لئے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات میں اسوۂ حسنہ ہے کہ آپ نے آنے والی ساری انسانیت کو اپنی زندگی نمونہ کے طور پر پیش فرمائی، کہ جو بھی انسان ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اس آئینہ میں دیکھ لے، اگر آپ کے آئینہ میں وہ صحیح ہے تو صحیح ہے اور اگر غلط ہے تو غلط، غلط ہے تو اس کو صحیح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور آپ نے کوئی ایسی چیز زندگی میں تشنہ نہیں چھوڑی، کہ آدمی تلاش کرے کہ اس میں نمونہ کہاں ملے گا، ہر چیز مکمل طور پر آپ نے پیش فرمادی، اب یہ ہمارے اور آپ کی بات ہے کہ ہم اس کو تلاش کریں،

ہر چیز تلاش سے ملتی ہے، جو محنت کرتا ہے جدوجہد کرتا ہے اس کو ملتا ہے، جو محنت کرے گا اور کوشش کرے گا وہ پائے گا، جو محنت نہیں کرے گا کوشش نہیں کرے گا اس کو گھر بیٹھے نہیں ملے گا، تو اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ نے نمونہ بنادیا قیامت تک کے لئے، اب ہم کو اور آپ کو دیکھنا چاہیے کہ ہمارے اندر کمی کیا ہے، اس کو اس آئینہ کو سامنے رکھ کر درست کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور کمیاں تو ہمارے اندر بہت ہیں اور انہی کے ازالہ کے لیے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات دنیا کے اندر آتے تھے اور اسی ازالہ کے لیے وہ کئی کام بھی کرتے تھے۔

بعثت انبیاء کے بنیادی مقاصد واصول

ان میں سے پہلا کام یہ تھا دعوت الی التوحید کا، یعنی لوگوں کو عقیدۂ توحید کی طرف بلاتے تھے، بغیر اس کے نجات ہی ممکن نہیں، نمبر دو علاقہ میں قوم میں کیا کمی ہے؟ وہ بتاتے تھے یہ لازمی تھا، اسی لیے آپ انبیاء کے تذکروں کو دیکھیے قرآن مجید میں حضرت ھود کو دیکھیں، حضرت ابراہیم کو دیکھیں، حضرت شعیب کو دیکھیں، حضرت لوط کو دیکھیں حضرت موسیٰ کو دیکھیں، حضرت عیسیٰ کو دیکھیں تو آپ کو محسوس ہوگا، کہ قرآن مجید ان کے تذکرہ کے ساتھ بیماری بھی بتاتا ہے، جو ان کے قوم میں تھی، جس کا انہوں نے علاج کیا، تو نبی کا ایک کام یہ ہوتا ہے، کہ توحید بتاتے تھے، دوسرا کام یہ ہوتا ہے کہ جو بیماری ہے قوم میں اس کو بتاتے، اور تیسرا مسئلہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ اس پر وہ اجرت نہیں لیتا، یعنی ہماری اجرت جو ہے وہ اللہ کے یہاں ہے، ﴿لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾ (الأنعام: ۹۰)، اور اس کے علاوہ دو باتیں نبی اور کہتا ہے کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں بھلا چاہنے والا، اور دوسرے امانت دار، کیونکہ جب بھلا چاہیں گے تو بات صحیح بتائیں گے اور امانت دار ہوں گے، تو بات صحیح پہونچائیں گے تو یہ ساری صفات بنتی ہیں، جب نبی کا جانشین ہوتا ہے، اور اگر ان صفات میں کمی ہوگی تو اتنا ہی کم ہوگا ناقص ہوگا۔

ساری انسانیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ ہیں

غرض کہ علماء کے لیے آپ آئینہ ہیں، عوام کے لئے آپ آئینہ ہیں، اور مزدور جو طبقہ ہے اس کے لیے آپ آئینہ ہیں کارخانے کے مالک جو ہیں ان کے لیے آپ آئینہ ہیں، اور عورتوں کے جو شوہر ہیں ان کے لیے آپ آئینہ ہیں، اور غلاموں کے لیے آئینہ ہیں، غرض کہ آپ دیکھتے جایئے پڑھے لکھوں کے لئے، اَن پڑھوں کے لئے، مزدور پیشہ لوگوں کے لیے، غرض کہ ہر ایک کے لیے آپ نے ایک نمونہ رکھا ہے، اور آپ نے سارے کام کئے بھی ہیں اور تجارت بھی کی ہے، تو تجارت تاجر پیشہ لوگوں کے لیے آپ نمونہ ہیں، اور اصول بھی آپ نے دیئے ہیں، اور وقت کیسے گذارا جائے اس میں بھی آپ نمونہ ہیں وہ بھی آپ نے بیان کیا ہے کہ کس طرح وقت کی قدر کرنا چاہیے، اور وقت کو پہچاننا چاہیے وغیرہ وغیرہ، غرض رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات جو ہے وہ ہر اعتبار سے ہمارے لیے آئینہ ہے۔

قرآن مجید انسانیت کے لیے آئینہ

ایک اور دوسرا آئینہ قرآن مجید کی شکل میں ہے اسی لیے قرآن مجید میں فرمایا گیا ﴿فِيهِ ذِكْرُكُمْ﴾ (الأنبياء: ۱۰) قرآن میں تمہارا تذکرہ ہے، پڑھتے نہیں تمہارا تذکرہ کیا ہے، ہم لوگ من مانی کرتے ہیں، جو جی میں آتا ہے وہ کرتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے قرآن کیا کہلوانا چاہتا ہے، اور رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کا اسوہ کیا بیان کر رہا ہے، یہ نہیں دیکھتے اس وجہ سے کمی پر کمی ہوتی جارہی ہے، جیسے کسی کے منہ پر دھبہ پڑ جائے اور کبھی آئینہ نہ دیکھے اور اس کے چہرہ پر کالی پڑ جائے اور آئینہ نہ دیکھے تو کیا انجام ہوگا؟ کالی بڑھتی جائے گی داغ بڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ سراپا داغدار ہو جائے گا، تو آج کل اسی وجہ سے ہم لوگ داغدار ہوتے جارہے ہیں۔

آئینہ کا کام

پھر قرآن وحدیث پر ایسا عمل کرنے والا ہو کہ وہ خود آئینہ بن جائے، اسی لیے حدیث میں آتا ہے مومن مومن کے لیے آئینہ ہے اور آئینہ کا کام کیا ہے، آج تک آپ نے یہ نہیں دیکھا ہوگا کہ کسی آئینہ نے چلا کر کہا ہو کہ تم غلط ہو، آئینہ میں جب آپ دیکھیں گے تو داغ نظر آئے گا اور داغ دیکھنے والا خود سمجھ جائے گا، کہ آئینہ کہہ رہا ہے اپنے اس داغ کو دھولو، اور جو خیر خواہ ہوتا ہے وہ اسی طرح بچاتا بھی ہے، آپ نے دیکھا ہوگا جو کھانا کھاتے ہیں ساتھ بیٹھ کر دستر خوان پر تو اگر کسی کی ڈاڑھی پر کچھ گر گیا دال یا چاول تو چلا کر یہ نہیں کہتا بلکہ اشارہ کرتا ہے ٹھیک کرلو، ورنہ لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے، تو یہ آئینہ جو ہے بڑی عجیب وغریب چیز ہے اسی لئے مثال دی گئی ہے کہ مومن کو آئینہ کی طرح ہونا چاہیے، دوسرے اپنا چہرہ ہم میں دیکھ لیں، لیکن یہ کب ہوگا جب ہم اپنے کو سنواریں قرآن کے آئینہ میں، اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے آئینہ میں۔

قرآنی اور نبوی اسوہ میں ڈھل کر ہی انسان آئینہ ہوتا ہے

اسی وجہ سے آئینہ ہر آدمی نہیں بن پاتا، آئینہ وہ بن پاتا ہے جو قرآن کے اسوہ میں اپنے کو سنوارے، اور حضور پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے نمونہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے کہ آپ نے کیا بتایا ہے کیا کیا ہے، کیا سمجھایا ہے، جب ہم یہ دیکھیں گے تو ہم آئینہ بن جائیں گے جب ہم آئینہ بن جائیں گے تو کیا کہنے پھر، ہم تو صاف شفاف ہوں گے ہی اور پھر دور سے بھی دیکھ کر اپنے آپ کو ٹھیک کرلے گا، اسی لیے آئینہ کو داغدار نہیں ہونا چاہیے، اور مومن کو اسی لیے کہا آئینہ بنو، یعنی داغ سارے صاف کردو، اور چمکنے لگو، دوسرا اپنا چہرہ اپنے اندر دیکھ لے۔

میرے بھائیو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو آج صاف کرلیں قرآن مجید میں دیکھ کر، اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات طیبہ آپ کے سامنے موجود ہے، ایسا نہیں کہ ہم کہیں کہ نہیں جانتے، آپ کا چلنا پھرنا سونا جاگنا،

ازواج مطہرات کے ساتھ معاملات کرنا، لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، بڑوں سے اچھا معاملہ کرنا، غیروں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا، وغیرہ وغیرہ، ہر چیز بالکل عیاں ہے، اور عیاں بات بھی بیاں، بالکل چمکتی دمکتی ہے، اس کے بارے میں کہا جائے اس کو کہا جائے کہ دیکھ لیجیے پھر ظاہر ہے ہم لوگ عیب والے ہیں، اور ہر عیب والا جب دوسرے کے عیب کو دور کرلے، تو اس کو وہی انداز اختیار کرنا چاہیے جو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے تلقین فرمایا ہے، اور پھر اس سلسلہ میں آپ کی بہت حدیثیں بھی ہیں، جس میں آپ نے اس بات کی تلقین فرمائی ہے کہ ایسا ہونا چاہیے مابال أقوام یفعلون کـــــذا، آپ لوگوں کو سمجھانے کا ارادہ فرماتے تھے اور کہتے تھے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ایسا کر رہے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے، بڑے اچھے اور عمدہ انداز سے وہ لوگوں کو تلقین فرماتے تھے غرض کہ ہم لوگوں نے اس آئینہ کو دیکھنا چھوڑ دیا۔

ہماری ذمہ داریاں اور ہماری غفلت کا نتیجہ

ہماری بڑی ذمہ داریاں ہیں، ہمیشہ یاد رکھیے جو جانتا ہے جو نہیں جانتا دونوں برابر نہیں ہو سکتے، آپ جانتے ہیں کہ یہ کام ایسا کیا جائے گا نہیں کرتے، تو آپ کی کمزوری ہے آپ کی نالائقی ہے اور آپ کو ذمہ داری چھوڑ دینے کی بیماری ہے کہ آپ ایسا کر رہے ہیں یہ اس کے نتیجہ میں اناڑی ہے، جو کام کرے گا تو ظاہر ہے کہ اناڑی پن سے کرے گا، بڑی تباہی مچادے گا، تو آج ہم نے پوری دنیا میں اپنی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈال دیا، تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ غیروں نے کام شروع کر دیا، جب غیروں نے کام شروع کیا تو ایسا کیا کہ وہ خرابی ہمارے گھر میں آگئی، میں اس کی مثال بھی دیتا ہوں کہ یہ کالج ان میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے ان میں بہت سے علوم ہیں جن کا پڑھنا ضروری ہے جیسے ڈاکٹری ہے ڈاکٹری کا پڑھنا مسلمان کے لئے بھی ضروری ہے، تاکہ علاج کر سکیں بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں مسلمان ڈاکٹر کا ہی فیصلہ مانا جاتا ہے تو ایسے میں مسلمانوں کو ڈاکٹر ہونا چاہیے ایسے بہت سے مسلمانوں کو انجینئر ہونا چاہیے

اور بہت سارے مسلمانوں کو یہ سارے علوم یہ سارے Sciences پڑھائے جارہے ہیں، ان سب کو سیکھنا چاہیے لیکن آپ کی ذمہ داری تھی کہ جو علوم پڑھائے جارہے ہیں، ان سب کی سرپرستی کرتے اور یہ جو Sciences ہیں ان کو مسلمان کرلیتے تاکہ ان کے اچھے اثرات مرتب ہوتے، لیکن آپ بیٹھ گیے گھروں میں اور آپ نے ان کو چھوڑ دیا تو غیروں نے اختیار کرلیا، غیروں نے جب اختیار کیا تو اپنی غیریت کے ساتھ اختیار کیا اور اپنے بے جا تصرف کے ساتھ اختیار کیا، جس کا نتیجہ کیا ہوا کہ آج حقیقی ڈگریاں مل رہی ہیں تو اس لئے کہ خدمت کی جائے، لیکن ڈاکٹر آج کل لوٹنے والے بن رہے ہیں، اور دوسرے ڈگری ہولڈرس جو ہیں ان کا بھی حال یہی ہے، کہ وہ اپنے ہی ملک کو مقصان پہنچا رہے ہیں۔

میں ابھی ایک جگہ گیا تھا وہاں غیر مسلم بہت تھے ایک بڑی تعداد میں پورا ہال بھرا ہوا تھا، میں نے جاکر وہاں یہی بات عرض کی کہ MBA, MA یہ ڈگری بہت چلتی رہتی ہیں نا، CA ایک میرے دوست ہیں جنہوں نے MBA کیا ہے، میں نے پوچھا کیا پڑھایا جاتا ہے، تو بتایا، میں نے کہا یہ تو بیوقوف بنانا پڑھایا جاتا ہے، تو اب یہی ہے کہ اگر مسلمان کی ماتحتی میں MBA ہوتا اور آپ اس کے ذمہ دار ہوتے تو MBA سارے انسانوں کے لیے خیر کا ذریعہ ہوتا، لیکن انہوں نے پڑھایا تو یہ بتایا کہ تم چھوٹی چیز کو جو دو پیسہ کی ہے اس کو دو سو میں کیسے بیچو گے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ظلم کرتے ہیں، ایسا بے وقوف بنایا جائے کہ سب خریدیں گے ہمارا پیسہ آئے گا، تو پیسہ سیدھا کرنا اسلام میں نہیں ہے، اسلام میں تو یہ ہے کہ فائدہ پہونچاؤ، فائدہ اٹھاؤ، نہ نقصان پہونچاؤ نہ نقصان اٹھاؤ، یہ اصول ہے نہ نقصان پہونچاؤ نہ نقصان اٹھاؤ، نہ تکلیف اٹھاؤ نہ تکلیف پہنچاؤ، یہ ہے قاعدہ، لیکن جب نہیں کیا تو یہی نتیجہ نکلا ایسے ہی میں نے کہا: CA کیا ہے؟ کہنے لگے یہ اکاؤنٹ آف کام ہے، اس میں بھی وہی چیزیں پڑھاتے ہیں کہ اگر آپ کو چوری کرنی ہے تو کیسے کریں گے، تو ہم نے کہا گویا ملک کو نقصان دینے کے لئے CA کروایا جاتا ہے، کہ آپ ملک کو جو نقصان پہنچا رہے ہیں وہ چوری کر لیجیے اسلام نقصان نہیں سکھاتا

ہے۔

اسلام تو یہ کہتا ہے کہ اپنے ملک کو فائدہ پہونچاؤ، اپنوں اور غیروں سب کو فائدہ پہونچاؤ، سب کے ساتھ اچھا سلوک کرو، سب کے ساتھ اچھا معاملہ کرو، لیکن ہم نے نہیں کیا ایسے ہی جو ہمارے غیر ہیں، انہوں نے ہاسپٹل قائم کئے انہوں نے کالجز قائم کئے، اور اس کے ذریعہ سے ہمارا ایمان کھینچنا شروع کیا، ہمارے ایمان کے رس کو چوسنا شروع کیا، اور ہم بیٹھے رہے اطمینان سے، اور اپنے بچوں کو بھیجتے رہے اطمینان سے، اور وہ ان کے ایمان کے رس کو چوستے چوستے ایسا بے کار کر دیتے ہیں، کہ جیسے گھنڈیری کو چوس کر آدمی پھینک دے، لیکن اس کو ہم برداشت کر رہے ہیں، یہ ہماری ذمہ داری تھی کہ یہ کام بھی ہماری نگرانی میں ہوتا تاکہ ایمان پوری طرح محفوظ نہیں ہو جاتا بلکہ اور مضبوط ہو جاتا، تو اس میں ہاسپٹلس ہیں اور خدمت کے جتنے کام ہیں مسلمانوں کے تھے، آپ پڑھ کر دیکھئے، تاریخ کہ ہمارے بادشاہوں نے معلوم ہوگا ہر دو کلو میٹر پر ایک سرائے بنائی، ایک ہاسپٹل بنایا، کنوان کھودوایا، پانی کا انتظام کیا، یہ سب کام کیا تھا پہلے، جبھی تو آپ نے فرمایا کہ جو ایسا کرے گا اس کے لیے صدقۂ جاریہ ہوگا، اب کام غیر کر رہے ہیں، اور ہم بیٹھے ہوئے یوں ہی بس۔

ذہنیت کی اصلاح کیجیے

ہمارے دل و دماغ میں یہ بیٹھ گیا کہ کھانا اور کمانا ہمارا کام ہے، حالانکہ یہ تو جانوروں کا کام تھا، یہ انسانوں کا حال ہو گیا ہے کہ ہمارے حضرت مولانا نے لکھا تھا ارکان اربعہ میں کہ بس آج کل ہمارا معاملہ یہ ہے کھانا اور کمانا، کھانا اس لئے تاکہ کمائے، اور کمانا اس لئے تاکہ کھائیں، اس لیے ہماری تگ و دو دو جگہ ہے، ایک ڈائننگ اور ایک لیٹرین، بس وہاں جائیں اور یہاں آئیں، یہاں کھائیں اور وہاں جا کر کر دیں، بس اتنا کام رہ گیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ کوئی کام ہے انسان کا، انسان کا کام تو یہ ہے کہ انسانیت کا سبق سکھائے، اور اس کے ساتھ ساتھ ہر وقت

اس فکر میں رہے کہ اپنے بھائی کو کس طرح نفع پہونچائے، جس کی ایک چھوٹی سی مثال ہے میں یہاں نہیں جانتا کہ پنکھا چل رہا ہے گرمی کا موسم ہے تو اب ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ پنکھے کی بالکل ناک کے نیچے بیٹھے آکے، ظاہر ہے کہ ہر آدمی چاہتا ہے کہ راحت ملے لیکن اگر کوئی ہٹ جائے اور دوسرے کے لیے پنکھا چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کو اٹھا لے گا اپنی طرف، کہ ہمارا بندہ دوسروں کو نفع پہونچا رہے۔

خودغرضی کا مرض اور اس کا علاج

اسی لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی کھانا ساتھ کھا رہا ہے اور ساتھ کھانے والے کو ترجیح دے یعنی وہ اچھا کھالے اور ہم روک لیں تو اس سے روحانی ترقی اتنی ہوتی ہے کہ بڑے بڑے اعمال سے نہیں ہوتی، اس لیے کہ اس وقت نقد معاملہ ہوتا ہے کہ جیسے اب دو چیزیں رکھی ہوئی ہیں، اور ہیں بہت لذیذ تو آپ نے فوراً دونوں مارلیں اور سامنے والا محروم رہ گیا اب اگر آپ برداشت کرلیں اور سامنے والے کو ترجیح دیں تو اس سے روحانی ترقی بہت ہوتی ہے، اسی طرح سے بہت سے چھوٹے اعمال ہیں، اسی لیے اللہ کے جو بندے ہوتے ہیں وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کو دیکھتے ہیں کہ یہ بڑے ہوتے ہیں ان کی روشنی بڑی ہوتی ہے، ان کو چھوٹی چیزیں نظر آتی ہیں، اسی لیے بڑے لوگ چھوٹی چیزیں دیکھ کر چلتے ہیں، اور چھوٹے لوگ ہوتے ہیں بڑی چیز نظر نہیں آتی، اندھے ہوتے ہیں۔

عقل مند وہ ہے جس کی ہر عمل میں نیت درست ہو

میرے بھائیو! ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن وحدیث سے ہمارا تعلق زیادہ سے زیادہ قائم ہوجائے اور اس کے ساتھ ساتھ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا اسوہ بھی ہمارے سامنے ہونا چاہیے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا اسوہ کیا ہے، اس کو دیکھ کر ہم آگے بڑھیں گے تو ہماری دنیا کا پورا نظام صحیح ہوجائے گا، ہر شخص اس فکر میں رہے گا کہ دوسرے کو فائدہ پہونچائیں یہ اس وقت کا مرض ہے، اس کو کہتے ہیں خود

غرضی، خودغرضی کا جو مرض ہے تو ظاہر ہے ایسے میں دوسروں کو ترجیح دے گا، تو روحانی اعتبار سے اس کو غیر معمولی ترقی ہوگی، غیر معمولی اللہ اس کو قبول فرمالے گا، اور بڑے سے بڑا ہوتا چلا جائے گا ورنہ ہوتا ہے یہ کہ جو شخص کام کر رہا ہے اور اس نے کہا سب میں ہی اکیلے تنہا کام کروں تو یہ سمجھتا ہے کہ آرام کر رہا ہے، میں بے وقوف ہوں نہیں، وہ بے وقوف ہے جو آرام کر رہا ہے، اور مزے میں وہ ہے جو کام کر رہا ہے مگر نیت درست ہو، اور اگر نیت ٹھیک نہیں تو کیا فائدہ، پھر کتنی ہی محنت کر رہا ہو ملے گا کچھ نہیں، اس لئے کہ نیت غلط ہے، نیت اچھی ہونی چاہیے ورنہ نیکی کر دریا میں ڈال، کہ ساری نیکی اور اچھے کام کئے لیکن سب بیکار کے بیکار، نیت ہو اللہ کے لیے کر رہا ہے، تو اس سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں ہے، اور جو بیٹھا ہوا ہے اس سے زیادہ بے وقوف کوئی نہیں ہے۔

شیطان کے مکر کو سمجھنے کی ضرورت ہے

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی سوچ کو بدلیں، اور صحیح سوچ پیدا کریں ہم، چھوٹی چھوٹی چیزوں میں ہی الجھے رہتے ہیں، تاکہ بڑا کام نہ کر پائیں، ایک ساتھ بیٹھنے نہ پائیں، اتحاد کی لڑی پرونے نہ پائیں، اور سب مل کر اسلام کو آگے بڑھانے نہ پائیں، شیطان کا یہ کام ہوتا ہے کہ اس کو الجھا دو، ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھا دیا ہے، محلہ والوں میں الجھا دیا، بس ہمارا ایک کام رہ گیا ہے، کہ ٹانگیں کھینچتے رہیں، اور وہ جو کام کر رہا ہے اس کو نہ کرنے دیں کسی طرح بھی، روڑے اس کے راستہ میں ہم اس طرح لگاتے رہیں یاد رکھیں جو روڑا لگاتا ہے اس کے راستے میں روڑا پہلے آتا ہے، اور جو گھڑا کھودتا ہے دوسرے کے لئے گھڑا اس کے لئے پہلے آتا ہے، جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا، بچ نہیں سکتا، بس یہ بات ہمارے اندر پیدا ہو جائے، پھر انشاء اللہ ہمارا کام کہیں رکے گا نہیں، اور کہیں کام کرنے والا اٹکے گا نہیں، کام کرتا چلا جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری سوچ کو صحیح کر دے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

موجودہ سماج اور احسان کی ضرورت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأولين والآخرين رحمة للعالمين وخاتم النبيين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله الطاهرين وصحبه الغر الميامين وعلى من تبعهم ودعا بدعوتهم الىٰ يوم الدين أما بعداوقد قال الله تعالىٰ فى كتابه العزيز أعوذ بالله من الشيطن الرجيم:هل جزاء الاحسان الا الاحسان، وقال ان تنصروا الله ينصركم وصدق الله العظيم.

بزرگان گرامی قدر اور میرے بھائیو!

آپ کو یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں ہے کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گیے اور کیا ہوتے جارہے ہیں، اور نہ یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ ہمارے معاشرہ، سماج، ماحول میں ہو کیا رہا ہے؟ اور ہم کن چیزوں میں مبتلا ہو چکے ہیں، ان سب سے پردہ ہٹانے کی اور بتانے کی ضرورت نہیں رہی، اس لیے کہ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جو ہر جگہ ہیں، دنیا اس وقت چھوٹی ہوگئی ہے پہلے بڑی تھی اور جو وہاں ہو رہا ہے وہ یہاں ہو رہا ہے، ٹی وی نے (جو اس وقت ذرائع ابلاغ ہے) انہوں نے ہم سب کو اس وقت ایک ہی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے، وہی مصیبت وہاں ہے وہی مصیبت یہاں ہے، بس ذرا فرق ہے اپنے اپنے مزاج کا، اور یہ ہے کہ کوئی چیز وہاں جلدی آجاتی ہے، یہاں دیر میں آتی ہے، لیکن ہے سب وہی۔

اصلاح، منہج اسلام سے صحیح تعلق پر موقوف ہے

اب مسئلہ یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کو ٹھیک کیسے کیا جائے؟ ہمارے جتنے اکابر پہلے گذرے ہیں انہوں نے پہلے ان تمام چیزوں کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی ہے، حضرت آدم سے تو دین ایک رہا ہے، جب قوم میں بگاڑ آتا تھا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر آتا تھا، جو دین کے بگاڑ کو ٹھیک کرتا تھا، یہ نہیں کہ نیا دین لاتا تھا، بہت سے لوگوں نے غلط فہمی میں یہ سمجھ لیا کہ نیا دین آیا، اس لیے قرآن مجید میں خود نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بات فرمائی، ﴿مَا كُنتُ بِدْعاً مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (الأحقاف:۹) میں کوئی انوکھا رسول تھوڑے ہی ہوں، پہلے جو رسول آئے وہی اسی طرح سے ایک رسول ہوں، اور اسی وجہ سے قرآن مجید میں دین کا لفظ جمع کے ساتھ نہیں آیا ہے، پورے قرآن مجید میں دیکھ لیجیے دین کو، ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ (آل عمران:۸۵) اور ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّهِ الإِسْلاَمُ﴾ (آل عمران:۱۹) تو یہ آیت خود بتلا رہی ہے کہ الدین جو ہے وہ اسلام ہے۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہم لوگ اپنے کو کہتے تو مسلمان ہیں یا مسلم، اور ہمارا تعلق منہج اسلام سے نہیں بلکہ ہم خود معنی نہیں جانتے اسلام کے، اور اگر کسی سے پوچھیے اسلام کے معنی کیا ہیں؟ تو شاید ہی کوئی بتا پائے بہت کم لوگ بتا پائیں گے، مولوی لوگ ظاہر ہے کہ علماء ہیں مدرسہ میں پڑھتے ہیں بتا دیں گے، جو بھی عربی پڑھتا ہے بتا دے گا لیکن عمومی طور پر لوگ یہ نہیں جانتے کہ مسلم کہتے کسے ہیں؟ اور قرآن میں ایک جگہ فرمایا گیا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ (آل عمران:۱۰۲) اب یہاں دیکھیے مرنا نہیں ہے مگر مسلم ہو کر، تو مسلم ہے کیا؟ یہ معنی ہمارے سمجھ میں آجائے، تو مسئلہ حل ہو جائے گا، تو جیسا ہمارا نام ہے، جیسے کہتے ہیں آپ کا نام کیا ہے؟ بتایا محمد فاضل، محمد عالم، تو اس پر بعض لوگ کہتے ہیں نہ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل، تو ایسے ہی ہمارا حال ہے نام کا مسلم کہلاتے ہیں، جیسے نام

فاضل ہوتا ہے فاضل نہیں، عالم ہوتا ہے عالم نہیں، ایسے ہی مسلم ہمارا نام ہے لیکن مسلم نہیں، ورنہ اصلا تو مسلم کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردیں أسلم کے معنی یہ آتے ہیں کہ حوالے کردینا، أسلمتہ اس کے حوالے کردیا، اور اس کے لیے کہیں گے کہ خدا کے لیے سلینڈر ہوجائے، کہ جو اللہ کا حکم ہے اس کو مان لیا جائے اتنی سی بات ہے، جو اللہ کا حکم ہے اس کو ماننا ہے، اور جتنا ہی مانے گا اتنا ہی وہ مسلم ہے، اور جو نہیں مانتا وہ مسلم نہیں، عبدالرحمٰن، عبداللہ سے کچھ نہیں ہوتا، جو ہے وہ دل کی بات ہے۔

ایک پیر اندر اور دوسرا باہر رکھے رہنے کا نام اسلام نہیں

اور ہمارا حال یہ ہے کہ آج مسلمان مسلمان ہیں یا نہیں؟ یہ خود بڑا مشکل مسئلہ ہوگیا ہے، کہ یہ کتنی فیصد ہیں حالانکہ قرآن میں ہے ﴿ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً﴾ (البقرۃ:۲۰۸) کہ مسلمان اسلام میں پوری طرح داخل ہوجائیں، اب ہم ایک پیر اندر داخل کریں اور ایک پیر باہر، اور کہہ دیں کہ داخل ہوگیا یہ کون سا داخل ہونا ہے بھائی؟ داخل ہونا اصلا کہتے ہی اسے ہیں جو پورا داخل ہوجائے اور جو سر داخل کردے صرف، اب کہے کہ داخل ہوگیا یہ کیسے داخل ہوگیے بھائی؟ اسلام کہتے ہی پورے کو ہیں، یہاں آدھا اور پونا کچھ نہیں ہے، ادخلوا فی السلم کافۃ، اس کا ترجمہ بڑا مشکل ہے، یہ عربی والے جانتے ہیں پورا داخل ہونے کا مطلب؟ (پورا داخل ہو اسلام میں) یعنی اسلام میں اتریں تو سو فیصد ادھر سو فیصد ادھر، نہ آدھا فیصد نہ آدھا یقین، لیکن ہم نے تیا پانچا کردیا اسلام کا اٹھا کر، تو اسی لیے اسلام کا جو چہرہ تھا وہ بگڑ گیا، جیسے اگر کوئی آدمی تصویر بنوائے جیسے بہت سے لوگ گدوا لیتے ہیں، ہمارے برادران وطن گدوا لیتے ہیں نا، تو اس کا ایک لطیفہ ہے گدوانے کا، ایک صاحب نے کہا کہ شیر بنادیجئے تو ظاہر ہے کہ گدوانے میں تکلیف تو ہوتی ہے تو وہ کہنے لگا دُم کی طرف سے بنا رہا ہوں، کہنے لگا بغیر دُم کے بھی تو شیر ہوتا ہے، دُم نہ بنائیں، -اچھا بھئی دُم نہیں بنائیں گے- اب انہوں نے پیر بنانا شروع کیا تو پیر میں تکلیف شروع ہوئی ظاہر ہے کہ گدوانے سے تکلیف تو ہوگی جب پیر

بنانا شروع کیا تو کہنے لگا اب کیا بنا رہے ہو؟ کہنے لگے کہ پیر، کہنے لگا کہ بغیر پیر کے بھی تو شیر ہوتا ہے، اسی طرح معلوم ہوا کہ بس شیر کا چہرہ رہ گیا، باقی سب غائب، ایسے ہی ہمارا معاملہ ہے کہ اگر یہ کہیں گے تو یہ چھوڑنا پڑے گا، اور یہ کریں گے تو یہ چھوڑنا پڑے گا، تو بس آخر میں رہ گیا یہ کہ نام کے مسلمان رہ گئے اسلام سے سب غائب، پڑوسیوں کے حقوق غائب، اور جو دوسروں کے حقوق ہیں وہ سارے کے سارے پامال، اور ہیں ہم سب سے بڑے مسلمان زندہ باد، تو ظاہر ہے کہ اس کا اثر تو پڑے گا، جب مسلمان ہی نہیں اب بس صورتیں رہ گئیں ہیں ہمارے اندر۔

صورت اور حقیقت کا فرق

مولانا علی میاں نے لکھا ہے "صورت اور حقیقت" صورۃً ہم مسلمان ہیں اور حقیقۃً ہم مسلمان نہیں، اور صورت اور حقیقت کا جو فرق ہے وہ رہے گا، یہاں پتہ نہیں میں نہیں جانتا لکھنؤ میں Zoo میں آپ جائیے تو شیر کی، لومڑی کی، تصویر دکھائی دے گی، لیکن ظاہر ہے کہ وہ صورت ہی میں ہیں حقیقت نہیں ہیں، اور ایک شیر ہے جنگل کا، جس کے کوئی قریب بھی نہیں جا سکتا، لیکن چڑیا گھر والا ایک بچہ بھی اس کے ساتھ کھیل سکتا ہے، جبھی تو کہتے ہیں زمین آسمان کا فرق ہے، ایسے ہی ایک صورت ہے مسلمانوں کی اور ایک حقیقت ہے مسلمانوں کی، اور اگر حقیقت پیدا ہو جائے گی مسلمانوں کے اندر تو ظاہر ہے کہ کسی کی بھی ہمت نہیں ہوگی نگاہ اٹھا کر دیکھ سکے، اور اگر صورت میں رہیں گے تو ظاہر ہے کہ ہر ایک چڑھ جائے گا، ہمارے حضرت مولاناؒ نے لکھا ہے کہ جیسے کھیتوں میں کھڑا کر دیتے ہیں ایک نقلی انسان جس سے جانور بھاگتے رہتے ہیں، حضرت مولانا نے فرمایا سیانا کوا اس کے سر پر بیٹھ گیا تو راز کھل گیا اور بھرم جاتا رہا، تو ایسے ہی بھرم چلا گیا، ابھی تک بھرم تھا اور بھرم پر چل رہے تھے، یعنی صورت پر چل رہے تھے لیکن اب ہمارے یہاں جو صورت تھی وہ بھی چلی گئی سیانا کوا بیٹھ گیا اس لیے کچھ ہوگا نہیں جو چاہے کرو، تو یہ خطرناک بات ہے تو اصل بات یہ ہے کہ ہم اپنے اندر وہ درجہ پیدا کریں جس سے صورت والی زندگی میسر ہو سکے۔

مرد اور عورت کی رخصتی

یہ آیت جو پڑھی جاتی ہے ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ یہ آیت نکاح میں پڑھی جاتی ہے، آپ نے سنا ہوگا نکاح کے موقع پر قاضی صاحبان اس آیت کو پڑھتے ہیں، اور نکاح مکمل پڑھانا پڑھتا ہے، میں برسہا برس سے پڑھا رہا تھا سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس آیت کا نکاح سے کیا تعلق ہے؟ عجیب ہے یہ کہ نکاح کے موقع پر تو خوشی ہوتی ہے، اور اللہ میاں موت یاد دلا رہے ہیں، تو خوشی کا موت سے کوئی تعلق نہیں، تو ایسا کیوں یاد دلایا جا رہا ہے، بہت دنوں یہ سوچتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے ایک بات ڈالی دل میں، واقعی عجیب وغریب بات ہے سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ ایک عجیب وغریب بات کہہ رہا ہے، وہ جو ہے یہ کہ تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو جاؤ، یعنی آہستہ آہستہ اپنے کو بنانا شروع کر دو، یہاں تک کہ بنتے بنتے اس مقام تک پہونچ جاؤ کہ مکمل مسلمان بن جاؤ، اب اس کا تعلق نکاح سے اچھا ہو گیا یہ جو ہے جس طرح عورت کو بنایا جاتا ہے رخصتی کے لیے خوبصورت کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو دیکھیے کیا کیا تماشے لوگ کرتے ہیں، بیوٹی پارلر میں بھی لوگ لے جاتے ہیں، عورت کو خوبصورت بناتے ہیں، تاکہ عورت جب خوبصورت ہوگی اور وہاں جائے گی شوہر کے گھر تو عورت پسند کر لی جائے گی، اور شوہر اس کو چاہے گا تو اس کی اچھی زندگی گذرے گی، ظاہر اس کی صورت بناتے ہیں تاکہ پسند کر لی جائے ایسے ہی یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اپنی سیرت بناتے چلے جاؤ، یہاں تک کہ تم اتنے حسین ہو جاؤ کہ وہاں پسند کر لیے جاؤ، یہ رخصتی گویا کہ وہ عورت کی رخصتی ہے، اور یہ مرد کی رخصتی ہے اور عورت اور مرد دونوں کی رخصتی ہے، یہاں پر وہی کہا گیا کہ بناتے چلے جاؤ، اس لئے کہ اب دیکھیے ایک دم سے بنتا نہیں، نہ ہی ایک دم سے پیدا ہوتا نہیں، یعنی کوئی ایسا نہیں ہوتا کہ بیس سال کا پیدا ہو جائے بلکہ چھوٹا پیدا ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اصلاح نفس کیسے ہو؟

اسی طرح اصلاح کا بھی عمل ہے، یعنی آہستہ آہستہ اپنے کو ٹھیک کرتا چلا جائے، آئینہ سامنے رکھے، تو یہ تھوڑی کہ منھ سامنے رکھے اور کرتا چلا جائے، آئینہ سامنے رکھ کر کبھی ادھر بھی ٹھیک کیا جائے، اور کبھی ادھر بھی ٹھیک کیا جائے، ٹھیک کر کے پھر آئینہ بنا، اسی طرح ٹھیک کرتا چلا جائے، ایک ایک چیز پر لگا رہے، قرآن مجید نے کیا کہا، آپ نے کہا ﴿اهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيم﴾ (الفاتحة:٦) اے خداوند قدوس صراط مستقیم کی ہدایت دے دے، تو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ﴿إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يِهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ (بنی اسرائیل:٩) یہ قرآن کریم جو ہے وہ تم کو راستہ دکھا دیتا ہے، یہ تم کو دے دیا گیا ہے، آپ پڑھ لیجیے پورا قرآن، پورا قرآن آپ پڑھ لیجیے تاکہ ہر وقت آپ اس سے اصلاح کرتے رہیں، نہیں کر سکتے، تو اللہ میاں نے آسان کر دیا ہے ﴿فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (المزمل:١٩) تھوڑا تھوڑا پڑھتے جاؤ، بڑھتے جاؤ، دونوں باتیں ہیں، اسی لیے قاری سے کہا گیا پڑھتے جاؤ، بڑھتے جاؤ، اور سمجھنے والے سے کہا گیا پڑھتے جاؤ، سمجھتے جاؤ، اور سمجھاتے جاؤ، اور اس سے آگے بڑھتے چلے جاؤ۔

جسم اور روح کے تقاضے

اللہ تعالیٰ نے دیکھئے جسم کا نظام بنایا ہے، لوگ بھول جاتے ہیں، جب بچہ پیدا ہوتا تو اس کو دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک دودھ کی، اور ایک اس کی روح پیاسی ہوتی ہے، جس کو ضرورت ہے علم کی، اسی لیے پہلے کہا گیا، کہ علم اس کی پیاس روح سے بجھا دی جائے، اسکے کان میں اذان واقامت کہہ دو، اس کی پیاس روح کی بجھ جائے گی، اب دودھ پلاؤ، اس سے پہلے دودھ نہیں پلایا گیا تھا، پیدا ہوتے ہی اذان کہہ دو، اس لیے کہ یہاں بھی روح کو مقدم رکھا، تو اب روح کے لیے علم اور جسم کے لیے دودھ، اس لیے کہ بغیر دودھ کے کوئی بچہ زندہ نہیں رہ سکتا، آپ بتائیں دنیا میں کوئی بچہ بغیر دودھ کے ہو؟ کوئی نہیں ہے آج تک، چاہے کسی اور کا پیو، لیکن پینا پڑے

گا، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بغیر علم کے تم زندہ نہیں رہ سکتے، جس طرح بچہ کو دودھ سے روک دیا جاتا ہے، تو جسم مرجاتا ہے، اور علم روک دیا جائے تو روح مرجاتی ہے، جسم مرتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے، اور روح مرتی ہے تو پتہ نہیں چلتا، اس لیے نہ جانے کتنوں کی روحیں مرگئیں، طاقتور ہیں حالانکہ وہ، لیکن مردہ ہیں، اور اس کے پاس کچھ نہیں ہے، تو اس لیے قرآن میں فرمایا ﴿فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (المزمل:۱۹) تو اب یہاں پر دیکھئے بچہ تھوڑا سا دودھ پیتا ہے اور پیتا چلا جاتا ہے، یہ تھوڑی کہ سارا دودھ پلا دیا آپ نے، سب اندر چلتا رہے گا وہ۔

علم کی اہمیت اور حصول کے طریقے

اگر آپ غور کریں تو ایک آدمی ہمارے خیال میں چار پانچ تالاب پانی پی جاتا ہے، پوری زندگی میں، اور آج کل ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ چودہ گلاس پیو، تو دس گلاس چودہ گلاس سے حساب لگا لیجئے، انسان کی اسی (۸۰) سالہ زندگی میں کتنے ہوگئے، کئی تالاب ہوگئے، لیکن کیسے پیا تھوڑا تھوڑا جب پیاس لگی، اور اسے پیاس ہی نہ لگے، تو علاج کروانا پڑے گا، تو ایسے ہی علم کا بھی معاملہ ہے، علم آپ پڑھتے جائیں، بڑھتے جائیں، اور اس کا حساب رکھا گیا ہے پورا، اور کیا کیا کہا گیا ہے، واعلم انه لا اله الا الله، اسی لیے "طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم" (سنن ابن ماجة فی باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم) علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے، نماز سے زیادہ فرض عین ہے، بالکل پہلا کام یہی ہے، اور اس میں یہ نہیں کہا گیا عورت مرد، بلکہ عورت کبھی مرد، اور کبھی بوڑھے اور کبھی جوان، کبھی بچے کبھی بچیاں سب پڑھیں، اس لیے عام رکھا طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم، جو مسلم ہے جس میں ہے گویا کہ فرض عین ہے، اس پر تو اس میں ہوتا کیا ہے، جیسے بچہ پیدا ہوا دودھ پلایا اذان کہہ دی، اور اقامت کہہ دی، دونوں چیزیں چل پڑیں، تو دونوں کا حساب برابر رکھنا ہے، تو شروع میں تو اتنا کیا کہ اس کا عقیدہ درست کیا، اس طرح کہ لا اله الا الله کو جانو،

کہ ہے کیا؟ واعلم جانو، لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ کتنا کہتے ہیں۔

کلمہ توحید کا صحیح و وسیع مفہوم

لیکن لا الہ الا اللہ کا معنیٰ نہیں معلوم، اگر میں اس وقت یہاں بھی امتحان لوں اور اگر وقت ہوتا تو امتحان لے کر دکھا بھی دیتا اگرچہ یہاں علم ہے، بہت، علماء بہت ہیں یہاں، اور پڑھے لکھے بہت ہیں، لیکن مجھے شبہ ہے ایسا، کیونکہ بعض لوگ کو کلمہ تک یاد نہیں، لوگ کہیں گے مولوی صاحب یہ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں، اگر پوچھیں اس کے معنی کیا ہیں؟ ابھی آپ ایک دم سے کہیں گے فوراً کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، یہ ترجمہ پورا نہیں ہے، اس لیے کہ معبود کا لفظ بھی عربی کا ہے، اگر یہی ہونا تھا تو کہہ دیتے لا معبود الا اللہ، اس لیے یہ جزء ہے، لا الہ الا اللہ کا، لیکن یہ اردو بچاری ہماری زبان ہے اس کو کیا کہا جائے، اردو زبان کا دامن بڑا تنگ ہے، عربی کا ترجمہ پورا کوئی مکمل نہیں کر سکتا، کوئی زبان نہیں کر سکتی، اس لیے ترجمہ جو لکھنے کا بہتر سے بہتر ہو سکتا ہے، وہ تو ہے اور صحیح ہے غلط نہیں ہے، لیکن پورا نہیں ہے، اس لیے کہ لا الہ الا اللہ جو ہے، وہ تو ایک عظیم الشان چیز ہے، لا الہ الا اللہ آج تک سمجھے ہی نہیں کہ اس میں ہے کیا؟ حدیث میں آتا ہے کہ سارے آسمان و زمین اور اس کے درمیان جو کچھ ہے اس کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا، اور لا الہ الا اللہ کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا، یہ ہے لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ کوئی معمولی چیز تھوڑی ہے، اسی لیے اس کے اندر جو معنی ہیں غیر معمولی ہیں اسی لیے یہ نہیں دیکھئے، یہ بات تو اکثر نہیں جانتے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں یہ تو ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود بھی نہیں ہے، اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ الا اللہ کے علاوہ کوئی محبوب بھی نہیں ہے، اور اللہ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے، جس کے آگے ہاتھ پھیلایا جائے، یہ سارے معنی لا الہ الا اللہ کے اندر ہیں، لیکن ہم نے صرف اتنا جانا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، عبادت کے لائق نہیں، تو کہا کہ نماز پڑھ لو، اللہ کے لیے دل ادھر لٹکا دو، ادھر لٹکا دو، تو اس سے کیا فرق ہوگا؟ لا الہ الا اللہ میں یہ مسئلہ بھی ہے۔

محبت کا رُخ صحیح ہو

میں ابھی مہاراشٹر کی طرف گیا تھا دو سال ہو گئے حضرت مولانا رابع صاحب بھی تشریف فرما تھے- میں کبھی تقریر کرتا نہیں بڑوں کے سامنے- وہاں پر چہ آ گیا سب کالج کے لوگ تھے پروفیسر حضرات، ہال بھرا ہوا تھا تو کہنے لگے کہ مولوی صاحب آپ بھی کچھ کہہ دیجئے، ارے میں نے کہا کہ بزرگوں کے سامنے ہم نہیں بولتے، تو پیچھے پڑ گئے انہوں نے سائنس کی نمائش بھی بلائی تھی اور کالج کے سب لڑکے بھی بیٹھے تھے، اور بات یہ چل رہی تھی کہ مسائل کا حل کیا ہے؟ تو ہم نے کہا پانچ منٹ میں کہہ دیتا ہوں، حضرت مولانا تشریف فرما ہیں، میں سبق سناتا ہوں تائید فرمادیں گے تو بڑی اچھی بات ہے، تو میں نے کہا کہ مسئلہ کا حل صرف ایک ہے، دیکھو یہ جتنے نوجوان بیٹھے ہوئے ہیں، ان کا سب کا دل ناچنے والوں میں ہے اور کھیلنے والوں میں ہے، بس وہاں سے لاکر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں پیش کردو، سارے مسئلوں کا حل یہ ہے، سارے نوجوان بھی مسکرانے لگے کہ بات تو صحیح ہے یہ، اور حدیث میں آتا ہے، المرء مع من أحب، (صحیح البخاری فی باب علامة الحب فی اللّٰہ عزوجل) آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کی، اور آج محبت معلوم ہے؟ ہمارے یہاں بڑے بڑے اچھے دین دار لوگ آپ ان کے موبائل دیکھئے تو ان کے اندر تصویریں ان کے محبوبوں کی ملیں گی، اور یہاں حکم ہے لا الہ الا اللہ کا، اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کوئی نہیں، یعنی دل دیا ہی نہیں جاسکتا کسی اور کو، اللہ اور اس کے رسول کے سوا، اور یہاں حال یہ ہے کہ عبادت جب کرتے ہیں تو اس میں بھی دوسروں کی تصویریں آتی رہتی ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ- پانچ یا تین منٹ میں ہی کہی ہوگی- ہم نے کہا کہ سائنس کی جو نمائش آپ نے لگائی ہے ہم نے کہا سائنس تو اسلام کے گھر کی لونڈی ہے، اور آپ نے اس کو ملکہ سمجھ لیا ہے، ملکہ نہیں ہے، نوکرانی ہے، جب اسلام کے گھر میں کوڑا کرکٹ آجاتا ہے، تو جھاڑو دینے آتی ہے، بس ہم نے کہا السلام علیکم، بس ہوگئی تقریر، تو اصل

میں اس وقت بات یہ ہے کہ ہم لوگ یہ نہیں جانتے اسلام ہے کیا؟ غور نہیں کرتے، جو کردیا سو کردیا، نہیں پوچھ کر چلنا پڑے گا، کہ عقیدہ کیا ہونا چاہئے؟

اصلاحِ عقیدہ کی ضرورت اور اس کے طریقے

کتنے لوگ ایسے ہیں جو بہت پریشان ہیں عقیدے کے سلسلہ میں، اور میں صاف کہتا ہوں عقیدہ اس وقت اچھے اچھے مولویوں کا ٹھیک نہیں ہے، تو آپ لوگوں کا کیا ٹھیک ہوگا؟ اپنے عقیدے کو ٹھیک کرانے کی ضرورت ہے، مولویوں کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے، ایسا نہیں ہے کہ علماء جو ہیں بے نیاز ہیں، ایسا نہیں ہے قرآن کا معاملہ ہے یہ، اسی لیے قرآن جو ہے، عقیدہ کی کتاب بھی ہے شروع سے لے کر آخر تک عقیدہ درست کراتی چلی جاتی ہے، ہمارے حضرت مولانا نے لکھا ہے کہ کوئی اچھی عربی جانتا ہو اور قرآن شریف پڑھے، تو سب کچھ ہوسکتا ہے، لیکن مشرک نہیں ہوسکتا، مگر مسئلہ وہی عربی جاننے کا پھر آ گیا، اور عربی اتنی وسیع زبان ہے کہ اس کو پوری طرح قابو میں لے آنا یہ ہر ایک کی بس کی بات نہیں، یعنی ہر ایک اس کا ترجمہ کر ہی نہیں سکتا، اور اسی وجہ سے قرآن مجید کا ترجمہ کوئی دعوی کرے کہ میں نے کردیا اس سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں ہے، عرب تو ہنستے ہیں، اگر ان سے کہا جائے فلاں صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے، کہتے ہیں اللہ کے بندوں اللہ کی زبان کا کوئی ترجمہ کرسکتا ہے؟ ہاں یہ کہو کہ قرآن کے مطالب ومعانی کی ترجمانی، یہی سب نے کیا ہے، ہمارے اکابر جتنے ہیں سب یہی کہتے ہیں، ترجمہ کون کرسکتا ہے قرآن مجید کا؟ لا الہ الا اللہ کا کوئی ترجمہ نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ کی زبان کا ترجمہ کرسکتا ہے؟ کسی زبان میں یہ دم ہی نہیں ہے، اسی لئے ساری زبانیں مٹ جانے والی ہیں، سوائے عربی زبان کے، عربی جیسی ہے آج بھی ویسی ہی ہے، قیامت تک ویسی ہی رہے گی، اور قرآن مجید میں لکھ دیا گیا ہے، باقی زبانیں کتنی ہی اچھی ہوں سب کو مٹنا ہے، وہ الگ سی بات ہے ہم ابھی سے اس کی کوشش کریں، سب لوگ مل کر، کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، تو پھر آدمی آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

جھگڑوں کی بنیاد قرآن وحدیث سے تعلق کا فقدان

لیکن ہم لوگوں کا حال تو یہ ہوگیا ہے کہ موٹی موٹی چیزیں بھی نہیں جانتے۔ کیونکہ بات یہ ہے کہ آدمی جب مال دار بھی نہ ہو، اور پڑھا لکھا بھی نہ ہو، اور تکبر بھی ہو تو کیا کرے گا؟ لڑے گا ہی، تو آج پوری قوم ہر جگہ لڑ رہی ہے، جہاں دیکھئے آپ، یہی شکایت ملتی ہے، فلاں دیوبندی یہ ان کی ٹانگ کھینچتے ہیں، جہاں بھی جاؤ بس یہی شکایتیں ہیں، لیکن یہ شکایت اس وجہ سے ہے کہ

شاہ داند بقدر داند جوہری

تو ہم نہ شاہ ہی رہے نہ جوہری، دونوں چیزیں ہم سے چلی گئیں، نہ ہم پہچانتے ہیں قرآن وحدیث کیا ہے؟ اور نہ ہم اس مقام پر ہیں، دونوں ہی حیثیتیں ہی ختم ہوگئیں ہماری، تو اب ذرا ذرا سی بات پر بھڑے رہتے ہیں دست وگریباں رہتے ہیں، یہ ان کے خلاف وہ ان کے خلاف، یہ حسد یہ کینہ یہ کپٹ، یہ سب بیماریاں ہیں، بیمار جب آدمی ہوجاتا ہے تو یہی سب ہوجاتا ہے، اور میں کہتا ہوں ابن خلدون نے بھی یہی لکھا ہے، کہ جو قومیں بوڑھی ہوجاتی ہیں، اور بوڑھے ہونے کے بعد کوئی جوان نہیں ہوتا، یہ اللہ کی سنت ہے، ہاں بس ایک مسئلہ ہے، بوڑھے کا علاج کرتے رہیے، کمر میں درد ہو اسپتال لے جائیے ہاتھ میں درد ہو تو لے جائیے، لیکن آپ یہ چاہیں بوڑھا جوان ہوجائے، ناممکن، ہاں جب انجکشن لگتے ہیں تو تھوڑی سی جوانی آجاتی ہے، جب انجکشن لگا جو اللہ میاں لگاتے ہیں کبھی کبھی، تو اگر پانچ سو M.G. کا ہے، تو زیادہ دوڑے گا رگوں میں، اور اگر کم M.G. ہے تو کم دوڑے گا رگوں میں، تو اس میں اصل یہ بھی ہے کہ ہم بوڑھے بھی ہیں اور بانجھ بھی ہیں، ہمارے اکابر بوڑھے تو ہوئے لیکن بانجھ نہیں تھے بلکہ ان کی اولاد تھی، اس کی وجہ سے آج تک کام چل رہا ہے، اب اگر ہم بانجھ بھی رہے اور بوڑھے بھی ہوگئے، تو سوچیے اگر ہمارا انتقال ہوجائے تو دفنانے کون جائے گا، تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس بات کو بھی نہ بھولیں، یعنی اولاد ہونی چاہیے، بہت

سے لوگ ہوتے ہیں بے چارے اولاد نہیں، لہذا اولاد کی پہلے ضرورت ہے، اولاد کے لیے عقیدہ بعض لوگ خراب کر لیتے ہیں اور کہاں کہاں چلے جاتے ہیں، حالانکہ یہ کام تو ناجائز بالکل ہوتا ہے اس پر بہت سے عجیب واقعات ہیں، غرض کہ پہلی بات تو یہ عرض کرنی ہے ہم سب مل کر یہ طے کر لیں، کہ اپنی اصلاح کرنی ہے، ہر شخص اپنی جگہ عقیدہ پہلے ذہن میں رہے، اور پھر اس کے بعد عبادات وغیرہ وغیرہ۔

احسان، احسان پر موقوف ہے

اس کے بعد یہ قانون بھی سمجھے اللہ کا جو میں نے آیت پڑھی ہے پانچ منٹ میں بتا دیتا ہوں، کہ ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ٦٠) احسان کرو گے تو احسان ہوگا، اور اللہ کے دین کی نصرت کرو گے تو نصرت ہوگی، بس بات ہوگئی، اب احسان جو ہے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے بچوں کو فرعون اٹھا لیتا تھا، اور مار دیتا تھا- اس لیے کہ اس کو خطرہ ہوا تھا کہ میری حکومت چلی جائے گی تو یہ سب کام چل رہا تھا- تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ہم نے موسیٰ پر اور ھارون پر احسان کیا- ورنہ تو کتنی پریشانی میں من الکرب العظیم، سخت مصیبت میں تھے گھٹن میں تھے- اللہ نے جو احسان فرمایا اس سے نکالا تو نصرت کے بعد غلبہ ملتا ہے اور اللہ کے احسان کے بعد نجات، دو چیزیں ہوگئیں تو نجات ہم چاہتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کا جیسا احسان ہوگا تب نجات ملے گی، لیکن احسان کا قاعدہ کیا ہے ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ٦٠) احسان کرو احسان ہوگا۔

احسان کے مستحقین

تو احسان کن پر ہوگا؟ یہ بھی رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے خود ہی فرمایا ابغونی فی الضعفاء، (المستدرك على الصحيحن للحاكم) مجھے تو ضعیفوں میں تلاش کرو کیونکہ آپ تو محسن عالم ہیں اور رحمت عالم ہیں، رحمت عالم کی تشریح الگ ہے، تو آپ کو یہاں سے محسن بتایا کہ آپ محسن عالم ہیں، آپ نے کیا کہا الضعفاء، اور

ضعیف کی کتنی قسمیں ہیں سینکڑوں، اور وہ کام ہم نے چھوڑ دیا، ضعیف والا جو کام تھا، ضعیف پر احسان کرو، اب ضعیف جو ہے بوڑھا بھی ضعیف مریض بھی ضعیف، گمراہ بھی ضعیف، کافر بھی ضعیف، یہ سب ضعیفوں کی فہرست ہے، ان پر احسان کرتے چلے جائیے، آپ نے کہا نا، صحابہ نے عرض کیا ہم تو راستہ پر بیٹھتے ہیں آپ نے پہلے منع کیا، راستہ پر نہ بیٹھو کہا حضرت بغیر اس کے تو ہم نہیں رہ سکتے، ضروری ہے یہ ہمارے لیے یہ، تو ہمارا چوپال ہے، آپ نے کہا کہ پھر حق ادا کرو، سلام کا جواب دو اور جو راستہ بھٹک جائے اس کو راستہ دکھاؤ۔

تو اب دیکھئے وہاں بیٹھنے کا اب حق کیا ہے؟ اب یہاں آپ رہتے ہیں کافروں میں رہتے ہیں تو آپ ان کے لیے فرماتے تھے اللھم اھدبھم وأت بھم، اللہ ان کو ہدایت دے دے، اور ان کو لے آ، اب ہم یہ بھی نہیں کرتے اور دعا بھی نہیں کرتے، یاد رکھئے جو مندروں پر ہو رہا ہے اور قبروں پر ہو رہا ہے ہم نکلتے ہیں تو کتنوں کے دلوں پر چوٹ لگتی ہے اب ان پر احسان کرنا چاہیے تھا کہ یہاں سے نکالتے وہ، اس کا طریقہ پھر الگ ہے پورا، اس کا موضوع الگ ہے، جس کو تھوڑا بہت ہمارے یاسین صاحب نے بتلا دیا، تو جتنا احسان ہم کرتے چلے جائیں گے عورتیں پوری ضعیف ہیں، پوری کی پوری، ان پر احسان ہو، کیسا احسان؟ بیوی پر بیٹی اور ماں پر اور یتیم اور عورت سب پر، احسانات کی شکلیں الگ الگ ہیں جتنی ضعیف کی شکلیں ہوں سب کو سامنے لے آئے اب جب ان پر احسان کریں گے تو اللہ اوپر سے آپ پر احسان کرے گا، ہم تو احسان بالکل نہ کریں اور اوپر ہاتھ اٹھائے رہیں، ہر وقت کہ اے اللہ احسان کردے، احسان کردے، ارے احسان کیسے کرے گا بھائی؟ ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ٦٠) احسان کا بدلہ احسان ہے، تم احسان کرو تم پر احسان کیا جائے گا۔

نصرت دین پر نصرت خداوندی موقوف ہے

ایسے ہی نصرت دین پر نصرت خداوندی موقوف ہے، اللہ کے لیے نصرت آپ کیا

کریں گے؟ اللہ تو خود ناصر ہے وہ تو خود مدد کرتا ہے تو یہاں پر بھی مسئلہ یہ ہے کہ تو اس کے دین کی نصرت جب کرو گے تو اللہ کی طرف سے نصرت ہوگی، اور جب نصرت ہوگی تو غلبہ ہوگا، تو یہاں دین کی نصرت ہو ہر اعتبار سے، اس کی جتنی بھی شکلیں ہوں ہم کو اختیار کرنی پڑیں گی، جب ان دونوں چیزوں کو لے کر چلیں گے، نصرت اور احسان کو تو آپ کو اللہ کی طرف سے غیر معمولی احسان سے نوازا جائے گا، اور کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا، آپ احسان کر کے دیکھ لیجئے، اور جو لوگ جہاں کے احسانات الگ الگ ہو گئے ہیں وہاں کے الگ ہیں، اور آپ نے اس کے نمونہ یہاں بھی دیکھیں ہیں جن لوگوں نے اچھے اعمال کئے تھے اللہ نے ان کو بچایا اور اللہ نے ان کو نوازا ان حالات میں بھی۔

ایسے ہی پورے قوم میں مسلمان اسی کام پر آجائے جس کی یہ ذمہ داری تھی آپ کے پاس الدین ہے آپ کے پاس الاسلام ہے آپ کے پاس رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی سنتیں ہیں۔ آپ نہیں کریں گے تو کون آخر کرے گا، کریں گے پھر عیسائی، آپ سے بڑھ کر وہ کر رہے ہیں لیکن آپ دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں یہ تو عیسائیوں کا کام ہے، اب تو ایسے کہنے والے ہیں حیرت ہوتی ہے کہ بڑی آسانی سے کہہ دیا یہ تو عیسائیوں کا کام ہے، ارے اللہ کے بندوں تمہارے ابا کا کام تھا عیسائیوں نے لے لیا، تمہارے ابا سونے کے بہت اچھے گڑھنے والے تھے بہت شاندار ان کی دوکان چلتی تھی لیکن آپ تو ویسے ہی بیٹھے ہیں فقیر کے فقیر، ہمارے لکھنؤ میں تمبا کو بہت مشہور ہے آپ لوگ جانتے ہیں بہت ایک زمانہ میں نام تھا ان کا کہ غیر مسلم کام کرتا تھا اور نسخہ سیکھ کر اس وقت نمبر ایک پر ساری دنیا میں فقیر ہیں وہاں بیٹھے ہوئے ہیں، اپنی دوکان لیے ہوئے اتنی سی، بس ایسے ہی مسلمانوں کا اس قت حال ہو گیا ہے، کہ ہمارے ابا امیر تھے اور جانتے تھے یہ سارے کام اور ہم سے لے گئے وہ سب سیکھ کر، اور ساری دنیا میں ڈھنڈھورا پیٹ رہے ہیں کرتے کم ہیں ڈھنڈورا زیادہ پیٹتے ہیں اور اسی ڈھنڈورے سے آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں، اور آپ کا حال یہ ہے کہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔

پیام انسانیت کا ایک گوشہ احسان بھی ہے

بس پیام انسانیت کا ایک گوشہ یہ بھی ہے کہ آپ احسان کرنے والے بن جائیں اور اس کی جتنی شکلیں ہیں، وہ ہماری ہی ہیں سب، الحکمة ضالة المومن حیث ماوجدها فهو أحق بها،(سنن ابن ماجة فی باب الحکمة) اس طرح کی جتنی شکلیں ہیں وہ ہماری ہی ہیں اور ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں، اور ہم کو یہ کام کرنا ہے جس دن ہم اس میدان میں آجائیں گے، تو پھر آپ دیکھیں گے کہ ماشاء اللہ سارے مسائل حل ہوجائیں گے جن میں سب سے پہلا مسئلہ یہ ہوگا کہ ہمارے گھر کے مسئلے حل ہوجائیں گے کیونکہ جو دوسروں کی خیر خواہی کرتا ہے اس کے مسئلوں کا حل خود حل ہوجاتا ہے، ہم جب ان کو چھوڑ بیٹھے جو مر رہا ہے وہ مرے، جو جائے وہ جائے، تو اللہ نے کہا اچھا لو آپس میں پھر آپس میں یہ برادری ان سے الجھی ہوئی ہے یہ مدرسے ان سے الجھے ہوئے ہیں، ایک محلہ والے دوسرے محلے والے سے الجھے ہوئے ہیں، عجیب عجیب کشمکش کی حالت میں مسلمان ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ ہوا کیا ہے یہ بوڑھاپے کی علامت کی بات ہے کہ آپس میں لڑ رہے ہیں، اور دوسرے کو گھٹیا سمجھ رہے ہیں ورنہ جب دوسرے کی خیر خواہی ہوتی ہے تو آپس میں سب تعاون کرتے ہیں اچھا اچھا ٹھیک ہے جاؤ، تو کام بنتا چلا جاتا ہے، جس دن ہم اس کو سمجھ لیں گے، ہمارے حضرت مولانا نے پیام انسانیت شروع کی تھی اس لیے تاکہ ہم اپنے مسئلہ سے زیادہ اس کام میں لگ جائیں، تو پھر مسئلے خود حل ہوجائیں گے، اللہ اس کو حل فرمادے گا اور ہمارے جو ایسے مسائل ہیں جن کو سامنے لانا بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا وہ خود انشاء اللہ ختم ہوجائیں گے، اللہ ہم سب کی رہنمائی فرمائے، اور بطور خاص اپنی توفیق سے نواز کر اور بطور خاص ہماری دستگیری فرمائے ہم سب کو اس راستہ پر لگائے، ہم تو نالائق ہیں لیکن وہ تو کریم ہے اور کریم کہتے ہی اس کو ہیں جو نالائقوں کو دینے والا ہو، ہم لوگ بھی اسی طرح بھینک مانگ لیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو کچھ عطا فرمادے۔

شکر الٰہی کی اہمیت اور اس کے طریقے

لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (ابراھیم:۷)

اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اور دیں گے اور ناشکری کرو گے تو ہمارا عذاب بڑا دردناک ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ہی کا سب کچھ ہے ساری فوجیں سارے جانور ساری دنیا، ظاہر اور باطن سب اللہ کے ہاتھ میں ہے، بالکل جس کو چاہے فنا کردے، اور وہ دکھاتا بھی رہتا ہے، کبھی اندر سے کبھی باہر سے، باہر سے کبھی باہر والے پریشان کررہے ہیں، کبھی اوپر والے کبھی نیچے والے، اور کبھی اللہ ایسی ایسی بیماریوں میں مبتلا کردیتا ہے، کہ ہم پریشان ہوجاتے ہیں، تو اللہ نے فرمایا کہ تم ہمارا شکر ادا کرو گے تو باہر سے بھی ٹھیک رہو گے، اور اندر سے بھی ٹھیک رہو گے۔

شکر کا اول مرحلہ

اس کا سب سے پہلا شکر یہ ہے کہ اللہ کی ذات کو اس کی صفات کو ایک مانیں کہ وہ ذات کے اعتبار سے پہلا ہے اور صفات کے اعتبار سے ایک ہے، کوئی اس کے ساتھ شریک نہیں ہے، کیونکہ اگر شریک کیا تو بغاوت ہے خدا کے لیے اور آپ سمجھ لیجیے جو باغی ہوتا ہے اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ ایسے ہی اللہ نے کہا جو ہمارا باغی ہوگا اس کو ہم معاف نہیں کریں گے، اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی کرے گا، ہم معاف کرسکتے ہیں، لیکن جو باغی ہے اس کو ہم معاف نہیں کریں گے، تو پہلی بات ضروری بات اہم بات یہ ہے کہ

ہمارا عقیدہ بالکل درست ہونا چاہیے یعنی اللہ تعالیٰ کے تعلق سے بالکل یہ عقیدہ ہو کہ ﴿ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ﴾(الأعراف:٥٤) اس کے ہاتھ میں ہے پیدا کرنا اور نظام چلانا، اور چلانے میں بھی کوئی شریک نہیں ہے، پیدا بھی تنہا اس نے کیا آسمان بنائے زمین بنائی، انسانوں کو بنایا تمام قسم کے جو جانور ہیں، کیڑے ہیں مکوڑے ہیں، پہاڑ اور سمندر ہیں کھیتی اور کھلیان ہیں، اور باغات اور جنگلات ہیں، خود خدا نے تنہا بنایا ہے، اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ بعض دفعہ دکھاتا بھی رہتا ہے، کہ ڈاکٹر بھی حیران ہو جاتا ہے، اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں ڈاکٹر بھی ٹھیک کر لیتا ہے ان کا سمجھ لو عقیدہ پلٹ گیا، ڈاکٹر نہیں ٹھیک کرتا خدا ٹھیک کرتا ہے، دوا میں تاثیر خدا ڈالتا ہے، یہ جو دیکھتے ہیں دوائی کھائی لیکن فائدہ نہیں ہو رہا ہے، تو یہ دکھاتا ہے اوپر والا کہ دیکھو فائدہ نہیں ہو رہا ہے، جب ہم اللہ کے کہنے کے مطابق دوا کھائیں گے تو فائدہ ہو جائے گا، تو یہ سمجھ کر اگر کھائی کہ ڈاکٹر دوا کھلاتا ہے تو مسئلہ بگڑ جائے گا، تو پھر اللہ میاں کہیں گے جاؤ ڈاکٹر ہی سے بات کر لو، اور جب اوپر والے سے ہی کہیں گے تو اللہ میاں بھی کہیں گے ڈاکٹر سے کہ صحیح دوا دو، اور پھر معاملہ صحیح ہو جائے گا، اسی لیے اوپر سے معاملہ ٹھیک رکھنا چاہیے، سب سے پہلی بات سب سے ضروری بات جس سے جنت ملے گی، اور ہم دنیا سے کامیاب ہو جائیں گے، وہ یہ کہ ہمارا عقیدہ بالکل درست ہونا چاہیے۔

دنیا ایک سواری ہے، ہم اس کے سوار ہیں

اس کے بعد یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ جو پڑھا جاتا ہے ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرة،(رواہ البیھقی فی باب الزھد وقصر الأمل) دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گیے ہو، ہم دنیا کے لیے پیدا نہیں کیے گیے ہیں، آج کل معاملہ بالکل بدل گیا ہے، فکر بدل گئی سوچ بدل گئی، لوگ یہ سمجھتے ہیں دنیا ہی ہے اس کو لے کر اب چلے جائیے امریکہ تک اور ملیشیا سے لے کر انڈونیشیا تک ہر جگہ

روپیہ روپیہ، پیسہ پیسہ، ارے دنیا کو کیا سمجھا ہے آپ نے یہ تو ایک سواری ہے، اس پر آپ سوار رہیے لیکن اگر کوئی سواری کو اپنے اوپر سوار کرلے، تو کیسا بے وقوف بنے گا، سواری ہے تو بہت ضروری، دیکھیے میں سواری سے کہاں آ گیا، سواری آپ کے اوپر سے جاتی یا ٹرین آپ کے اوپر سے جاتی تو آپ کٹ جاتے، جتنی بڑی سواری ہوگی، اتنا ہی آدمی دب کر رہ جائے گا، سائیکل ہے سائیکل کو آپ اوپر ہاتھ میں اٹھا سکتے ہیں، لیکن لوگ کیا کہیں گے سائیکل پر چلنا چاہیے وہ سائیکل کو اٹھائے ہوئے ہے، ایسے ہی کوئی اور چیز ہے تو دنیا سواری کے لیے ہے، یہ نہیں کہ دنیا اپنے اوپر سوار کرلے، لیکن آدمی پر آج دنیا سوار ہوگئی ہے، اور جس پر جتنی بڑی دنیا سوار ہے اتنا ہی وہ پریشان ہوتا ہے، اس لیے کہ دنیا تو بڑی ہوتی ہے، ایک سائیکل ہے ایک موٹر سائیکل ہے پھر گاڑی پھر جتنی بڑی دنیا ہوگی، اتنا ہی وہ دب جائے گا، پھر نکل ہی نہیں پائے گا، دنیا پر سوار ہوئیے لیکن دنیا آپ پر سوار نہ ہو۔

اس وقت کا سب سے بڑا مرض یہ ہے کہ دنیا کی محبت اتنی گھر کر گئی ہے دلوں میں، کہ لوگ سمجھتے ہیں کچھ اور ہے ہی نہیں، آخرت وغیرہ میں۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے، حب الدنیا أم کل خطیئة دنیا کی محبت جو ہے ہر بیماری کی، پریشانی کی، جڑ ہے اسی لیے اس کو اپنے کنٹرول میں رکھیے حدیث میں اسی لیے آتا ہے ہر امت کا ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے ہر چیز کا یہی حال ہے، اونٹ کو آپ دیکھ لیجیے اس کی رسی آپ کے ہاتھ میں ہے، وہ صحیح رہے گا، لیکن اگر لگام ہی نہیں ہے تو پھر کیا ہوگا آپ ٹھی گریں گے اور وہ بھی گر جائے گا، ایسے ہی دنیا، ہو لیکن آپ کے ہاتھ میں ہو، یعنی محبت اللہ اور اس کے رسول سے ہو، اور دنیا اس کے ہاتھ میں ہو، بڑا عجیب معاملہ ہے گھوڑے کی لگام آپ کے ہاتھ میں آجائے تو دیکھتے چلے جائیے، ایسے ہی دنیا ہاتھ میں آجائے تو چلتے چلے جائیے۔

محبت دنیا کے ازالہ کا مؤثر ذریعہ

اللہ کے راستہ میں خرچ کیجئے، خوب دیجئے، اوپر سے بہت آئے گا، کچھ کمی نہیں

ہوگی، لوگ سمجھتے ہیں مال گھٹتا ہے، خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے، زکاۃ سے مال اوپر بڑھتا ہے، اور جو جتنا خدا کی راہ میں دیتا ہے اتنا ہی وہ آگے بڑھتا ہے، اور جنہوں نے تجربہ کیا دل اچھا ہونا چاہیے لیکن دو ہی روپیے دے رہے ہیں، اس میں بھی دل بیٹھا جارہا ہے، تو اس سے کیا ہوگا؟ دل تو بڑا ہونا چاہیے تو اللہ میاں بھی دیتے چلے جاتے ہیں، جب یہ ہوگا تو دنیا کی محبت ختم ہوجائے گی، اور جب محبت ختم ہوجائے گی تو دنیا آپ کے لیے بہترین سواری بن جائے گی، اور پھر آپ جہاں چاہیں وہاں چلے جائیں، اور پھر ایسا نہیں کیا تو آپ دو کلومیٹر بھی سفر نہیں کرسکتے، سائیکل کو آپ کتنی دور اٹھا کر لے جائیں گے، بہت زیادہ ایک کلومیٹر دو کلومیٹر، لیکن ایسا تو نہیں ہے لکھنؤ پہونچ جائیں، لیکن آپ نے دنیا کو اگر اپنے پیر کے نیچے کیا، بس تو پھر مزے ہی مزے ہیں، جدھر گھما دیں گے اتنا پیسہ بڑھتا چلا جائے گا، جو زیادہ دیتا ہے۔

امراء کو خیر کے مواقع زیادہ میسر ہیں

حدیث میں آتا ہے کہ جو غریب تھے وہ رسول پاک کی خدمت میں آئے، اور انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم لوگ تو سبحان اللہ، الحمد للہ پڑھتے ہیں، نماز روزہ رکھتے ہیں، اور یہ پیسے والے پیسے بھی دیتے ہیں، تو بہت آگے بڑھ جارہے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، پڑھ لیا کرو، آگے بڑھ جاؤ گے، تو انہوں نے پڑھنا شروع کیا، غریب لوگ تھے، چاہتے تھے ہم آگے بڑھ جائیں، لیکن جب انہوں نے پڑھنا شروع کیا تو امیر بھی اللہ والے تھے، ان کو معلوم ہوا کہ یہ پڑھ رہے ہیں، تو انہوں نے بھی پڑھنا شروع کردیا، جیسے ہی ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا واہ سبحان اللہ! سبحان اللہ الحمد للہ، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، پڑھنا شروع کیا پھر یہ غریب بھاگے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں آئے، اور کہا یا رسول اللہ امیر بھائیوں کو معلوم ہوگیا، وہ بھی پڑھنے لگے، ہم سے آگے بڑھ گئے، تو آپ نے فرمایا یہ تو اللہ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، معلوم ہوا کہ پیسوں کی اہمیت

دی جاتی ہے، لیکن پیسہ پیر پر ہو سر پر نہ ہو۔ تو جو دنیا کو سر پر رکھے یا دنیا کو سر میں رکھے، دونوں باتیں غلط ہیں، بلکہ اس کو بالکل جیسے پیڈل پر پیر رکھتے ہیں ویسے ہی رکھتے چلے جائیے، بڑھتے چلے جائیں گے، یہ بھی فرمایا ہے ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

دولت پر اگر شکر نہ ہو

حدیث میں آتا ہے ایک جگہ آپ نے فرمایا ھم الأخسرون ورب الکعبة، (رواہ مسند البزار) وہ لوگ بہت گھاٹے میں ہیں کعبہ کے رب کی قسم، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کون لوگ ہیں جو گھاٹے میں ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا جن کے پاس مال و دولت بہت ہے، اور پھر آپ نے فرمایا سوائے ان مال والوں کے جو داہنے لٹائیں بائیں لٹائیں، آگے لٹائیں، پیچھے لٹائیں، پھر آپ نے فرمایا یہ والے لوگ بہت کم ہوں گے، یہ بھی بتلا دیا کیونکہ جب پیسہ آتا ہے تو اپنے ساتھ برائی لاتا ہے آدمی یہ سمجھتا ہے کہ پیسہ آگیا تو موٹر سائیکل آگئی، گاڑی آگئی، پیسہ آگیا، ہوائی جہاز آگیا، تو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم اڑنے لگے، حالانکہ اس کا دماغ نہیں اڑنا چاہیے تھا بلکہ اور زیادہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا، جیسا کہ پھل آجائے درخت پر تو جھک جاتا ہے درخت، اور اگر جڑ اوپر اچھلنے لگے تو کیا ہوگا؟ ڈالیاں ٹوٹ جائیں گی، جس درخت میں پھل جتنے بڑے آتے ہیں، اتنا ہی زیادہ جھکتا ہے ایسے ہی جھکنا چاہیے تھا انسان کو، میں تو اس لائق نہیں تھا اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے نوازا ہے، اے اللہ بڑا شکر ہے تیرا احسان تیرا کرم ہے، اور اے اللہ میں تیرے راستہ میں دوں گا ضرور، تو وہ اور اوپر چلتا چلا جاتا ہے، اور اس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، وہ ذرا جھک جاتا ہے اور اگر تکبر پیدا ہو گیا اور انانیت پیدا ہو گئی تو ظاہر ہے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

پیسہ میں بدبو کب آتی ہے؟

اصل میں ہوتا یہ ہے کہ لوگ سمجھتے نہیں ہیں جیسے کھانا ہے یا پلاؤ ہے یا کوئی چیز جو

آپ کو پسند ہو، عمدہ اور شاندار آپ بھوک لگ کر کھائیں گے تو کھاتے رہیے لیکن جب آپ بھر پیٹ کھائیں گے تو اس سے زیادہ کھانے پر آپ کو قے ہو جائے گی، جو آپ نے اچھا کھایا تھا وہ بدبو والا ہو جائے گا، اس طرح پیسہ جب زیادہ آجاتا ہے اور اس کا استعمال آدمی صحیح نہیں کرتا، تو اس کے اندر بدبو آجاتی ہے تکبر کی، گھمنڈ کی، اسراف کی، فضول خرچی کی، دکھاوے کی، شہرت طلبی کی، اور جہیز جہیز کے چکر میں ڈال کر دوسروں کو پریشان کرنے کی، بدبو آنے لگتی ہے، اور لوگ اس سے بھاگنے لگتے ہیں، اسی لیے دیکھا ہوگا ایسے لوگوں کے پاس بیٹھتے نہیں کوئی، فلاں بڑا متکبر ہے، بڑا نالائق ہے۔

انسان مخدوم ہے، دنیا خادم

اللہ تعالیٰ نے ہم کو گویا کہ راستہ دکھا دیا ہے، کہ تم کو اللہ نے اپنے لیے پیدا کیا ہے، اور دنیا کو تمہارے لیے پیدا کیا ہے، اب اسی سے ایک بات پیدا ہوگئی، کہ دنیا جب خادم ہے اور مخدوم آپ ہیں، تو اگر کوئی مخدوم اپنے خادم کے آگے سر جھکا دے، تو اس سے بڑا بے وقوف دنیا میں پیدا ہوا ہے کوئی؟ زمین ہماری خادم، درخت ہمارا خادم، پہاڑ ہمارا خادم، آسمان ہمارا خادم، یہ سب ہمارے ہی لیے اللہ نے بنائے ہیں، اور ہم ان کی پوجا کرنے لگے یا ان کے آگے جھکنے لگے تو ظاہر ہے کوئی آقا ہو یا کوئی سردار ہو، اور اس کا بالکل معمولی غلام اس کو سجدہ کرے کھڑا ہو کر سامنے یہ سردار اس کو سجدہ کرے تو سب کہیں گے پاگل ہو گیا ہے آخری درجہ کا، تو اس کو سوچنا چاہیے کہ اللہ نے یہ ساری چیزیں ہمارے لیے بنائی ہیں اور ہم کو اپنے لیے بنایا ہے، تو یہ دل اللہ کو دیا جائے، پیشانی جھکانے سے توحید صحیح ہوگی، اور دل اللہ کو دے کر دنیا کا معاملہ صحیح ہو جائے گا، اور جب دونوں چیزیں ہماری صحیح ہو جائیں گی تو دنیا بھی ہماری صحیح ہو جائے گی اور آخرت بھی ہماری صحیح ہو جائے گی، اور جب دونوں چیزیں خراب ہو جائیں گی عقیدہ بھی گیا اور محبت بھی گھر کر گئی، تو پھر نہ دنیا ہماری اور نہ آخرت ہماری، نہ خدا ہمارا نہ رسول ہمارا، ہر جگہ پریشانی ہر جگہ پشیمانی، اور اسی آدمی ہر جگہ دنیا اور آخرت میں عاجز و پشیمان ہو کر رہے گا۔

دونوں مسئلے حل کرنے کی ضرورت

میرے بھائیو اور دوستو! زیادہ لمبی بات مجھے کرنی بھی نہیں اور وقت بھی نہیں ہے ،صرف بتانا یہ ہے کہ یہ دو مسئلے حل کر لیجئے ،سارے مسائل حل ،ساری پریشانیاں دور، اور انہی دونوں کی وجہ سے ساری پریشانی ہے،لوگ اس کو سمجھتے نہیں ہیں ،معمولی سی بات ہے، میں نے آپ کے سامنے رکھی، اور آپ کے سمجھ میں آ گئی ہوگی ،اگر اس پر عمل ہو جائے بس پھر اب دیکھیے آپ کے گھر میں راحت ہوگی، عافیت ہوگی، خیریت ہوگی ،اطمینان ہوگا، سکون ہوگا، اور اگر یہ نہیں ہے تو بیوی شوہر سے شوہر بیوی سے لڑکا باپ سے باپ لڑکے سے، محلہ والا محلہ والے سے، پڑوس پڑوس سے، وہ کرے گا، جو آج کل ہو رہا ہے، اس کو بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، کیا کیا بتایا جائے آج بیٹے باپ سے ناراض ونالاں ہیں ، اور باپ بیٹوں سے نالاں ہیں ، بھائی بھائی سے لڑ رہا ہے، بیوی شوہر شوہر بیوی سے، عجب قیامت کا عالم قیامت سے پہلے قائم ہو گیا ہے لیکن یہ نتیجہ اسی کا ہے اگر ہم صحیح کام کریں تو پھر سمجھئے معاملہ صحیح ہو جائے گا، جیسے جب گاڑی نئی آتی ہے اور کوئی پرزہ ادھر ادھر نہیں ہوتا، تب ٹھیک چلتی ہے، لیکن جب گاڑی پرانی ہوتی ہے، تو ہر طرف سے چوں چوں کرتی ہے، اصل میں ہم سب لوگ ہو گئے پرانے ،اسی لیے ہر طرف سے ہماری گاڑی چوں چوں کر رہی ہے، آوازیں نکل رہی ہیں، کہ جب اس کو صحیح کریں گے، تو آواز خود نکلنا بند ہو جائے گی، تو فٹنگ خراب ہو گئی ہے، بہت اچھے میکانک کے پاس جانے کی ضرورت ہے، تاکہ وہ گاڑی صحیح کر دے، پھر دیکھئے کتنی عمدہ چلتی ہے، بس میرے بھائیو اور دوستو! ہم سمجھیں اور اس کے مطابق اپنے کو ڈھالنے کی کوشش کریں، اور اپنی مشین کو صحیح کریں، جیسے کہ اللہ نے بنایا جب اللہ نے بنایا ہے ویسے ہی استعمال کریں گے تو صحیح رہے گا، اور اس کے خلاف استعمال کریں گے تو ظاہر ہے کہ خراب ہوگا، اب یہ سڑک پر موٹر چلتی ہے اس کو کھیت میں جوت دیں تو کیا ہوگا اس کا پہیہ نکل جائے گا کچھ دنوں میں ڈائیور صاحب کو اندازہ ہوگا

میں کہاں لے آیا ہوں، تو اللہ میاں نے اچھی سڑک بنادی ہے آپ الٹے لیے جارہے ہیں، آپ کے لیے سیدھا راستہ High Way بنادیا ہے اللہ میاں نے جنت کا، اپنی گاڑی کو ڈالئے گذرتے چلے جائے، لیکن آپ نے ہڑتال کردی، کہیں جام لگادیا، کہیں چکہ جام کہیں ہڑتال، کہیں لڑائی تو پھر آپ کی گاڑی پھنسے گی ادھر ادھر، اور پہیے نکل جائیں گے، کبھی بھسٹ ہوجاتی ہے، کبھی پنچر ہوجاتی ہے اسی لیے اللہ میاں کے یہاں کوئی ہڑتال نہیں ہے، فرشتے جو ہیں ﴿فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ﴾ (البقرۃ:٦٨) جو حکم دیا جاتا ہے اسی کو کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

اختیار اور غیر اختیار کا فرق

آپ کو اللہ میاں نے اختیار دیا ہے تھوڑا سا، اس تھوڑے میں آپ بہت کچھ صاف کردیتے ہیں، تھوڑا کتنا ہے اس کی لمبی تفصیل ہے لیکن ایک مثال سے بات سمجھادیتے ہیں، کہ حضرت علی سے پوچھا کہ انسان کے کیا کیا اختیار ہیں یا نہیں ہیں، تو حضرت علی نے ان سے کہا کہ ایک پیر اٹھاؤ، انہوں اٹھالیا، فرمایا دوسرا اٹھاؤ، بولے نہیں اٹھاسکتے، کہا بس یہی اختیار ہے ایک پیر کا اختیار ہے، اسی لیے آج جو ہم اختیار استعمال کرتے ہیں، ان کو غلط کرلیتے ہیں، غلط کرنے سے جھگڑا ہوتا ہے، اور صحیح کرلینے سے صحیح چلتا رہتا ہے، لیکن ایک اٹھائے پھر رکھے، تبھی اختیار صحیح ہوگا، اور صحیح طور سے بڑھتا چلا جائے گا، ایک اٹھاتا ہے پیر ایک رکھتا ہے، لیکن اگر آپ نے کہا کہ ہم اپنے اختیار غلط استعمال کریں گے تو پھر کیا ہوگا جیسے لڑکیاں کھیلتی ہیں نا ایک پیر سے، بس ویسے ہی کھیلتے رہیے اور اگر دونوں ملاکر چلیں گے اور زیادہ گریں گے، اس لیے اختیار اور جو اختیار نہیں ہے دونوں کو سمجھئے ایک پیر اٹھا کر دوسرا رکھئے، دونوں کو برابر لے کر چلئے، تو آپ چلتے چلے جائیں گے، اور جہاں دونوں ایک ساتھ بڑھائے، یا تو اوندھے منھ گریں گے یا لنگڑے لولے ہوکر چلیں گے، بس یہی ہورہا ہے اس وقت، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

دین خالص مطلوب ہے

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد الأنبياء والمرسلين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله وصحبه الغر الميامين وعلى من دعا بدعوتهم الىٰ يوم الدين، أما بعد!

میرے محترم ومکرم حضرت مولانا مغیثی صاحب، علمائے کرام اور حاضرین اجلاس!

آپ حضرات بہت دیر سے اچھی اچھی باتیں سن رہے ہیں، ابھی مزید اچھی باتیں سنیں گے، اور اچھا بننے کے لیے اچھوں کی اچھی باتیں بہت مفید ہوا کرتی ہیں، اور ہم لوگ اسی لیے جمع ہوتے ہیں، کہ اچھے ہو جائیں، اور یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ اچھے دیکھنے میں ہم نظر آنے لگے ہیں، اور ہمارے مدارس بھی ماشاء اللہ بڑھتے جارہے ہیں، اور ظاہری سامان بھی ماشاء اللہ بہت ترقی پر ہے اس میں کوئی شبہ نہیں، اور یہ بہت اچھی بات ہے، لیکن چند باتیں ذہن میں رکھنی چاہئیں ہم کو بھی آپ کو بھی، اور خاص طور سے جس علاقہ میں ہم بیٹھے ہیں، میں جیسے ہی یہاں پر آیا تو مجھے یاد آیا پہلے سے مجھے معلوم تھا کہ یہیں رائے پور ہے، چند میل کے فاصلے پر، اور رائے پور کا ایک پیغام ہے، جس کے حاکم حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ تھے، جن کو سب نے مان لیا، جن کو سب نے تسلیم کرلیا، اور جنہوں نے نہ جانے کتنوں کو بنادیا، جن کو انہوں نے بنایا ان کو ہم نے بنایا ان کو ہم نے دیکھا، تو اندازہ ہوا کہ وہ بنانے والا کیسا رہا ہوگا، جس نے ان حضرات کو بنایا، اور ان کو رحمت والا بنادیا، مہربانی والا بنادیا، شفقت

والا بنادیا، کہ سارے عالم میں گھوم کر رحمت کا، شفقت کا انہوں نے درس دیا

رحمت کا ابر بن کر جہاں بھر میں چھائیے
عالم جو جل رہا ہے برس کر بجھائیے

رحمت کم زحمت زیادہ

اس وقت حالات بہت نازک تر ہیں، رحمت کے بالکل برخلاف ہیں، اس وقت معاملہ رحمت تو اس وقت کم ہے زحمت زیادہ ہے، نقطہ لگ گیا ہے، اس نقطہ کو دور کرنے کی ضرورت ہے، میں آتا جاتا رہتا ہوں، میں نے ایک بات عرض کی تھی کہ بوڑھی قوم مسلمان اس وقت من حیث القوم بوڑھی ہوگئی ہے، اور ظاہر ہے بوڑھاپے میں جو امراض ہوتے ہیں، وہ سارے موجود ہیں، اور ہمارے یہ محترم حضرات بوڑھاپے کو دور کرنے کے لیے انجکشن دیتے رہتے ہیں، یہ کانفرنس اور یہ اجلاس یہاں تک کہ اور کام دین کے ہو رہے ہیں، یہ سب اسی کے لیے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ کوئی بوڑھا ہو جائے چاہے انجکشن کتنا ہی دیا جائے، پورا جوان نہیں ہوسکتا، کوششیں سر آنکھوں پر وہ ہوتی رہیں گی، لیکن کچھ جوانوں کی ضرورت بھی ہے، وہ جوان اگر آتے رہیں جیسے کوئی بوڑھا ہے اس کے پانچ بیٹے ہیں تو جوان ہے، تو یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہا ہے، یہ سلسلہ کچھ کمزور سا معلوم ہونے لگا ہے، اس کو ذرا طاقت ور ہونا چاہیے۔

صحیح میکانک کی ضرورت

افسوس کی ایک بات یہ کہ آج ہمارے کام سارے ہو رہے ہیں، لیکن مسئلہ یہ ہے ہوا نہیں لگ رہی ہے کہ کیا ہو رہا ہے؟ اس کو ایک مثال سے واضح کئے دیتا ہوں، لکھنؤ میں میں رہتا ہوں، وہاں ایک دوکان ہے، چھوٹی سی، وہاں میں بیٹھا کرتا تھا تو ایک دن یہ دیکھا کہ پنکھا بڑا زور سے چل رہا ہے، لیکن ہوا نہیں لگ رہی ہے، تو اس پنکھے کے لیے میں نے میکانک بلایا، جب وہ آئے تو میں نے ان سے کہا، کہ دیکھو پنکھا تو چل رہا ہے اتنا زور سے لیکن ہوا نہیں لگ رہی ہے، اس نے جب اوپر چڑھ کر دیکھا تو کہنے لگا، پر الٹے لگ گئے

ہیں، تو اس وقت بھی معاملہ یہ ہے کہ ہمارے پرالٹے لگ گئے ہیں، تو کام دیکھنے میں بہت ہورہا ہے، لیکن ہوا نہیں لگ رہی ہے، جو تبدیلی ہونی چاہیے جو اثرات پڑنے چاہئیں، جو نتائج مرتب ہونے چاہئیں، اس میں بڑی کمزوری ہے اس کو دور کرنا چاہیے، اور یہ بات مجھے یہاں آکر اور زیادہ یاد آئی، کہ ایک شخص تھا جو چند میل کے فاصلے پر بیٹھا تھا، اس کے پاس لوگ آتے تھے اپنے پر لیکر اور وہ وہاں کونے میں بیٹھ کر پر صحیح کرتا تھا، اور جس کے پر ٹھیک ہوجاتے تھے تو ظاہر ہے کہ وہ اڑنے بھی لگتا تھا، اور جہاں جاتا تھا اس کی ہوا بھی لگتی تھی، جہاں بیٹھ جاتا تھا جس جگہ بیٹھ کر پی لے، وہی میخانہ بنے، اور لوگوں کا حال یہ ہوتا تھا، جس راستے سے گذر جاتے تھے، وہاں حالات بدل جاتے تھے، اور ہمارا الٹا ہے جہاں ہم چلے جاتے ہیں، وہاں حالات اور خراب ہوجاتے ہیں، اسی لیے دیکھنا چاہیے کہ کہیں معاملہ گڑبڑ تو نہیں ہے، کہیں آگے تو نہیں بڑھ رہا ہے، لیکن اب میکانک کم ہوگئے ہیں، کس کے پاس جاکر ٹھیک کرائیں، اسی لیے بعض دفعہ کام ذرا معمولی ہوتا ہے۔

ہمارے یہاں گھر میں ٹلو پمپ تھا، پانی نہیں پھینک رہا تھا، بڑے بڑے کاریگر آئے، پانی نکلتا ہی نہیں تھا کسی سے، تو ایک بڑے میاں آئے انہوں نے کہا کوئی مسئلہ نہیں ہے، ذرا سا تاگا منگوائیے، انہوں نے تاگا منگایا، اور انہوں جوڑا، تار بجلی سے لگایا، اور کہا اب دبائیے بٹن، بس پانی پھینکنے لگا، اوپر تک پانی ہوگیا تو اب ذرا سا مسئلہ تھا لیکن ایسے میکانک کہاں ہوں؟ جو یہ دیکھیں کہ یہ پر کیسے صحیح ہوگا، اور پر اتنے الٹے ہوگئے ہیں، کہ ان کو صحیح کرنا بہت ایک بڑا کام ہے، اس وقت ضرورت تو بڑے بڑے کاریگروں کی تھی، ہمارے حضرت مولانا ایک موقع پر فرمانے لگے کہ حالات اتنے خراب ہیں، کہ ایک شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی ضرورت ہے، صرف شیخ عبدالقادر رائے پوری کی نہیں، شیخ عبدالقادر جیلانی کی ضرورت ہے۔

دھوئیں سے سب متاثر ہیں

حضرت مولاناؒ نے ایک موقع سے یہ فرمایا اس وقت حالات اور معاصی اور گناہ

اتنے ہیں، کہ اولیاء اللہ کے قلوب بھی متاثر ہیں، جس طرح یہ موٹریں یہاں کھڑی ہوئی ہیں، آپ سب تو نہیں بیٹھ رہے ہیں، لیکن اس کے دھوئیں سے آپ بھی متاثر ہیں، ایسے ہی ہر طرف گناہ کی گرم بازاری ہے جس سے لوگ گناہ نہیں کر رہے ہیں وہ بھی متاثر ہیں، اور ان کے دل پر بھی اس کے اثرات پڑ رہے ہیں، لیکن ہم لوگ مانتے ہیں اور اس کو دھونے کی فکر نہیں کرتے، ہونا یہ چاہیے تھا جیسا ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ عالم کو قطب نما ہونا چاہیے، عالم کا کام صرف یہ ہے کہ قبلہ بتائے، یہ قبلہ ہے چاہے اس کو کتنا ہی گھما دیا جائے، آپ قطب نما کو بس رہنے دیجئے، لیکن چکر دینے کے بعد وہ بتائے گا کہ یہ قبلہ ہے، لیکن ہم لوگوں کا ایسا قطب نما ہے کہ چکر کھا جاتے ہیں، پھر جو چاہے چکر میں گھما دے، قبلہ بدل جاتا ہے، قبلہ نہیں بدلنا چاہیے، قبلہ ایک ہی ہے، اور قبلہ اگر بدل جائے گا تو آج جو ہمارے حالات خراب ہیں، تو اس لیے کہ ہمارا قبلہ بدلا ہوا ہے، اور

برا ہمی نظر پیدا بڑی مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کر سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

شیطان بہت عقل مند ہے

ہمارے حضرت مولانا نے ایک موقع سے یہی فرمایا کہ آج اللہ کے جو نیک بندے ہیں، تو شیطان بڑا عقل مند ہے، ایسا نہیں ہے کہ شیطان کسی نیک بندے سے آ کر یہ کہے کہ تم چوری کرو، تم زنا کرو، حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے اگر شیطان کسی آدمی سے ایسا کہہ دے تو چانٹا کھا جائے گا، بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ حضرت آپ سے بڑا کوئی نہیں ہے، آپ کے پاس سب کو آنا چاہیے، آپ کسی سے نہ ملئے گا، آپ نہ جائیے، آپ بڑے آدمی ہیں، آپ کیوں کسی کے یہاں جائیں گے، ساری دنیا کو آپ کے پاس آنا چاہیے اب دیکھئے کہاں سے چکر مارتا ہے، تو ہمارا معاملہ جو ہے وہ آج ہر طرف سے الٹا ہو گیا ہے، مثلاً میں ایک بات عرض کروں گا کہ قرآن مجید کو ہم اٹھا کر دیکھ لیں۔

داعی کا پہلا فریضہ دعوت الی التوحید ہے

قرآن مجید میں تمام انبیاء کرام کو جہاں بھی تذکرہ ہے تین باتیں ہر نبی کے ساتھ یا چار باتیں ہر نبی کے ساتھ ہیں، ایک تو پہلا کام نبی کا یہ ہوتا ہے کہ دعوت الی التوحید، توحید کی دعوت دے، آج ہماری تقریریں اس سے بھی خالی ہوگئیں، ہمارا کام اس سے زیادہ ہوگیا سب سے پہلا کام توحید کی طرف دعوت دینا ہے، اور خاص طور سے ہمارا یہ ملک جو گہوارۂ شرک ہے، یہاں شرک کی آندھیاں چل رہی ہیں، شرک کی برسات ہے، شرک کے طوفان ہیں، ایسے میں تو ضرورت سب سے زیادہ ہے، لیکن بعض حضرات دوسری باتیں کرتے ہیں، وہ بھی ضروری ہیں، لیکن ضرورتاً اصلاً ہم وارثین ہیں انبیا کے، پہلا کام ہمارا یہی ہونا چاہیے حضرت مولاناؒ نے ایک جگہ دعوت الی التوحید دی، آج تک لوگ ان کو کیا کیا نواز رہے ہیں، اگر ہم بھی دعوت الی التوحید کا کام کرتے، اور اس کو لیتے، لیکن بجائے اس کے نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر بھی شرک آرہا ہے، اور ایسا آرہا ہے کہ ہم نے بہت کچھ پکڑا نہیں، اور ظاہر ہے شرک جو ہے یہ پائخانہ اور پیشاب کی طرح ہے، اگر آپ دودھ میں ڈھائی کلو یا دس کلو دودھ ہے ڈھائی سو گرام پیشاب ڈال دیں، دودھ ناپاک ہوجائے گا، ایسے ہی معاملہ شرک کا ہے، اگر شرک آجاتا ہے، تو ہمارے حالات بگڑ جائیں، عقیدہ ہمارا گیا، لیکن ہوتا کیا ہے کہ عقیدہ کی ہم کو فکر ہی نہیں ہے، حالانکہ انبیاء کو عقیدہ کی فکر تھی، اور کمال آگیا، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مواعظ کو اٹھا کر دیکھ لیجئے، تو معلوم ہوتا ہے تیر و نشتر چل رہے ہیں، انہوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ یوں سمجھ لو کہ ایک بادشاہ ہے، جو کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، اور ایک غلام ہے جس کو باندھ دیا گیا ہے، پیڑ پر، اور کس دیا گیا ہے شاخوں میں، یہ یہاں سے بیٹھا ہوا ہے، تیر نکالتا ہے اور مارتا ہے، پھر دوسرا تیر نکالتا ہے پھر مارتا ہے اور جب وقت آتا ہے تو اس کو چھوڑ کر بادشاہ کو مارنے لگے تو آپ کیا سمجھیں گے، اس طرح تھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی۔

کسی بھی ولی یا قطب کے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا

ہم لوگوں کا حال کیا ہو گیا ہے کہ ہم لوگ اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، سب سے کہیں گے اور جا کر دعائیں بھی کریں گے اس میں بعض دفعہ غلو بھی ہو جاتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کچھ نہیں ہوگا، کچھ نہیں ہوتا، کوئی بڑے سے بڑا ولی ہو، کوئی بڑے سے بڑا قطب ہو، کوئی بڑے سے بڑا دیندار ہو، بڑے سے بڑا آدمی ہو، کوئی حاکم ہو، کوئی سیاسی ہو، کچھ نہیں کر سکتا، اللہ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے، عقیدہ صحیح ہونا چاہیے، آج عقیدہ ہمارا پامال ہو گیا ہے، اسی وجہ سے ہماری توانائی ختم ہو گئی، ہمارے اندر مقابلہ کے سامنے جو ٹھہرنے کی طاقت تھی وہ ختم ہوتی جا رہی ہے، اوپر والے سے جو تعلق ہونا چاہیے تھا وہ تعلق نہیں رہا، آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں کہ ان کے کرنے سے ہو جائے گا، ان کے کرنے سے ہو جائے گا، ارے کسی کے کرنے سے کچھ ہونے والا نہیں، جس کو ہمارے ایک بزرگ نے کہا- ان سے لوگ دعا کرانے آئے- کہا کہ دعا کر دیجئے، کہا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، دعا کی اور کام نہیں بنا، پھر آئے تو کہا حضرت دعا کر دیجئے کام نہیں بنا، پھر آئے تو کہا حضرت دعا کر دیجئے کام نہیں بنا، جب دو تین دفعہ ہوا، تو بزرگ کہنے لگے کہ اللہ میاں سے لڑیں؟ کہہ سکتے ہیں، آپ بھی کہہ سکتے ہیں، اور ہم بھی، اس لیے بات بالکل صاف ہونا چاہیے عقیدہ بالکل صاف ہونا چاہیے نبی بھی یعنی رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام بھی شریک نہیں، ایسا نہیں ہے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام بھی شریک ہوں، کوئی نبی شریک نہیں، کوئی ولی شریک نہیں، کوئی ابدال شریک نہیں، کوئی قطب شریک نہیں، کوئی شریک ہوتا ہی نہیں ہے، ہوتا یہ ہے کہ چپکے سے داخل ہو جاتے ہیں، مثالوں کا وقت نہیں ہے ورنہ مثالیں بھی دے دیتا، کیونکہ مثالیں مجھے ملی ہیں ایسے ہی نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ میں تو حیرت میں پڑ گیا، کیا ہو گیا ہے آخر لوگوں کو؟ اس طرح بات کہہ دیتے ہیں، جو سراسر شرک ہے، اس لیے بہت حساس ہونا چاہیے۔

دین بلا ملاوٹ والا محبوب ہے

میرے بھائیو! ایک تو اس کی ضرورت ہے، کہ سب سے پہلا کام ہمارا عقیدہ درست ہوجائے، اور اس کے بعد پھر عبادات ہیں، عبادات بھی درست ہوجائیں، اس لیے کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے، ﴿اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِص﴾ (الزمر:۳) اللہ تعالیٰ کو بلا ملاوٹ والا دین چاہیے یعنی بغیر ملاوٹ کے دین چاہیے اگر ملاوٹ ہوجائے گی تو ظاہر ہے اللہ میاں کے یہاں تو ہر چیز کا علم ہوجاتا ہے، جب ہم یہاں معلوم کر لیتے ہیں، کہ دودھ میں کتنی ملاوٹ ہے تو وہاں نہیں پتہ چل جائے گا؟ آج ہمارے کاموں مین ملاوٹ ہے، جیسے خون ابھی آتے ہیں، ڈینگو اور پتہ نہیں کیا کیا بخار آج کل چل رہے ہیں، وہاں خون لیتے ہیں، اور تھوڑا سا لیتے ہیں، لیکن جب اس کو لے جاتے ہیں، تو اس کی رپورٹ اتنی بڑی آتی ہے، یہ اتنا ہے، یہ اتنا ہے، دو روپیہ کی رپورٹ اور خون اتنا سا، ایسے ہی ہمارے اعمال اور اللہ میاں کے یہاں رپورٹ تیار ہے، کہ کتنی ملاوٹ کہاں ہوئی ہے، اور وہاں سب پورا ہاتھ میں دے دیا جائے گا، پورا چیک ہوجائے گا، اتنی ملاوٹ یہ ہے، اتنی ملاوٹ یہ ہے، تو اب جب ملاوٹ کا یہ عالم ہے تو اس کا فائدہ کیا ہوگا؟

سیاسیات اور معاشیات کا دورہ

اس کے ساتھ ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے اوپر آج معاشیات اتنی سوار ہوگئی ہیں، سیاسیات اور معاشیات، سیاست جو ہے یہ عربی کا لفظ ہے اور سیاست بہت اچھی چیز ہے، اس اعتبار سے کہ سیاست کہتے ہیں چلانے کو، تدبیر کو، اور اچھے طریقے سے لے جانے کو، لیکن آج کل سیاست بالکل الٹی ہوگئی ہے، یعنی سیاست کا مطلب اس وقت یہ ہے کہ جو اندر ہے وہ باہر نہ ہو، جو زبان سے کہہ رہا ہے وہ دل میں نہ ہو، یہ سیاست کا آج کل مطلب ہے، اور اکثر سیاسی لوگوں کا یہی معاملہ ہوتا ہے، ہمارے یہاں حضرت مولانا بیعت فرمایا کرتے تھے، ایک ہمارے یہاں وزیر اعلیٰ تھے بہت مشہور تھے، ان کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ جو ان سے کہے وہ نہیں ہوتا ہے، یہ ہے

سیاست کو خراب کرنا، گندا کرنا، اور ظاہر ہے کہ جب گندا کر دیا تو سیاست مشہور ہی ہوگیا کہ سیاست کے معنی برے، حالانکہ سیاست اچھی چیز تھی، اس کو خراب کیا ہم لوگوں نے، ایسے ہی ہم لوگ اس کو خراب کرتے چلے جائیں گے، تو کام ہوگا کیا؟

علماء کی ذمہ داری

ہمارے علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان تمام چیزوں پر نظر رکھیں، اور ماشاء اللہ ایسے بڑے بڑے علماء موجود ہیں، جن کی ذمہ داری ہے، ان پر ذمہ داری ڈالی ہے اللہ نے، اور اللہ نے یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ وہ بار بار ٹھیک کرتے رہیں، اور جس طرح ہمارے حضرت رائے پوری بیٹھے رہتے تھے، ہر جماعت کا آدمی آتا تھا، اور وہ آکر پوچھتا تھا کہ حضرت یہاں گاڑی پھنس گئی تو اس کو ٹھیک کر دیتے تھے، بس گاڑی چل پڑتی تھی، تو آج ہماری گاڑیاں پھنسی ہوئی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کو ٹھیک کرلیں، ہم درست اور صحیح بن جائیں، اور آگے بڑھ جائیں، اور یہ کام جو ہو رہے ہیں، ان کا اثر بھی اچھا پڑے برا نہ پڑے، بس پھر ہمارے حالات درست ہو جائیں گے، اور پھر ایسا نہیں ہوا تو حالات تو ایسے ہیں معلوم ہوتا ہے جیسے حدیث میں آیا ہے آخری دور میں نماز پڑھنے والے بڑھ جائیں گے، لیکن پوری مسجد میں ایک آدمی بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہیں ہوگا، نمازی تو بڑھ جائیں گے لیکن خشوع سے نماز پڑھنے والا کوئی نہیں رہے گا، تو اللہ تعالیٰ خشوع کے ساتھ ہم سب کو نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے عقائد کی اصلاح فرمائے، اور تمام جو ہمارے مقاصد ہیں ان کو بروئے کار لانے کی ہمت دے، اور صحیح ارادہ و توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

انسانیت کے دونور

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ خاتم المرسلين شفيع للمذنبين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ من تبعهم ودعا بدعوتهم الىٰ يوم الدين ، أما بعد! فقد قال الله تعالىٰ في القرآن المجيد أعوذبالله من الشيطن الرجيم، ﴿انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون﴾ (الحجر: ۹).

میرے بزرگو دوستو اور دینی بھائیو!

اللہ نے پوری انسانیت کی ہدایت کے لیے اپنے ہدایت نامے آسمان سے نازل فرمائے، اور ان ہدایت ناموں پر عمل کروانے کے لیے انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیمات کو مبعوث فرمایا، تاکہ جو قانون جو دستور، طریقۂ زندگی، کتاب الٰہی، کتاب آسمانی کی شکل میں دیا جارہا ہے، اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے نمونہ بھی سامنے رکھا جائے، اس طرح یہ دو چیزوں کی روشنی اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمائی، اسی وجہ سے ان دو کو قرآن مجید میں نور کہا گیا ہے، یعنی اللہ کی کتاب بھی نور ہے، اور نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات والا صفات بھی نور ہے، اور گویا کہ یہ کہہ دیا گیا جو اپنا تعلق ان دو نوروں سے رکھے گا، وہ محفوظ بھی رہے گا، مرفوع بھی رہے گا، محبوب بھی رہے گا، مقبول بھی رہے گا، مرفوع بھی رہے گا، محفوظ اس طور پر رہے گا کہ اس کو قرآن سے نسبت ہوگی، اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے نسبت رکھنے کی وجہ سے اللہ سے ان دو نسبتوں سے اللہ کی نسبت حاصل کرنے والا بن جائے گا، اور جب اللہ تعالیٰ کی نسبت حاصل کرنے

والا بن جائے گا تو محفوظ ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کو ہم ہی نے نازل کیا ہے، الذکر کو، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، یعنی ایسا نہیں ہے کہ کسی کے بل بوتے پر قرآن موجود ہو، محفوظ ہو، اور ایسا بھی نہیں ہے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات والا صفات کسی کی حمد و منقبت اور درود وسلام کی وجہ سے محفوظ ہو، بلکہ یہ دونوں محفوظ ہیں، محبوب ہیں، مقبول ہیں، اللہ تعالیٰ سے تعلق کی وجہ سے، اللہ سے نسبت کی وجہ سے، اور اللہ نے فرمایا ہم حفاظت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حفاظتی نظام

قرآن مجید کی حفاظت تو اللہ تعالیٰ اس طرح سے فرمائے گا، کہ اس کے حروف میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا ہے، اس کے زیر وزبر میں کوئی زیر وزبر نہیں کرسکتا ہے، کوئی الٹ پلٹ نہیں کرسکتا، اس میں کوئی گھٹا بڑھا نہیں سکتا، جیسا تھا ویسا ہی ہے، ویسا ہی رہے گا، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا، ہزار چاہے تو بھی نہیں کرسکتا، لاکھ چاہے تو نہیں کرسکتا، ساری دنیا چاہے تو نہیں کرسکتی، یہاں تک کہ مسلمان بھی چاہیں تو نہیں کرسکتے، یہ اللہ کا نظام ہے، جو اللہ کا چلایا ہوا ہے، یہ اللہ کی حفاظت ہے، جو اللہ کی دی ہوتی ہے، اسی لیے قرآن مجید میں کوئی تغیر وتبدل نہیں کرسکتا، کوئی گھٹا بڑھا نہیں سکتا، اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو یاد کرنا آسان بنادیا، ایک ہمارے پاس وہاں ندوہ میں سکھ بھائی آئے، اور ہم سے کہنے لگے قرآن مجید کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، اور قرآن کے معلومات کے سلسلہ میں دو راستے ہیں ایک تو یہ ہے کہ میں مطالعہ کروں، study کروں، وہ لمبا راستہ ہے، اور پہونچوں یا نہ پہونچوں نہیں کہا جاسکتا، اور ایک یہ ہے کہ جو قرآن مجید کا اسپیشلسٹ ہوتا ہے، اس سے رابطہ قائم کروں، یہ شارٹ کٹ راستہ ہے، محفوظ رہوں گا، لوگوں نے آپ کا نام بتادیا اس لیے آگیا، میں نے کہا پوچھیے، کیا پوچھتے ہیں، تو جو باتیں انہوں نے پوچھیں وہ تو اپنی جگہ پر میں نے کہا، قرآن مجید ہر پیریڈ میں کیا آپ یہ سمجھتے ہیں نہ گھٹایا گیا نہ بڑھایا گیا تو بالکل نہیں گھٹایا

بھی جاسکتا ہے، بڑھایا بھی جاسکتا ہے، ہم نے کہا گرن صاحب کا کوئی حافظ ہے یا نہیں ، کہنے لگے کہ نہیں، ہمارے پاس پندرہ بیس لڑکے بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے کہا یہ لڑکے جو بیٹھے ہوئے ہیں، ان میں سے اکثر حافظ قرآن ہیں، اور ندوہ میں ہزار دو ہزار حافظ ہیں، اور پورے لکھنؤ میں دس ہزار حافظ ہیں، اور پورے ہندوستان میں پچاس لاکھ حافظ ہیں، اور دنیا میں کتنے حافظ ہوں گے؟ ہم نے کہا جس کتاب کے اتنے حافظ ہوں اس کی کوئی تبدیلی کرسکتا ہے، اور اللہ میاں نے اس کا نظام ایسا بنایا ہے، کہ جب تراویح سناتے ہیں، تو تراویح سنانے میں بڑے بڑے علماء بھی ہوتے ہیں، بہت بڑے بڑے عالم امام وقت تراویح سنا رہے ہیں، لیکن تراویح میں ان سے اگر غلطی ہوجائے تو دس سال کا لڑکا، پیچھے سے ٹوک دیتا ہے، دس سال کا لڑکا اگر اچھا حافظ ہوگا تو پیچھے سے ٹوک دے گا غلط پڑ رہے ہیں صحیح کر لیجئے، تو امام صاحب خفا نہیں ہوں گے، سلام پھیرنے کے بعد بلکہ کہیں گے کون ہے لڑکا؟ اس کی پیٹھ ٹھوکیں گے، خوش ہوں گے، اس لیے کہ قرآن ایسی چیز ہے کہ اگر کوئی گھٹائے یا بڑھائے تو چھوٹا سا آدمی بھی ٹوک سکتا ہے جس کو یاد ہو، تو اس طرح قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی محفوظ رکھا ہے

اسی طرح سے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات والا صفات ہے آپ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اللہ نے آپ کو بھی محفوظ رکھا ہے، آپ کی ایک ایک ادا محفوظ ہے، آپ کی ایک ایک بات محفوظ ہے، آپ کی ایک ایک چیز محفوظ ہے، اب اگر کوئی ان کی چیزوں میں تبدیلی کرنا چاہے گا، وہ نہیں کرسکتا، چاہے پورے سہو ان والے مل کر چاہیں تبدیلی نہیں کرسکتے، سنت کو بدل ڈالیں سنت وہی رہے گی جو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے دی ہے، ہمارے اور آپ کے کہنے سے سنت نہیں ہوجائے گی، ساری دنیا کھڑی ہوجائے، کہ ہم کسی چیز کو سنت بنادیں، وہ سنت نہیں ہوگی، لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبت حاصل ہوجائے گی، وہ سنت ہوجائے گی،

آپ نے مسواک کی وہ سنت ہوگئی، اب اگر کوئی یہ کہے کہ مسواک سنت نہیں ہے، ہزار کہے، تمہارے کہنے سے کیا ہوگا؟ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو سنت بتادیا وہ سنت رہے گی، آپ نے یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں میں بتارہا ہوں بڑی چیزیں تو رہنے دیجئے اور ایسے ہی ٹخنے سے اوپر پائجامہ کرنا یہ سنت ہے، ٹخنہ سے نیچے پائجامہ کرنا سنت نہیں ہے سنت کے خلاف ہے، اب اگر ساری دنیا کرنے لگے ٹخنے سے نیچے تو یہ تھوڑی ہوگا کہ سنت بدل جائے گی، سنت اپنی جگہ رہے گی، جیسے قرآن کے خلاف کرے تو اس کا مطلب تھوڑی ہے کہ قرآن کی آیت ہٹادی جایئے گی، قرآن کی آیت چمکتی رہے گی، دمکتی رہے گی، ایسے ہی رسول پاک ﷺ کی سنت چمکتی رہے گی، اور اس میں کوئی پڑنے والا نہیں ہے اس لیے کہ اللہ کے نبی ہیں، اور اللہ کے محبوب نبی ہیں، اور ساری دنیا کے مقبول نبی ہیں، اور یہ نبی ایسے معمولی نہیں ہیں بلکہ ایسے ہیں کہ ذرہ ذرہ ان سے محبت کرتا ہے پتہ پتہ ان سے محبت کرتا ہے، اور ایک ایک شجر وحجر ان سے محبت کرتا ہے۔

اس لیے کہ جو بھی صاحب ایمان اچھا کام کرتا ہے وہ کس لیے کرتا ہے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے ہی تو اچھا کام ملا ہے، تو جو ہم اچھا کام کریں گے اس کا اثر زمین پر بھی پڑتا ہے درختوں پر بھی پڑتا ہے، کھیتوں پر بھی پڑتا ہے، اور سب اس اچھے کام کی وجہ سے دعا کرتے ہیں، جیسے کھیتی خوشک ہوجاتی ہے تو آپ پانی ڈالیں تو ہریالی آتی ہے یا نہیں آتی ہے؟ ایسے ہی زمین کے اوپر اچھے کام کرنے سے اس کے اوپر روحانی ہریالی آتی ہے، اور وہ گواہ بن جاتی ہے، کہ اس آدمی نے مجھ پر نیک کام کیا، تو وہ دعا جب کرے گی تو اللہ کے رسول ﷺ کے لیے دعا جائے گی یا نہیں جائے گی۔

آپ ﷺ کی ہر سنت میں اتحاد کی دعوت پنہاں ہے

جہاں بھی خیر ہے وہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے واسطے سے ملا ہے، تو جو کچھ بھی ہے وہ آپ کا ہے اس لیے آپ کی سنت کو کوئی بدل نہیں سکتا، آپ کی سنت ایسے ہی چمکتی رہے گی اسی لیے مراکش سے آپ چلے جائیں ملیشیا تک، تو آپ کو

کوئی تبدیلی سنت میں نہیں ملے گی، لیکن جو سنت نہیں ہے وہ ہر جگہ بدل رہتی ہے رنگ برنگ کی ہوتی ہے، سہسوان کی الگ، بردوان کی الگ، اور بنگال کی الگ، کشمیر کی الگ، اور پنجاب کی الگ، یہ الگ الگ نہیں، اللہ کے رسول نے سب کو ایک رنگ میں ڈھال دیا سب کو ایک لڑی میں پرودیا، اور سب کے اندر اخوت پیدا فرمادی، سب کے اندر محبت پیدا فرمادی، اب جس کے اندر محبت ہے، زبان پاک ہے اس کو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے نسبت حاصل ہے، اور جس کی زبان گندی ہے، اور جس کی زبان پر گندے الفاظ ہیں۔

صاحب نسبت کے دل میں ہر وقت سکون ہے

اور جو خوب گندا ہے اس کو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے نسبت حاصل ہو ہی نہیں سکتی، اور جب ان سے نسبت حاصل نہیں ہوگی، تو نہ وہ سکون حاصل کرسکتا ہے نہ اطمینان حاصل کرسکتا ہے، نہ خوشی اس کو کبھی مل سکتی ہے، نہ شادمانی اس کو کبھی مل سکتی ہے اس لیے ایسے لوگوں سے خوشی روٹھی رہتی ہے، خوشی روٹھی رہتی ہے، تو ہر وقت منانے کی فکر میں رہتے ہیں، ایسے لوگ جشن اور خوشی مناتے رہتے ہیں، کیونکہ ان سے خوشی روٹھی رہتی ہے اور جن کو اللہ کے رسول ﷺ سے نسبت حاصل ہوتی ہے، ان کی ہر وقت خوشی ہی خوشی رہتی ہے، ان کو ہر وقت لذت اور مزا آتا رہتا ہے، کیونکہ ہر آن وہ اللہ کے رسول ﷺ کی باتوں پر عمل کرتے رہتے ہیں، اور ان کی سنتوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں، جب عمل پیرا ہوتے ہیں، تو ساری کائنات کی دعائیں انھیں حاصل ہوجاتی ہیں، تو ظاہر ہے کہ ایسے آدمی کو خوشی حاصل ہوگی یا نہیں، ایک شخص چلا آرہا ہے، پورا مجمع لگا ہوا ہے، کہہ رہے ہیں ماشاء اللہ، خوش آمدید، خوش آمدید، تشریف لائیے، تو اس کا دل برا ہوجاتا ہے، سینہ چوڑا ہوجاتا ہے، مزا آجاتا ہے اور ایک شخص آیا سر جھکا کر لاحول ولاقوۃ الا باللہ، اور اس نے سن بھی لیا تو ظاہر ہے اس کو کتنا برا لگے گا، ایسے ہی جو سنت پر عمل کرتا ہے، تو ساری کائنات اس کو مرحبا کہتی ہے اور اس مرحبا کہنے کی وجہ سے اس کے اندر ایک شادمانی اور

مسرت پیدا ہوجاتی ہے، اور جو سنت کے خلاف چلتا ہے تو ساری کائنات سے ہر طرف پھٹکار برسائی جاتی ہے، لعنت ہو پھٹکار ہو، یہ اللہ کے رسول ﷺ کا باغی ہے، یہ اللہ کے رسول ﷺ کا دشمن ہے، یہ نام تو انہیں کا لیتا ہے، لیکن دشمن ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کو یہ تکلیف پہونچا رہا ہے اور جو اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہونچائے۔

درود سے نسبت حاصل ہوتی ہے

اللہ کے رسول ﷺ کی شان تو اتنی بلند ہے کہ اگر کوئی بھولے سے، خطا سے، انجانے میں، کوئی تکلیف پہونچائے تو اس کی چھٹی، تو اللہ کے ولی کو تکلیف پہونچائے تو چھٹی ہوجائے، تو اللہ کے رسول کا عالم کیا ہوگا، اسی لیے فرمایا گیا جب رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا نام نامی اسم گرامی لیا جائے، بہت ادب سے درود وسلام پڑھو، صلی اللہ علیہ وسلم، فوراً کہنا چاہیے جب بھی نام نامی اسم گرامی آئے، تو بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کے تو کسی صاحب ایمان کو تو خاموش رہنا ہی نہیں چاہیے، اس سے نسبت حاصل ہوتی ہے کیا نسبت حاصل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا جو مجھ پر درود بھیجے گا ایک دفعہ، اللہ تعالیٰ اس پر دس نعمتیں نازل فرمائے گا، اندازہ لگائیے کہ رٹرن دس گنا سیدھا سیدھا ہے، اور ظاہر ہے اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے درود وسلام کو پڑھے گا اتنی ہی رٹرن اچھا ہوگا، اس لیے کہ آپ نے خود بتادیا اور اللہ تعالیٰ نے اتنا کرم فرمایا ہے کہ کوئی نالائق ناہنجار ایسا نہ پیدا ہوجائے، کہ جو اللہ کے رسول ﷺ پر درود وسلام ہی نہ پڑھے، تو اس کی تو گردن ماردی جائے گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا نماز فرض ہے اور نماز میں درود وسلام رکھ دیا، اسی لیے پڑھنا ہی پڑھے گا اس لیے نمازی سب سے زیادہ درود وسلام پڑھتا ہے، نماز پڑھنے والا سب سے زیادہ درود وسلام پڑھتا ہے ورنہ نماز ہی نہیں ہوگی جب نماز میں آپ بیٹھتے ہیں تو التحیات میں کیا کہتے ہیں، السلام علیك أیها النبی ورحمة الله وبرکاته، السلام علینا وعلیٰ عباد الله الصالحین، دیکھ لیجئے اللہ نے کیا کیا عنایات فرمائیں ہیں، اور اس کے بعد

درود آخری قعدہ میں اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کماصلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید، اللھم بارك علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید،

درود پر رحمتیں کس طرح حاصل ہوتی ہیں

جب بندہ درود پڑھتا ہے تو بالکل یہ یہاں اتنا تو جانتے ہی ہوں گے جیسے یہ پندرہ اگست آرہی ہے، تو جھنڈا اوپر ہوتا ہے، اور جھنڈے کے اندر پھول رکھے جاتے ہیں، پھر نیچے جھنڈا کھینچا جاتا ہے اوپر پھولوں کی بارش ہوتی ہے، درود ایسے ہی ہے، جو درود وسلام پڑھتا ہے تو جیسے اس نے رسی کھینچ لی اور اوپر سے پھولوں کی بارش ہونے لگی، تو جیسے عمدہ طریقے سے رسی کھینچے گا بہت سے لوگوں کو دیکھا ہوگا رسی کھینچتے ہیں پھنس جاتی ہے اس لیے ان کو کھینچنا نہیں آتا ہے، جب کھینچتے ہیں تو پھنس جاتی ہے، پھول اوپر سے گرتے ہی نہیں، اور جو جانتا ہے صحیح اوپر فٹنگ کرتا ہے، اور کھینچتا ہے صحیح انداز سے تو اوپر سے پھولوں کی بارش ہوتی ہے، ایسے ہی درود وسلام صحیح طریقہ سے پڑھتا ہے، تو اوپر سے رحمت کی برکھا ہوتی ہے اوپر سے برکتوں کی برسات ہوتی ہے، اوپر سے رحمتوں کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے اور اس میں وہ نہا جاتا ہے، اور جب گھر جاتا ہے تو گھر والے بھی حیرت میں پڑ جاتے ہیں، چہرہ بدل گیا ہے اس کا دیکھئے، درود کی تو رونق ہوتی ہے، چہرہ پر رونق ہوتی ہے، ظاہر ہے اب جو سنتوں کے خلاف کرنے والے ہیں اور جو بدعتوں میں ڈوبا ہوا انسان ہے اور جو ظلمتوں میں رہنے والا انسان ہے، اور گندی چیزیں کھانے والا انسان ہے اس کے چہرہ پر پھٹکار برستی ہے، چہرہ سے معلوم ہو جاتا ہے، کون درود پڑھتا ہے؟ کون درود نہیں پڑھتا ہے؟ کون سلام پڑھتا ہے کون سلام نہیں پڑھتا ہے؟ کون صحیح پڑھتا ہے کون غلط پڑھتا ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے کچھ چھوڑا نہیں ہے، تو یہ دو نسبتیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

دو نسبتوں کا حامل انسان محفوظ ہے

یہ دو نسبتیں جس کو حاصل ہو جاتی ہیں، وہ محفوظ ہے، یعنی سنت والا محفوظ ہے، قرآن کی آیات والا محفوظ ہے، جو قرآن سے تعلق قائم کرے گا اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات سے تعلق قائم کرے گا، اس کو کوئی گزند نہیں پہونچا سکتا، کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا، کوئی اس کو نقصان نہیں پہونچا سکتا، اور اگر کوئی نقصان پہونچانا چاہے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو نقصان پہونچائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس سے بدلہ لے گا، اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نسبت سے محبوب بنایا گیا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ (آل عمران: ۳۱) اس میں کیا ہے کہ تم میرے محبوب کی چال چلو، تو محبوب الٰہی بن جاؤ گے، اللہ کے رسول ﷺ کا اتنا اونچا مقام ہے، اور آپ کی محبوبیت کو سمجھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے، اسی وجہ سے فرمایا جو رسول اللہ ﷺ کی چال چلے آپ کی سنت پر عمل کرے، تو وہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے، تو کون اس کا بگاڑ سکتا ہے کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، ہوتا یہ ہے کہ ہم لوگوں کی نسبت میں کمی ہوتی ہے، اسی لیے بعض دفعہ ہم نقصان میں چلے جاتے ہیں، اور ہمارا کام نہیں بن پاتا، دیکھئے اس میں اگر آپ نے تار جوڑا ہے، اگر صحیح جوڑا تو صحیح آواز آئے گی، اسی کا نام نسبت ہے۔

صحیح نسبت سے قوت ایمانی حاصل ہوتی ہے

جب اللہ سے صحیح نسبت ہوگی، تو طاقت پیدا ہوگی، رسول پاک ﷺ سے صحیح نسبت حاصل ہوگی تو وہ طاقت پیدا ہوگی حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں آپ ﷺ نے حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجنا چاہا تھا، بھیج رہے تھے لشکر اسامہ کو، لیکن آپ دنیا سے رخصت ہو گئے، اور بھیج نہیں پایا لشکر واپس آ گیا تھوڑی دور جا کر، تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جو اللہ کے رسول نے ارادہ فرمایا تھا ابوبکر اس کو نافذ کر کے رہے گا، بہت سے لوگوں نے کہا حضرت ابھی رہنے دیجئے کچھ دنوں کے بعد بھیج دیجئے گا، کیونکہ بہت سے نالائق

لوگ حملہ کردیں گے مدینہ پر، اور مدینہ کو نقصان پہونچ جائے گا، تو انہوں نے کہا نہیں، ان لوگوں کے حملہ کے ڈر سے، ان لوگوں کی نالائقی کے ڈر سے ان لوگوں کے سنت کے خلاف عمل کے ڈر سے، ہم سنت چھوڑنے والے نہیں ہیں، ہم تو سنت پر عمل کر کے رہیں گے، حضرت ابوبکر نے کیا جملہ کہا چاہے پرندے ہم کو اچک لے جائیں، حملہ آور ہم کو تباہ کردیں، تہس نہس کردیں، لیکن رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت نہیں چھوڑ سکتے، جب اس طاقت سے نسبت حاصل کی ابوبکر نے تو ابوبکر ہی طاقتور رہے، اور انہوں نے جو کام کیا تھا، اس کی دھاک بیٹھ گئی، سارے عالم پر کہ اس حالت میں یہ لوگ سنت پر اتنا عمل کرنے والے ہیں، تو پھر جب ان کو اطمینان مل جائے گا، تو کتنا سنت پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ رسول پاک ﷺ کی سنتوں کو عام کرنے والے ہوں گے۔

مسلمانوں کا شیوہ

لیکن آج اکثر لوگ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی سنتوں کو پامال کررہے ہیں، اور آپ کو ایسی تکلیف پہونچارہے ہیں، کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ تشریف لے آئیں، تو ان کو دیکھنے سے انکار کردیں، کہ اتنے نالائق لوگ ہیں، ہماری سنتوں کو پامال کرتے ہیں، ہماری نمازوں کو چھوڑتے ہیں، جس میں ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، ہمارے کتنے اعمال جن کو میں پسند کرتا ہوں یہ کرتے نہیں ہیں، اور سارے وہ کام کرتے ہیں، جن سے میں نے روکا ہے، آپ نے تو طائف میں جب پہاڑوں کا فرشتہ آگیا اس نے کہا ان کو دبا کر ماردوں اگر آپ اجازت دیں، کہا نہیں ان کی اولاد سے امید ہے، کہ اچھے لوگ پیدا ہوں گے، اور آپ کو برا کوئی کہتا تھا تو آپ اس کو برداشت کرتے تھے، اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرتے تھے، یہاں تک کہ یہودی بیمار ہوگئے، اس کی عیادت کو تشریف لے گئے، اور اسی طرح جو آپ کو تکلیف پہونچاتا تھا اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے تھے، آپ نے تو یہ سنت چھوڑی ہے، ہمارے لیے تو اس سنت پر عمل کرے گا، وہ کامیاب ہوگا، جو اس کے

برخلاف طریقہ ہے ابوجہل اور ابولہب کا طریقہ ہے، گالی بکنے کا، الزام لگانے کا، جھوٹ بولنے کا، برا بھلا کہنے کا، اور سارے گندے کام کرنے کا تو ظاہر ہے اس کا انجام وہی ہوگا جو ان لوگوں کا ہوا ہے، لیکن ظاہر ہے ہم اہل سنت کی ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کی سنتوں کو نہ چھوڑیں، آپ کی سنتوں کو ہم اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام لیں، اور آپ نے فرمایا ہے جو فساد کے موقع پر جو میری سنت کو تھام لے تو اس کو سو (۱۰۰) شہیدوں کا اجر ملے گا، معمولی بات نہیں ہے، اس لیے کہ رسول پاک ﷺ کی سنتوں کو پامال کرنا آج مسلمانوں کا شیوہ ہوگیا ہے، جانتے نہیں کچھ، تو انجانے میں کر رہے ہیں۔

لیکن میں نے ایک بات عرض کی اس پر غور کر لیجئے گا، کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہونچائے گا چاہے انجانے میں ہو، تو اس کے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا، قرآن مجید میں ہے یہ معمولی چیز نہیں ہے اللہ نے فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ (الحجرات: ۲) دیکھو نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے دربار میں جب جاؤ، تو آواز بلند مت کرنا، ان کے سامنے آپس میں، جیسے بات کرتے ہو، بے تکلفی کے ساتھ آوازیں بلند سے بلند تر ہوجاتی ہیں، نبی کے دربار میں جا کر ایسے بات مت کرنا، کہیں ایسا نہ ہو، جس طرح تم یہاں بات کرتے ہو وہاں جا کر کرو اور تمھارا سارا کیا کرایا ، ملیامیٹ ہوجائے گا، اور تم کو پتہ بھی نہ چلے، حالانکہ آواز خود بخود بعض دفعہ بلند ہوتی ہے، تو ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ جب نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے دربار میں حاضری ہو، بہت ادب سے حاضر ہونا چاہیے، اور ایسا نہ ہو کہ آواز زور سے نکل جائے، آپ کو تکلیف پہونچ جائے، کیونکہ بعض دفعہ آدمی زور سے بولتا ہے، تو سامنے والے کو تکلیف ہوتی ہے، لیکن سامنے والا کہتا نہیں ہے، اور ہم سمجھتے

نہیں اسی لیے فرمایا گیا آواز بلند ہی نہ کرو کہیں پر پتہ نہ چلے، اور تمہاری آواز بلند ہو جائے، اور آپ کو تکلیف پہونچ جائے، اور تمھارا سارا کیا کرایا ملیا میٹ ہو جائے، تو یہ جو لوگ کہتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ کے سراسر خلاف کرتے ہیں، اور انجانے میں کرتے ہیں، لیکن اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہے، جب اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہونچے گی، تو پھر ظاہر ہے ان کا سارا کیا کرایا ملیا میٹ ہے، اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ سب کچھ نیکی کر دریا میں ڈال، اور اللہ کے رسول ﷺ سے ہٹا دیئے جائیں گے، اس لیے وہ اللہ کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں۔

خیر کا حصول سنت کے موتیوں کو پرونے میں ہے

میرے بھائیو اور دوستو!

اصل میں اللہ کے رسول کی نسبت حاصل کرنے والا ویسی شخصیت ہو جو آپ کی سنتوں پر عمل کرنے والا ہو، اور سنتیں ایک ایک دیکھ کر ایک ایک پوچھ کر، ایک ایک معلوم کر کے، ایک ایک دربار رسول ﷺ میں حاضری دے کر، کہ آپ نے کیا کہا ہے، آپ نے کیا طریقہ بتلایا ہے، آپ کا طریقہ دوستوں کے ساتھ کیا تھا، پڑوسیوں کے ساتھ کیا تھا، بیویوں کے ساتھ کیا تھا، بیٹوں کے ساتھ کیا تھا، دشمنوں کے ساتھ کیا تھا، جو ان تمام چیزوں کو سامنے رکھ کر آپ کی سنتوں کو چنتا چلا جائے گا، آپ کے سنت کے موتیوں کو چنتا چلا جائے گا، اور آپ کی سنتوں کے پھول کو چنتا چلا جائے گا، تو ظاہر ہے اس کا گلستاں تیار ہو جائے گا، اس کا چمن تیار ہو جائے گا، جس میں ہر وقت بہاریں ہی بہاریں رہیں گی، جو اس چمن میں آئے وہ پر بہار ہو جائے گا، تو ظاہر ہے سنت والوں کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے، ہمارے جتنے بزرگان دین ہیں یہ سب سنت پر عمل کرنے والے ہیں، اور ان کو جو کچھ ملا ہے سنت پر عمل کرنے سے ملا ہے، جس کو بھی ملے گا، سنت پر عمل کرنے سے ملے گا، اور جس کو ملا ہے سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے ملا ہے، اس لیے ہماری اور آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم ایک ایک سنت رسول پاک علیہ

الصلاۃ والسلام کی معلوم کرتے چلے جائیں، اس پر عمل کرتے چلے جائیں، تو اس کا یہ ہوگا کہ ہم ہی محفوظ ہوں گے، ہم ہی محبوب ہوں گے ہم ہی مقبول ہوں گے، لیکن ہم بھی ایسی کوتاہی کر بیٹھتے ہیں، اس لیے بہت معاملات ایسے پیش آجاتے ہیں، کہ جس میں ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کمزور ہو رہے ہیں، کہ ہمارا دشمن طاقت ور ہو رہا ہے، ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سزا ہے ہماری کوتاہی کی، ہم کو کوتاہی کرنی نہیں چاہیے۔

اہل ایمان کی معراج

ہم اللہ کے رسول ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کریں، درود وسلام بھیجا کریں، اور نمازوں کی پابندی کریں، نفلوں کی پابندی کریں، جو نفل زیادہ پڑھے گا، وہ سلام بھی زیادہ پڑھے گا، اور وہ سلام اللہ کی بارگاہ میں پہونچ کر کرے گا تو اس کی بات ہی اور کچھ ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے جو رب ہیں، ان کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات جس کے آپ محبوب ہیں اور آپ جس کے رسول ہوں، ان کی بارگاہ میں نماز کیا ہے، انہی کی بارگاہ میں تو جانا ہے، یہ اہل ایمان کی معراج ہے، جب نماز بندہ پڑھتا ہے، تو گویا کہ اللہ کے دربار میں حاضر ہو جاتا ہے، اور حاضر ہونے کے بعد اللہ کی حمد وثنا کرتا ہے، اور تلاوت کرتا ہے، رکوع سجدہ کرتا ہے، جب سب کر لیتا ہے اور اخیر میں بیٹھتا ہے تو کہتا ہے کہ ہم اپنے رسول کو بھولے نہیں ہیں، کہتا ہے ہم اپنے رسول کو بھولے نہیں ہیں، جو آپ کے محبوب ہیں، جو آپ کے برگزیدہ ہیں، آپ کے پسندیدہ ہیں، اور آپ کے چہیتے ہیں، ان کو کیسے بھول سکتے ہیں، فوراً یہ کہتا ہے، السلام علیك ایها النبی، تو اللہ میاں کہتے ہیں آگے بھی کہو، السلام علینا، ہمارے رسول پر سلام، اور اس کے بعد ہم پر بھی سلام، اور ہمارے جو اللہ کے نیک بندے ہیں ان پر بھی سلام بھیجئے، دو سلاموں کے درمیان ہم کو رکھ دیا السلام علیك ایها النبی، سلام آپ پر اے نبی، اور اس کے بعد السلام علینا، ہم پر بھی سلام، اس لیے ہم بڑے محتاج ہیں سلام کے، اور اس کے بعد عباد اللہ

الصالحین، اللہ کے نیک بندوں پر سلام تو اللہ میاں نے ہم کو بیچ میں رکھ دیا ہے، ادھر کریم ادھر کریم، بیچ میں ہم کمزور، دو کے سہارے سے ہم نکل پا رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے کتنا خیال رکھا آپ اور ہم غور کریں، عجیب وغریب دو سہارے ہوتے ہیں نا، ایک ادھر ایک ادھر، لنگڑا لولا ان دو سہاروں سے بھی چلایا جاتا ہے، تو گویا کہ بندہ کہتا ہے، ہم لنگڑے لولے ہیں ایک طرف رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات گرامی اور ایک طرف تیرے نیک بندے، ایک طرف تیرے یہ عاجز غلام، اے اللہ اس کا بھی بیڑا پار لگا دے، تو اللہ میاں نے کہا، السلام علینا، ہم پر بھی سلام اور اس کے بعد جب یہ ہو گیا، تو اللہ میاں نے کہا درود پڑھو، اللھم صل علیٰ محمد۔الخ..... جیسے کہتے ہیں نا، کام ہو گیا، تو جب یہ پڑھ لیا تو اللہ میاں نے کہا، تھے تو تم بڑے نالائق، معافی مانگو، تو دعا پڑھئے اللھم انی ظلمت نفسی ..... اور جب اسکے بعد ہو گیا تو کام تو دیکھا کہ ادھر فرشتوں کی ایک صف ہے اور ادھر فرشتوں کی ایک صف ہے، اور اللہ کے نیک بندے ادھر بیٹھے ہوئے ہیں، اور اللہ کے نیک بندے ادھر بیٹھے ہوئے ہیں، تو اس نے خوشی میں السلام علیکم ورحمة الله، اور ان سب نے کہا وعلیکم السلام ورحمة الله، مصافحہ کیجئے نماز ہو گئی، لیکن جس کو نماز ہی نہ ملی تو وہ کیا کرے گا، سب سے بڑی سنت تو نماز ہے، آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، رسول کی سنت ہے، انبیاء کی سنت ہے، اولیاء کی سنت ہے، تمام اہل ایمان کی سنت ہے، صلحاء کی سنت ہے۔

کوششوں کا محور کیا ہو؟

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم صرف اپنی محنت اس بات پر صرف کریں، کہ اللہ سے اور اس کے قرآن سے اور اس کے حبیب رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے ہماری نسبت مضبوط ہو جائے اور جب ہو جائے گی، تو پھر جیسے کوئی شخص ہے اس کو سب دوڑا رہے ہیں، اور وہ چلا جائے ڈی ایم صاحب کے بنگلے میں، تو کیا ہوگا کہ تم اب ہماری حفاظت میں آ گئے ہو، گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں

ہے، ہماری حفاظت میں ہو، تو اس کو کتنا سکون ملے گا، اور جتنے دوڑانے والے ہیں، سب کی حالت خراب ہوجائے گی، جہاں ڈی ایم کا بنگلہ دیکھا سب کی حالت خراب ہوجائے گی، وہاں اگر گئے تو ٹھکانے لگا دیئے جائیں گے، اور وہاں اطمینان رہے گا۔

حفاظت کا مطلب

ایسے ہی اللہ میاں نے کہا کہ ہم حفاظت کرنے والے ہیں، تو اس کا مطلب یہ تھوڑے ہی ہے کہ صرف قرآن کے الفاظ محفوظ رہیں گے، جو قرآن سے وابستہ ہوجائے گا، نسبت حاصل کرلے گا، وہ بھی محفوظ ہوجائے گا، اور اس کا کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا، گویا کہ اللہ نے کہا ہم حفاظت کررہے ہیں تمہاری، تو جب اللہ میاں نے کہہ دیا کہ ہم حفاظت کررہے ہیں، تو یہ بیچارے کیا کہیں گے، بس یہ بات ہمارے یقین کی ہے، کہ یقین ہم کو حاصل ہوجائے، کہ اللہ ہماری حفاظت کرنے والا ہے، تو ہمارا کام بن جائے گا، میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ آج اس چیز میں سب سے زیادہ کمی ہوگئی ہے، اس کمی کو دور کریں، ادھر ادھر کی چیزوں کو ادھر ادھر کی کوششوں کو اور شیطانی طاقت کی ساز باز کو اور ان کی سازشوں کو نہیں دیکھیں، بلکہ اپنی نسبت دیکھیں وہی سب کو کرنے والا ہے، قرآن مجید میں اسی لیے فرمایا گیا ﴿وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ (آل عمران: ٥٤) چالیں انہوں نے بھی چلیں، اور اللہ بھی جانتا ہے، چالوں کو، اور اس سے اچھی چال چلنے والا کون ہے؟ خیر الماکرین کون ہے؟ خیر الماکرین کہا ہے قرآن نے، کہ ہم بھی خوب تمہارا ٹھکانا لگادیں گے، ظاہر ہے جب اللہ پر چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے، ان کا دل بھی انہی کے ہاتھ میں ہے، دل بھی انہی کے ہاتھ میں ہے، اور وہ ساری رگیں بھی جانتے ہیں، ان کے سامنے کون دم مار سکتا ہے، جب اللہ میاں نے کہہ دیا ہم حفاظت کریں گے سب ہم سے نسبت قائم کرلو، مگر نسبت قائم کرو قرآن سے اور رسول پاک سے یہ دو نور ہیں، ان سے اگر تمہاری نسبت ہوجائے گی، تو زندگی بدل جائے گی

تمھارے ہاتھ میں ٹارچ آجائے گی، دو ٹارچیں لیے چلے جاؤ، اندھیرے میں ٹارچ جلالو، کہیں کوئی روکنے والا نہیں ہے، گڑھا بھی نظر آجائے گا، کھمبا بھی نظر آجائے گا، سب کچھ دیکھتے چلے جاؤ، منزل مقصود تک پہونچ جاؤ، اندھیرا چاہے کتنا ہی گھٹاٹوپ ہو، لیکن یہ جو دو روشنیاں ملی ہوتی ہیں ان کے ملنے کے بعد کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔

سنت پر عمل نہ کرنے والا باغی ہے

میرے بھائیو اور دوستو! اسی کی ضرورت ہے، اس پر عمل پیرا ہوجایا جائے، ہمارے سارے کام بن جائیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی سنتوں کا ہم سب کو زندہ کرنے والا بنادے، خاص طور سے ایسے علاقہ میں جہاں آپ کی سنتوں کو دبادیا گیا ہے، اور آپ کو تکلیف پہونچائی جارہی ہے، اور آپ کو گویا کہ بہت زیادہ دکھ دیا جارہا ہے، جو سنت کے خلاف عمل کرے گا، وہ دکھ دے رہا ہے، اس لیے کہ کوئی قانون آپ کو دے، اور آپ اس قانون کے خلاف کریں، تو کیا ہوگا؟ اگر آپ ہندوستان کے دستور کے خلاف کریں، کیا اس کو مان لیا جائے گا، کہا جائے گا باغی ہے گردن ماردی جائے گی، ایسے ہی رسول پاک علیہ الصلاہ والسلام کی سنتوں پر عمل نہ کرنے والے باغی ہیں، اور اللہ کے رسول ﷺ کے دربار میں کس منھ سے جائیں گے کہ ہم آپ کے ماننے والے ہیں، اس لیے کہ اگر آپ ماننے والے تھے تو ہمارے قانون کو بھی مانتے، اور جس طرح میں نے چل کر دکھایا آپ بھی چلتے، تو پھر آپ ہمارے ہوتے، اگر ایسے نہیں ہیں تو پھر آپ ہمارے کہاں ہیں، آپ تو ہم کو تکلیف پہونچاتے رہے، ظاہر ہے تکلیف جب پہونچاتے رہے تو آپ جانیے، اور ایسی تکلیف پہونچادی کہ اللہ میاں نے فرمادیا کہ ہم معاف نہیں کریں گے اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اعلان کردیا کہ ہم بھی سفارش نہیں کریں گے صحیح حدیث میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا میں اس کی سفارش نہیں کروں گا، شفاعتی لمن لا یشرك باللّٰه، (رواہ مسند البزار) جو ذرا بھی

شرک نہیں کرے گا میری شفاعت اسی کو حاصل ہوگی، بات ختم ہوگئی، آپ نے بھی اعلان کر دیا قرآن میں بھی اعلان ہے، تو اب قرآن کے اعلان کو نہ مانو، اور رسول پاک ﷺ کے اعلان کو نہ مانو، تو اس میں بھی تکلیف پہونچاؤ، اس کا تو کوئی علاج ہی نہیں ہے، اور نام لے کر تکلیف پہونچائے، تو ایسا شخص تو منافق کہلاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين .

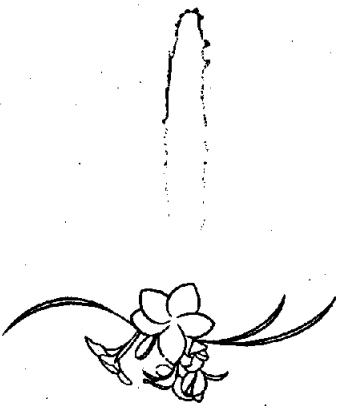

شکر کی اہمیت

میرے بزرگو اور دوستو!

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو طرح طرح سے انسانوں کو سرفراز فرمایا ہے اور اس کو قرآن مجید میں بتایا بھی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ، ﴿وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ (ابراھیم: ٣٤) کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو، تو شمار نہیں کر سکتے، کوئی بڑے سے بڑا Calculater ہو، کوئی بڑے سے بڑا نظری اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتا، صرف جسم کے اندر اللہ نے کیا نعمتیں رکھی ہیں، اس کا شمار نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ باہر کی نعمتیں رکھی ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے بے انتہا ہمارے اوپر نعمتیں کی ہیں، ان کا شکر ہمارے ذمہ ہے۔

شکر کی مختلف قسمیں ہیں

شکر کی الگ الگ قسمیں ہیں، زبان سے، شکر، عمل سے شکر، ادا کرے اللہ کا، اور اپنے اندر وہ کیفیت محسوس کرے، اللہ نے کیسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، پھر حمد وثنا کے جذبات پیدا ہوں گے، دل سے اللہ کی نعمتوں کو نہیں پہچانتے، الحمد للہ کہتے ہیں، لیکن زبان سے، دل سے نہیں کہتے، اگر ہم ان نعمتوں کا استحضار رکھیں، جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائیں ہیں، اور ان کے اندر اللہ نے جو لذت حلاوت رکھی ہے، اس کا احساس کریں، تو ہر منھ سے شکر ادا ہوگا، اور جس کو ان نعمتوں کو استحضار ہوتا ہے، وہ اللہ کا شکر ادا کرتا

ہے، اس کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے، اور آخرت میں بھی عطا فرماتا ہے یعنی جنت ملے گی، اور مزید نعمتیں بھی ملیں گی، گویا کہ اندر بھی سکون ہے، اور باہر کی نعمتیں بڑھتی چلی جائیں گی، کہ جو کھایا ہے، اس پر اللہ کی حمد کریں، اور جو اللہ نے دیا ہے اس کو مزید دوسروں تک پہونچائیں، خود کھائیں دوسروں کو کھلائیں، کوئی غلطی نہ ہو، مقصد غلط نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو اجر دیا جائے گا۔

ٹھنڈے پانی کی تلقین کی حکمت

اس لیے ہمارے بزرگوں کے یہاں کہا جاتا ہے کہ ٹھنڈا پانی پیو، حضرت حاجی صاحبؒ نے بھی فرمایا میاں رشید احمد ٹھنڈا پیا کرو، اس لیے کہ ٹھنڈا پانی پینے سے ہر رگ میں عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور یہ جو کیفیت ٹھنڈے پانی کی ہے، یہی اندر کے شکر کی کیفیت ہے، جس طرح سخت پیاس اور گرمی میں ٹھنڈے پانی کا مزا آتا ہے، ویسے ہی اللہ کے جو نیک بندے ہیں، ان کو اللہ کی حمد کرنے میں مزا آتا ہے، ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے، تو وہ اللہ کا شکر ہے، ایک زبان سے شکر ہے، الحمد للہ رب العالمین، یہ شکر ہے، پھر اس کے بعد عمل سے شکر ہے، اور پھر اس کے بعد ہاتھ کا شکر ہے، اگر یہ تینوں چیزیں جمع ہو جائیں، تو دنیا اور آخرت ہماری صحیح ہو جائے۔

شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے

میرے بھائیو! اتنی بات حاصل ہو جائے، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے، ﴿لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (ابراھیم:۷) اگر تم شکر کرو گے، تو اللہ میاں دیتا چلا جائے گا، اللہ میاں کے یہاں یہ نہیں ہے کہ یہ اہل ہیں یہ اہل نہیں ہیں، اللہ میاں تو مردہ سے زندہ زندہ سے مردہ، خراب سے اچھا اچھے سے برا، جسے چاہے بنا دے، ان کے لیے پریشانی تھوڑی ہے، وہ جب اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ مزید دیتا ہے، اور پھر یہ نہیں کہ آپ کیسے ہیں؟ بس دعا میں یاد رکھنا چاہیے اللہ دیتا ہے اس کے علاوہ کوئی دیتا نہیں، یعنی یہ نہیں

سوچنا چاہیے کہ ہم کس لائق ہیں، یہ سوچنا چاہیے وہ کس لائق ہے، اس کو دیکھ کر سوچ کر مانگنا چاہیے دینے والا بہت بڑا ہے، لینے والا کیسا بھی ہو وہ لینے والے کو بھی بڑا بنا دیتا ہے، اس لیے اس کو مانگنا ہے، مانگتے رہنا ہے، حمد وثنا کرنی ہے، اس لیے ہے تو سب انہی کے پاس، ہمارے پاس تو ہے ہی نہیں، تو ہر حال میں اسی سے مانگنا ہے، پھر اگر امیر کو دے دے تو ہوسکتا ہے غلط خرچ کرے، الٹا سیدھا خرچ کر دے، لیکن اگر ایک فقیر ایسا آ گیا جس کو مانگنے کا ڈھنگ تھا اس کو دے دیا، تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے ہم سب کو، جتنا ہم شکر ادا کریں گے، اتنا ہم کو ملے گا، ناشکری دو شخص کرتے ہیں، کہ ہم کو یہ کیوں نہیں ملا؟ یہ کیوں ملا؟ بس یہی ہم کو ایسا ہونا چاہیے تھا، یہ ناشکری ہے، ہم تو راضی ہیں جیسا انہوں نے رکھا بس ویسے ہی ہیں ہم، جو جتنا زیادہ وہاں سے مانگے گا، بس مانگتا رہے، اور جو ملا ہے اس پر راضی رہے، تو سب ملتا جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ظہور قیامت کی علامات

الحمد لله نحمده ونستعينه ونسغفره ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئآت أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، ونشهد أن لا اله الاالله وحده لا شريک له ، ونشهد أن سيدنا وحبيبنا وقرة أعيننا ومولا نا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيراً، أما بعد! وقد جاء عن النبى الكريم صلى الله عليه وسلم ، خير القرون قرنى ، ثم الذين يلونهم ، ثم الذين يلونهم ، ثم ياتى بعد ذلک زمان ، يظهر فيهم السمن ، ينذرون ولا يوفون، يشهدون ولا يستشهدون، يحلفون ولا يستحلفون ، أو كما قال عليه الصلاه والسلام .(شرح السنة للبغوى فى باب خير القرون)

میرے بزرگو دوستو اور دینی بھائیو!

آپ حضرات کے سامنے حدیث کے ایک دو لفظ میں نے پڑھے ہیں، جو اللہ کے رسول ﷺ سے منقول ہیں، اس میں چند باتیں آپ نے فرمائی ہیں، کہ سب سے بہتر صدی میری ہے، جس میں رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات والا صفات تھی، ظاہر ہے کہ وہ زمانہ سب سے اچھا تھا، اور اس کے اچھا ہونے میں کوئی کلام ہی نہیں ہے، کیونکہ دنیا کے سب سے اچھے موجود تھے، اور اس سب سے اچھے کے ساتھ رہنے والے سب

سے اچھے موجود تھے، یعنی صحابۂ کرام، تو ان کا دور بھی سب سے اچھا تھا، اب ایسا دور کبھی آئے گا نہیں، اس کے بعد جو آنے والے تھے وہ ان سے کم درجہ کے تھے، لیکن پھر بھی اچھے تھے، خیر غالب تھی، پھر ان کے بعد جو آئے، ان سے کم درجہ کے تھے لیکن پھر بھی اچھے تھے، پھر آپ نے فرمایا اس کے بعد پلہ برابر ہوگیا، دو پلے ہوتے ہیں، ایک خیر کا ایک شر کا، تو وہ پہلی صدی میں تو شر کا پلہ خالی تھا، اٹھا ہوا تھا، خیر ہی خیر تھی، پھر دوسری صدی میں پلہ خیر کا ہی جھکا ہوا تھا، لیکن دوسرے پلہ میں کچھ آ گیا تھوڑا سا، لیکن تیسری صدی میں پلہ وہ والا بھی بھاری ہونے لگا، لیکن ابھی بھی اوپر ہی تھا، اور خیر کا پلہ نیچے جھکا ہوا تھا، لیکن اس کے بعد جو دور آیا، اس میں دونوں پلے برابر ہو گئے، ایک پلہ میں خیر، ایک پلہ میں شر۔

ایک خاص علامت

آپ نے کچھ نشانیاں بتادیں، کہ کیا ہوگا؟ جب خیر دبنے لگے گی، اور شر ابھرنے لگے گا، تو اس کی کچھ نشانیاں بتائیں، تو کئی نشانیاں ہیں، لیکن ان میں سے ایک خاص بات آپ نے فرمائی، یظھر فیھم السمن، یعنی ان میں موٹاپا پیدا ہو جائے گا، جو بعد والے لوگ آئیں گے، یعنی شر والے، موٹے موٹے ہوں گے، بھاری بھاری ہوں گے، پھولے پھولے ہوں گے، اور دیکھنے میں اچھے معلوم ہوں گے، اب جس کے گال پچکے ہوں، دبلا پتلا ہو، وہ اچھا نہیں معلوم ہوتا، اور جس کے بدن میں گوشت ہو، اور ہڈیاں کم معلوم ہوتی ہوں، تو ظاہر ہے یہ اچھا لگتا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح کے لوگ پیدا ہوں گے لیکن دوسری جگہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ آرام طلب ہو جانے کی وجہ سے، آرائش پسند ہو جانے کی وجہ سے زیادہ کھانے کی وجہ سے، ان کے اندر یہ بات پیدا ہو جائے گی، یہ سب مشاہدہ آج کل سب سے زیادہ ہو رہا ہے، اور اس سے پہلے بھی ہوتا رہا ہے، لیکن اس دور میں اتنا بڑھ گیا ہے کہ جدھر نگاہیں ڈالیں تو آپ کو ایسا ہی محسوس ہوگا اور جو اس سے پہلے آپ نے نشانیاں بیان فرمائی ہیں، جھوٹی گواہی دینے والے ہوں گے، جھوٹی قسم کھانے والے ہوں گے، جھوٹی نذر ماننے والے ہوں گے، نہ ان کی گواہی سچی

ہوگی، اور گواہی کے لیے ہر وقت تیار رہیں گے، کوئی جھوٹی گواہی دلوالے، پیسے دیسے دے دے، کچہری کی طرف چلے جایئے، بہت بڑی بھیڑ نظر آئے گی آپ کو، جو صرف جھوٹی گواہی کے لیے وہاں بیٹھے ہی رہتے ہیں، اور جھوٹی قسموں کے کھانے میں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، وہ تو ہر آدمی نے طے کر رکھا ہے، کہ ہم کو قسم کھانی ہی ہے جھوٹی، حالانکہ بہت سخت بات ہے، کہ اگر اللہ کے نام پر کوئی جھوٹی قسم کھالے، تو اگر وہ اپنی قسم کے ذریعہ سے کوئی چھوٹی چیز بھی ہدیہ لے گا، تو اس کے لیے جنت حرام، دوزخ لازم، صحابہ نے پوچھا چاہے وہ جھوٹی قسم سے کوئی چیز بھی لے لے؟ تو آپ نے فرمایا: چاہے پیلو کی مسواک ہی کیوں نہ ہو، پیلو کی مسواک جو ہوتی ہے اگر اس کو بھی قسم کھا کر لیتا ہے جھوٹا، تو گیا جہنم میں، بہت بڑی بلڈنگ کے لیے قسم کھانا، اور چھوٹی مسواک کے لیے قسم کھانا، دونوں برابر ہیں، کیونکہ اللہ میاں کا نام لیا ہے اس میں، اللہ میاں بڑے ہیں، بلڈنگ بھی چھوٹی، اور محل بھی چھوٹا ہے، زمین بھی چھوٹی ہے اللہ کی نگاہ میں۔

دنیا کی حیثیت

دنیا اللہ کی نگاہ میں مچھر کے پر کے برابر ہے، یہ تو ہم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے، بہت بڑی دنیا ہے، اللہ کی نگاہ میں تھوڑی ہے، اللہ کی نگاہ میں تو دنیا کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، اگر دنیا میں اچھے کام ختم ہو جائیں، تو جس طرح مچھر مار دیا جاتا ہے، اسی طرح دنیا ختم کر دی جاتی، مچھر مارنے میں کتنی دیر لگتی ہے، آپ کے ہاتھ پر مچھر بیٹھ جائے ابھی ایک ہاتھ ماریں گے ختم ہو جائے گا، ایسے ہی دنیا کو ختم کرنا اللہ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے، جس طرح مچھر مارنے میں ہم کو آسانی ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ آسان ہے اللہ کو دنیا ختم کرنا، لیکن دنیا باقی اسی لیے ہے، کہ ابھی نماز پڑھنے والے ہیں، ابھی روزہ رکھنے والے ہیں، ابھی حج کے لیے جانے والے ہیں، ابھی زکاۃ دینے والے ہیں، اور ان سب سے بڑھ کر ابھی اللہ کا نام لینے والے ہیں، اس لیے کہ یہ سارے کام بھی اللہ کے نام کے لیے ہیں۔

عبادات میں تصحیح نیت ضروری ہے

اب اگر کوئی نماز پڑھے، نماز اس لیے پڑھے کہ صحت اچھی ہوجائے، تو نماز ہوگئی، ختم ہوگئی جماعت، نماز اس لیے پڑھے کہ سب پڑھ رہے ہیں، نماز ختم ہوگئی، ایسے ہی جتنے بھی اچھے کام ہیں، اگر اس میں نیت نہیں ہے، اور صرف یہ ہے کہ جب سب کررہے ہیں تو ہم بھی کررہے ہیں، اس سے فائدہ ہوتا ہے، مزا آتا ہے ادھر جاتے ہیں ادھر جاتے ہیں، تو گویا کہ لطف آتا ہے، تو گیا کام سے، ختم ہوگیا معاملہ، تو یہ نماز بھی اسی لیے ہوا اللہ کے لیے فرمایا گیا ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (طه:١٤) نماز قائم کرو میرے ذکر کے لیے، میری یاد کے لیے، اور اللہ نے اپنی یاد کا ایک نظام بنایا ہے، اور ہم اس نظام سے اپنے آپ کو الگ کرتے چلے جارہے ہیں، ہم لوگ صرف اللہ کی یاد کے لیے صرف اتنا جانتے ہیں، کہ سبحان الله والحمد لله، ولا اله الا الله والله اكبر، اللہ اللہ ہوگیا ذکر، اتنا ہی جانتے ہیں، ایسا نہیں ہے، اللہ میاں نے اپنی یاد کا پورا نظام بنایا ہے، اور یہ نماز کا روزے کا، حج کا، زکاۃ کا۔

دنیا کس کو کھاتی ہے

اس سے بھی بڑھ کر حرام وحلال کا، حرام وحلال سے اللہ کی یاد رہتی ہے، ہر قدم پر یہ جائز ہے، یہ ناجائز ہے، تو آپ جائز اور ناجائز سوچیں گے، تو اللہ کو سوچیں گے یا نہیں سوچیں گے؟ اس نے جائز کہا، اس لیے جائز ہے، اس نے ناجائز کہا اس لیے ناجائز ہے، تو اللہ کی یاد اس سے بھی وابستہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا کی جو غفلتیں ہیں، دنیا کی جو مشغولیتیں ہیں، دنیا کی جو مصروفیتیں ہیں، ان سے بچانے کے لیے یہ نظام رکھا ہے، اور جو اس نظام سے اپنے آپ کو الگ کرلے گا، دنیا اس کو کھا جائے گی، دنیا کھا جاتی ہے، جیسے کہ ہم نے یہ عرض کیا، کہ مچھر دیکھنے میں چھوٹا ہے، لیکن یہ مچھر ہے عجیب وغریب، اسی سے ملیریا بھی ہوتا ہے، اور اسی سے ڈینگو بھی ہوتا ہے، تو بہت سے وہ لوگ ہیں جن کو دنیا کاٹ لیتی ہے، تو وہ ملیریا کا شکار ہوجاتے ہیں، اور بہت سے بڑے جو پیسے والے

ہیں، ان کو ویسا ہی مچھر کاٹتا ہے، تو ان کو ڈینگو ہو جاتا ہے، تو دنیا ہے تو مچھر کے پر کے برابر نہیں، لیکن کاٹتی بڑی زور سے ہے، اسی لیے آج بہت سے لوگ ملیریا کا شکار ہیں، کوئی ڈینگو کا شکار ہے، کوئی ملیریا کا شکار ہے، اس لیے کہ دنیا نے سب کو کاٹ لیا ہے، دنیا کہتی ہے میرے پیچھے آؤ گے، تو میں تمہارے لات ماروں گی، اور سب دنیا کے پیچھے دوڑے تو بات کیا ہے، اس کا ڈنک ہے ڈنک مارتی ہے وہ، یہ نہیں کہ کسی کے لتی ماری، ادھر گرا جا کے، بلکہ انجکشن لگا دیتی ہے، ڈنک مار دیتی ہے، اور آدمی ملیریا کا شکار ہو جاتا ہے، اس لیے بخار زدہ ہے، بیمار ہے، تو آج اسی لیے دیکھیں گے کہ سارے کے سارے بیمار ہیں۔

کوششوں کا محور ٹھیک ہو

لیکن جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ان میں موٹاپا آئے گا، تو آج اسی طرح ہر شخص اپنے موٹاپے کی فکر میں ہے، اس وقت محنت بھی اسی لیے کر رہے ہیں، کہ راحت ملے، محنت کس لیے کر رہے ہیں؟ تاکہ راحت ملے، یہاں تک کہ بہت سے وہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، جو نماز نہیں پڑھتے تھے، پڑھے لکھے لوگ ہیں، لیکن نماز کی محنت اس لیے کر رہے ہیں، کہ نماز سے صحت اچھی ہوتی ہے، اس لیے نماز پڑھ رہے ہیں، تو آپ بتائیے اس لیے نماز پڑھی جائے گی، تو اس نماز کا کیا فائدہ ہوگا؟ حدیث میں آتا تھا میں بہت غور کرتا تھا اس حدیث کا مطلب سمجھ میں نہیں آرہا تھا، ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک دور ایسا ہوگا کہ پوری جامع مسجد نمازیوں سے بھر جائے گی، لیکن ایک آدمی بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہیں ہوگا، تو یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ کیسے ہوگا؟ اب نظر آرہا ہے، نمازیوں کی تعداد ہر جگہ بڑھ رہی ہے، مسجدوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، لیکن علامہ اقبال نے بہت پہلے کہا تھا، ع

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی

اور اسی لیے یہ بھی کہا تھا۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

تو نادان میں وہی بات پیدا ہوگئی، روح نکلتی جارہی ہے سب سے، اس وقت ہر کام سے روح نکلتی جارہی ہے، اور نمازی نہ رہے کا مطلب یہی ہے کہ نماز پڑھنے والے اس دور میں نہیں تھے، اب نماز پڑھنے والے تو ہیں، لیکن وہ ہیں نماز نہیں ہے، نماز پڑھ رہے ہیں، لیکن نماز سے جو تبدیلی آنی چاہیے وہ نہیں آرہی ہے نماز تو اپنے کو چیک اپ کرنے کا ایک بہت بڑا آلہ ہے، نماز آپ پڑھ رہے ہیں اور ٹھیک سے کام کر رہے ہیں، تو سمجھئے کہ نماز ٹھیک ہے، یہ دوا گویا کہ اثر کر رہی ہے، اور اگر نماز پڑھ رہے ہیں، اور عمل ویسے ہی خراب تو ساری عبادت بھی سراب۔

علم اور علم والوں کی دو قسمیں ہیں

علم کی دو قسمیں ہیں، ایک علم وہ ہے جو شک پیدا کرتا ہے، اور ایک علم وہ ہے جو یقین پیدا کرتا ہے، اور جو علم شک پیدا کرے وہ حجاب ہے، وہ دور کرتا ہے، اور وہ علم جو یقین پیدا کرے وہ اصل علم ہے، اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ علم والے دو خانوں میں بٹتے جارہے ہیں، ایک علم وہ ہے جو پڑھ لکھ کر جس کو کہتے ہیں گدھے پر لادنا، ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾ (الجمعة:٥) کہ گدھے پر اگر کتابیں لاد دی جائیں، تو گدھا گدھا رہے گا، کتاب لادنے سے کیا ہوتا ہے؟ یہ قرآن میں مثال دی گئی ہے، ان یہودیوں کی جو بڑے پڑھے لکھے ہیں، ایسے ہی پڑھے لکھے نہیں تھے، غیر معمولی ان کے پاس علم ہے، یہاں تک کہ یہودیوں کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے، کہ وہ اسلام کو ایسے ہی جانتے، اور پہچانتے ہیں، جیسا کہ تم اپنے لڑکوں کو جانتے ہو، اور پھر قرآن کیا کہہ رہا ہے، کہ ان کی مثال گدھوں کی طرح سے ہے، جن کی پشت پر کتابیں لاد دی گئی ہوں، یحمل أسفارا لیکن گدھے کا گدھا ہے، کتابیں لادنے سے کیا ہوا، اسی لیے

فارسی کا ایک محاورہ ہے، کہ گدھا اگر مکہ جائے

خرِ عیسیٰ چوں مکہ می رود آید ہنوز خر باشد

اگر حضرت عیسیٰ کا گدھا مکہ بھی چلا جائے تو لوٹ کر آئے گا تو گدھے کا گدھا ہی رہے گا، بدل تھوڑے ہی جائے گا، اسی لیے ایسا پڑھنا اس کے لیے اور مجبوری کا سبب ہو رہا ہے، پہلے تو آدمی سیدھا سادہ اللہ والا ہوتا تھا، تو جنت مل گئی اس کو، لیکن آدمی پڑھ لکھ گیا، اور پڑھنے لکھنے کے بعد معاملات خراب شروع کیا، تو الٹا ہو جائے گا، آدمی پڑھتا کس لیے ہے؟ یقین کے لیے ہے، یقین کس لیے؟ جنت کے لیے، اگر جنت ہی نہ ملے تو کام کیا پھر، اصل تو معاملہ جنت کا ہے۔

علم یقینی کی علامات

جو علم یقین پیدا کرتا ہے، تو وہ ترقی والا ہوتا ہے، اس کی علامتیں ہیں، اس کی علامت یہ ہے کہ علم والا نمازی ہو جاتا ہے، علم والا صحیح عقیدہ والا ہو جاتا ہے، علم والا صحیح سماج والا ہو جاتا ہے، علم والا جس گاؤں میں جاتا ہے، وہ گاؤں بدل جاتا ہے، علم والا جس گاؤں میں بیٹھ جاتا ہے اس گاؤں کی کایا پلٹ جاتی ہے، علم والا جن لوگوں سے ملتا ہے، ان کے حالات بدل جاتے ہیں، علم والا اگر بے نمازیوں کی بستیوں میں چلا جائے، تو وہاں کی بستی نمازی ہو جاتی ہے، علم والا اگر کسی ایسے علاقہ میں چلا جائے جہاں سود کا چال چلن ہے تو وہاں سود ختم ہو جاتا ہے، علم والا کسی ایسی بستی میں چلا جاتا ہے، جہاں بے حیائی ہے بے پردگی ہے، تو وہاں حیا لوگ خود قبول کرنے لگتے ہیں، گنگوہ کے بارے میں آتا ہے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وہاں جب نکلتے تھے، تو وہاں کی ہندو عورتیں بھی اتنا پردہ کرتی تھیں، کہ وہاں کے کسی مرد نے کسی عورت کا چہرہ نہیں دیکھا، ہندو عورت کا بھی، اس لیے کہ وہاں عالم رہتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنے تو اپنے پرائے بھی حیا کی چادر میں آگئے، اور اب ہمارا حال الٹا ہے کہ ان پر کیا اثر پڑتا ان ہی کا اثر قبول کر لیا ہم نے، الٹا ہو گیا کہ نہیں ہو گیا؟ تو ایسے پڑھنے لکھنے

سے کیا فائدہ؟ جس سے معاملہ الٹا ہوتا چلا جائے، اور خرابیاں پھلتی چلی جائیں، تو ہمارے اندر وہ علم آنا چاہیے جس کے ذریعہ سے روح پیدا ہوتی ہے، طاقت پیدا ہوتی ہے، دل کے اندر درد پیدا ہوتا ہے، اللہ کا ڈر پیدا ہوتا ہے، اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے، وہ اصل علم ہے، اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، وہ علم اصل علم ہے۔

دور کے ڈھول کے سہانے

تو اس لیے میرے بھائیو اور دوستو!

آج ہر چیز سمن کی لپیٹ میں ہے، یعنی دکھاوا رہ گیا ہے صرف، جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ موٹاپا پیدا ہو جائے گا، اعجاز ہے نبوی زبان کا، رسول پاک علیہ الصلاۃ و السلام نے یہ بات بیان فرمائی تھی، تو آپ کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں، بہت دور تک کیا ہونے والا ہے، آپ نے اس جملہ سے پوری انسانیت کی عکاسی کر دی، کہ آخری دور میں دکھاوا ہی رہ جائے گا، کیونکہ دیکھنے سے یہ چیز اچھی معلوم ہو رہی ہے، تو آج کل دیکھ لیجئے ہر چیز دکھاوے کی لپیٹ میں ہے، جو چیز بھی ہے بس دکھاوا رہ گیا ہے، ہر چیز جو ہے بس دیکھنے میں اچھی معلوم ہو، چاہے اندر سے اچھی ہو یا نہ ہو، سب کا فلسفہ یہی ہے، اور اس سے بڑا فلسفہ تو ان کا ہے امریکہ والوں کا، وہ کہتے ہیں چور وہ ہے جو پکڑ اجائے، اور جو پکڑا نہ جائے وہ شاہ ہے، انہوں نے بھی فلسفہ دوسرا ہی بیان کر دیا، کہ دیکھنے میں بڑے up to date چہرہ دیکھیں ان کا، اور پینٹ اور پتلون اور ٹائی دیکھیں، تو تم تصور نہیں کر سکتے کہ اتنا بڑا چور ہوگا یہ، لیکن نہ جانے کیسے کیسے یہ پوری پوری قوموں کو چرا لے جاتے ہیں، پوری پوری قوموں کو تباہ کر دیا، برباد کر دیا، اور ایک دفعہ امریکہ میں بجلی گری تھی اخبار میں بھی آیا تھا تو کہتے ہیں کہ امریکہ کی تاریخ میں اتنی چوری نہیں ہوئی جتنی اس رات میں ہوئی، اس لیے کہ سب چور تھے، اب اندھیرا ہو گیا، سب نے چوری کی، وہ یہ کہتے ہیں دیکھا نہ جائے، کوئی دیکھے نا پھر جو چاہے کیجئے، کوئی پکڑے نا جو چاہے کریں، اس لیے کہ اللہ کا خوف ہی نہیں ہے، یہاں معاملہ یہ ہے

کہ ﴿إِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا﴾ (النساء: ۱) یہاں تو یہ ہے کہ اللہ میاں دیکھ رہے ہیں، تو کبھی کبھی دماغ سے غلطی ہوگئی، گناہ ہوگیا، تو فوراً توبہ کرلے، یہ اللہ نے دروازہ کھول دیا ہے، کہ توبہ کرلو، فوراً یہ نہیں کہ ڈھٹائی پیدا ہوجائے، اور زیادہ اس پر مضبوط ہوجائے، اس کام کو اور زیادہ کرنے لگے، یہ تو اور بری بات ہے، تو بہر حال اس وقت معاملہ یہ ہے کہ اندر کی مایا لٹ گئی، اندر ختم ہوتا چلا جارہا ہے۔

اخلاص ہو تو کم میں بھی برکت ہے

آپ خود غور کرلیں، اپنے آس پاس کے گاؤں میں میں تو بہت غور کرتا رہتا ہوں، ہمارے یہاں بھی ماشاء اللہ آپ کے یہاں کے بہت لوگ آتے تھے، بعض بے پڑھے لکھے لوگ آتے تھے، جن سے ایمان تازہ ہوجاتا تھا، میں اپنے بچپن کے واقعات دیکھتا ہوں کہ سیدھے سادھے لوگ آئے مخلص، اللہ کے لیے آئے، اللہ کے لیے رکے، اور اپنے گھر واپس گئے، جو کچھ کہا گیا اس پر عمل کرنا شروع کردیا، تو اس کا نتیجہ کیا تھا؟ ہر گھر میں برکت تھی، کم تھا لیکن کم میں برکت تھی، آج زیادہ ہے زیادہ میں برکت نہیں ہے، یہ تو بالکل کھلی آنکھوں بتا رہا ہوں، آپ خود دیکھ لیجئے، ہر گھر میں یہ بات ملے گی آپ کو، کوئی گھر اس سے خالی نہیں ہے، پہلے کم تھا برکت تھی، آج زیادہ ہے ہر گھر میں زیادہ ہے، بہت کم ایسے ہوں گے جن کی آمدنی کم ہوگئی ہو، ہیں ایسے بھی ہیں، لیکن اب پہلے کے مقابلے میں ہر جگہ آمدنی زیادہ ہے، گیہوں زیادہ ہیں، چاول زیادہ ہیں، دال زیادہ ہے، اور اس کے علاوہ کھانے کے اقسام زیادہ ہیں، پہلے تو گوشت ملتا ہی نہیں تھا، کبھی کھالیا تو کھالیا، ایک دال ہے اور ایک روٹی ہے، لیکن دال روٹی میں وہ لطف تھا، وہ مزا تھا، کہ بیان سے باہر ہے۔

اصل مزا دل کا مزا ہے

ایک صاحب کے بارے میں آتا ہے، انہوں نے دعوت کی، ایک صاحب کی دعوت کی اپنے گھر میں اور بہت زور سے انہوں نے کہا کھانا پکا ہے آپ تشریف لائیں، تو آگئے بیٹھ گئے، ظاہر ہے کہ صبح سے بھوکے تھے، گیارہ بجے سے بلالیا گیا تھا، جلدی آئیے

گیارہ بجے سے بلالیا، اور ان کو بٹھا دیا، اور اس کے بعد ایک گھنٹہ دو گھنٹے، تین گھنٹے، وہ پریشان، ان کے پیٹ کی حالت خراب، کوئی چیز کھانے کو نہیں دے رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں ابھی آرہا ہے، وہ ہو رہا ہے، جب بہت زیادہ بھوک لگ گئی، بے چین ہو گئے، تو انہوں نے کہا کچھ تو آپ لے ہی آیئے، نہیں نہیں انتظام ہو رہا ہے، ابھی ملے گا، جب ان کو خوب بھوک لگ گئی، بے چین ہو گئے، تو انہوں نے کہا کچھ آپ لے ہی آیئے، نہیں نہیں انتظام ہو رہا ہے، ابھی ملے گا، جب ان کے خوب بھوک لگا لی، تو انہوں نے دال روٹی لگا دی لاکر، تو بھوک اتنی زیادہ تھی، کہ دال روٹی میں لطف آ گیا، دال اچھی تھی روٹی اچھی تھی، اور مزا آیا، جب دال روٹی کھا چکے تو وہ جو اندر سے نہایت عمدہ کھانا پکایا تھا، تب لے کے آئے، اور کہا اب اس کو کھایئے، تو انہوں نے کہا اب اس میں تو مزا ہی نہیں آئے گا، اس لیے کہ مزا تو اندر ہے، کھانے میں مزا نہیں ہے۔

یہ بات یاد رکھئے، یہ غلط فہمی ہے، لوگوں کو کہ کھانے میں مزا ہے، کھانے میں تو کوئی مزا نہیں، مزا ہمارے اندر ہے، ہمارا مزا جب ختم ہو گیا، ہم نے دال روٹی کھالی، تو اس میں لطف آ گیا، تو اب مزا ختم ہو گیا، اب بریانی کھایئے قورمہ کھایئے، اعلیٰ سے اعلیٰ ڈش پکوا کر کھایئے، لیکن اس میں مزا نہیں آئے گا، اس لیے کہ اندر کا مزا جاتا رہا، اسی لیے آج کل سب کچھ ہے لیکن مزا نہیں ہے، مزا چلا گیا، کیونکہ دل کا مزا جاتا رہا، اسی لیے آج اندر خود غرضی ہے، کسی سے آپ ملتے ہیں لوگ ملاقات کرتے ہیں، تو کیا ہوتا ہے؟ یا تو کوئی مقصد ہوتا ہے، ان سے کچھ لینا ہے، ان سے فائدہ اٹھانا ہے، ان کو بے وقوف بنانا ہے، ان سے کسی نہ کسی طرح وصول کرنا ہے، یا کوئی یہ سوچ لے کہ یہ آدمی اچھے نہیں ہیں، گڑبڑ ہیں جب اس طرح ملیں گے تو ہوگا کیا؟ ظاہر ہے کہ نہ ان کو مزا آرہا ہے، بس جھوٹی ہنسی ہنس رہے ہیں بڑی زور سے، مصافحہ بھی کر رہے ہیں، واہ واہ، آج تو بہت دنوں کے بعد ملاقات ہوئی، سب جھوٹ ہے، نہ ان کو ان سے محبت، نہ ان کو ان سے محبت، ارے اللہ کے لیے ملیں، تو ملاقات ہو، صحیح ملاقات ہو تو اللہ کے

لیے ہو، تب ہے صحیح بات، اور جب اللہ کے لیے نہیں ہے، تو مزا کیا آئے گا۔

انسانیت بدہضمی کا شکار ہے

میرے بھائیو اور دوستو!

اس وقت بس دیکھنے میں ہر چیز اچھی معلوم ہوتی ہے، اور اسی کی فکر میں سب لگے ہیں، کہ اچھا گھر ہو، اچھی سڑک ہو، اور اچھا کام ہو، اب اس کے لیے ظاہر ہے کہ مزا ختم ہوتا چلا جا رہا ہے، جیسے میں نے کہا نا دال روٹی کھانے کے بعد مزا جاتا رہا لیکن پلاؤ کو دیکھ کر رال ٹپک آئی، تو رال ٹپک رہی ہے مزا ہے نہیں، تو کیا کریں گے؟ زبردستی کوئی چورن کھائیے، کہ ہاضمہ اندر ہضم ہو، تب یہ شروع کریں گے، تو یہ جب شروع کریں گے، تو ظاہر ہے کہ پیٹ خراب ہوگا، اس کے بعد کھا تو لیا انہوں نے کسی نہ کسی طرح سے، منہ کے اندر ڈالا، اور دو چار لقمے منہ کے اندر اتار لیے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا تھوڑی بہت دیر کے بعد مزا تو آ گیا منہ میں اندر جانے کے بعد لیکن طبیعت ٹھکانے لگا دے گا، تو بالکل یہی حال ہوتا جا رہا ہے، کہ ہمارا گھر اچھا ہو جائے، دوکان اچھی ہو جائے، اور ہماری کھیتی بہت سی بڑھ جائے، تو اس کے لیے انہوں نے کہا دال روٹی تو کھا چکے ہیں تو اب سوچا کہ چلو سود لو، رشوت لو، اور کسی کو بے وقوف بنا کر پیسہ لے لو، یہ کر لو وہ کر لو، پیسہ تو آ جائے گا، گھر بنا لیں گے، لیکن یہ نہیں جانتے گھر تو بن جائے گا، لیکن کاٹے گا یہ گھر، جس طرح میں کہہ رہا ہوں اس طرح پورے کا پورا مال کھا لیں، اور اندر تک چلا بھی جائے، لیکن پیٹ میں جا کے ایسا تباہ کرے گا، کہ ڈاکٹر کے چکر لگاتے ہی زندگی گذر جائے گی، ایسے ہی اگر آپ کا گھر اس طرح بن گیا سود کے ذریعہ سے بنا، رشوت کے ذریعہ سے بنا، اور بے وقوف بنا کر آپ نے کسی کا پیسہ لے لیا، تو گھر بن جائے گا، لیکن پوری زندگی پھر چکر کاٹتے رہیے، پوری زندگی پریشانی میں گذرے گی، اسی لیے آج ہر شخص پریشان ہے، کیونکہ اکثریت کا مال خراب ہے، کوئی کھیتی کر رہا ہے، تو عشر نہیں نکلتا، کھیتی کر رہا ہے، پیداوار ہو رہی ہے، اس میں جو حصہ ہے، وہ غریبوں کو دیتا نہیں، کسی

کے پاس سونا رکھا ہے چاندی رکھی ہے، اس کی زکاۃ نکالتا نہیں، کسی کے پاس زمین اور جائیداد ہے، اور اس سے وہ فائدہ اٹھا رہا ہے، لیکن دوسرے کو اس سے فائدہ پہنچاتا نہیں، غرض کہ لوٹنے اور کھسوٹنے میں لگا ہے، تو اس کو مزا کیا آئے گا؟

پہلے عقیدہ درست ہو

تو میرے بھائیو اور دوستو!

ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے اندر جو اصل چیز ہے اس کو پیدا کرنے کی کوشش کریں، اور اس کے لیے ترتیب سے چلنا پڑے گا، تب جا کے وہ چیزیں کنٹرول میں آئیں گی، ایک تو مسئلہ یہ ہے کہ عقیدہ بالکل درست ہونا چاہیے یہ بھی آج کل ڈگ مگ ہو رہا ہے، اور عقیدہ بھی خراب ہوتا چلا جا رہا ہے، ورنہ ان علاقوں کا عقیدہ الحمدللہ بڑا اچھا تھا، مضبوط عقیدے کے لوگ تھے پہلے، حضرت مولانا امین صاحبؒ کی کوششوں سے یہ بات پیدا ہوگئی تھی، کہ عقیدہ بالکل ٹھیک تھا، اور گھروں میں الٹے سیدھے کام نہیں ہوتے تھے، حضرتے مولانا نے یہ کہا بھی تھا، کہ میں کہہ کر جا رہا ہوں، بہت سے لوگ ادھر ادھر کے آئیں گے، ان کے چکر میں مت پڑنا، جو میں بتا کے جا رہا ہوں اسی پر عمل کرنا، لیکن جب سے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا، تو ادھر بھاگے چلے جا رہے ہیں، ادھر بھاگے چلے جا رہے ہیں، عقیدہ بھی ختم ہوتا چلا جا رہا ہے، کہ ساری کائنات اللہ نے بنائی ہے اور اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ان سب کا چلانا، تو مسئلہ یہ ہے۔

عبادت صرف اللہ کے لیے ہو

دوسرے ایک تصور اور ختم ہوتا چلا جا رہا ہے، جس کی مثالیں مجھے کئی شہروں میں نظر آئیں، اور لکھنؤ میں میں نے ایک دو آدمی کو دیکھا، وہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کے ذہن میں ایک بات یہ بیٹھ گئی ہے کہ اللہ میاں بھی جب ہمارے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا، تبھی عبادت کریں گے، ایک صاحب نے تو مجھ سے کہہ دیا، وہاں لکھنؤ میں ایک صاحب کے یہاں میں گیا، ان سے کہہ دیا کہ نماز پڑھیے، تو کہنے لگا جب اتنا سا دیں گے اللہ میاں تو

کیا نماز پڑھیں گے؟ گویا کہ اللہ میاں ان کے تابع ہیں، یہ تو بہت بری بات ہے، یہ تو اہم درجہ کی بات ہے، لیکن یہ بھی بری بات ہے، کہ ہم عبادت اس لیے کریں کہ ہم لوگوں کو دنیا مل جائے، یہ بھی اچھی بات نہیں ہے، بہت خطرناک بات ہے، یہ غیروں میں بات تھی، مسلمانوں میں یہ بات کبھی نہیں تھی، کہ ہم اس لیے نماز پڑھیں گے کہ صحت اچھی ہوجائے، اس لیے نماز پڑھیں گے کہ دوکان چل جائے، اس لیے نماز پڑھیں گے کہ ہم کو عزت مل جائے، اس لیے نماز پڑھیں گے کہ ہمارا عہدہ بڑھ جائے، اس لیے نماز پڑھیں گے کہ ہماری آمدنی بڑھ جائے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ، نماز اس لیے ہے؟ یا اور کوئی کام اچھا کررہے ہیں، اس لیے کررہے ہیں کہ ہماری شہرت ہوجائے؟ اور لوگ پوچھنے لگیں اور ہماری آمدنی بڑھ جائے، یہ سب اسی میں آتا ہے، یہ بالکل صحیح نہیں ہے۔

اللہ کے لیے کرنا ہے، جو کچھ کام بھی کرنا ہے، اللہ کے لیے کرنا ہے، تب تو برکت ہوگی، ورنہ برکت ہو ہی نہیں سکتی، اور پھر ہم کامیاب نہیں ہوسکتے، ہم یہاں کے یہاں ہی رہیں گے، دیکھنے میں سب کچھ ہورہا ہے، لیکن ہوگا کچھ بھی نہیں، تو پہلی چیز ہے عقیدہ، عقیدہ بالکل پختہ ہونا چاہیے، کہ اللہ ہی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے، اور اللہ ہی سے تعلق رکھنا ہے، اللہ ہی کے لیے ہم کو سب کام کرنے کی مشق بھی کرنی ہے، ملنا جلنا بھی اللہ کے لیے، عیادت بھی اللہ کے لیے، یہ ساری چیزیں۔

دین خالص مطلوب ہے

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ﴿اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر: ۳) یاد رکھو بغیر ملاوٹ کا دین اللہ کے لیے ہے، اور ملاوٹ ہم بھی نہیں پسند کرتے، ہے کوئی آدمی جو ملاوٹ پسند کرے گا، تو اللہ میاں کیسے پسند کریں گے ملاوٹ، آپ کا تیل ہو تو خالص ہو، اس میں ملاوٹ نہ ہو، اور دال ہو تو اس میں ملاوٹ نہ ہو، یہاں تک کہ مرچ ہو تو اس میں بھی ملاوٹ نہ ہو، لیکن اللہ میاں کی ہر چیز میں ملاوٹ، عقیدہ میں شرک کی ملاوٹ، مال میں حرام کی ملاوٹ، اور اگر کسی کی عیادت کرنے

جارہے ہیں، تو کسی مقصد کی ملاوٹ، اور اگر کسی کی زیارت کرنے جارہے ہیں تو اس میں خودغرضی کی ملاوٹ، اور اسی طرح اگر کسی کام میں جارہے ہیں، تو اس میں بھی ملاوٹ، دیکھتے چلے جایئے تجارت کررہے ہیں، تو مکروفریب کی ملاوٹ، اور جھوٹ کی اور دھوکہ دینے کی ملاوٹ، اس طرح ہر چیز کے اندر ہم نے ملاوٹ کردی ہے، تو کیسے اللہ میاں کے یہاں ہم کو ملے گا، ملاوٹ نہیں ہونی چاہیے، بالکل مال خالص ہو، اسی لیے حدیث میں آتا ہے، کہ اگر کوئی شخص اللہ کے لیے صدقہ کرے، مال طیب، پاکیزہ مال سے ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، **ویربیها کما یربیها أحدکم فلوه**، (**صحیح ابن حبان فی باب صدقة التطوع**) اور اس کو ایسے بڑھاتا ہے جیسے تم لوگ گھوڑے کے بچہ کو کھلاتے پلاتے ہو، تو آج ایسا، کل ایسا، پرسوں ایسا، بڑھتا چلا جاتا ہے، اسی طرح وہ صدقہ جو کھجور کے برابر تھا، پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے، مگر ہو خالص مال سے، اب یہ بھی بات ختم ہوتی چلی جارہی ہے، پہلے یہ بات تھی کہ لوگ اس طرح کے ہوتے تھے کہ ان کو بڑا صدقہ دینے کی نوبت آگئی ہے، کسی اللہ کے نیک بندے کے سلسلہ میں انہوں نے کہا، وہ آج کھانا کھائیں گے، یا ان کو کچھ ہدیہ پیش کیا، تو بہت خالص دیتے تھے وہ، بالکل پاکیزہ، تو اس سے برکت ہوتی تھی۔

خالص ہدیہ میں بھی نور ہوتا ہے

جو خالص ہدیہ ہوتا ہے صدقہ ہوتا ہے اس میں نور ہوتا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ایک واقعہ لکھا ہے، کہ ایک عورت ان کو ہدیہ دینے آئی، اور حضرت کے سامنے اس نے آکے کہا ہدیہ آپ کو لے کر آئی ہوں، کہنے لگی یہ قبول فرمالیں، حضرت نے انکار کردیا، وہ چلی گئی، حضرت جب تہجد میں اٹھے، تو اب نماز پڑھنے میں ہی جی نہیں لگ رہا ہے، ظاہر ہے وہ تو پڑھے لکھے لوگ تھے، فوراً سمجھ گئے، انہوں نے کہا اس بوڑھیا کا ہدیہ جو واپس کیا، اس کی وجہ سے نماز ہماری گئی، بھاگے رات ہی کو بھاگے، اس بوڑھیا کے گھر، اور دروازہ کھٹکھٹایا، اور کہا اماں میں حاضر ہوں، کہا کون؟ کہا ولی

اللہ، تو بوڑھیا گھبرا گئی، بولی حضرت میرا گھر کہاں اس لائق کہ حضرت تشریف لائے بہت اس پر اثر ہوا، تو انہوں نے کہا میرا ہدیہ دے دو، جو تم لائیں تھیں، وہ بھی کیسا؟ معمولی سا بالکل ہدیہ تھا، تو اس نے کہا جس وقت سے میں لوٹ کر آئیں ہوں، مستقل رو رہی ہوں، کہ حضرت نے میرا ہدیہ قبول نہیں کیا، اور میں نے کئی روز سوت کاتا ہے، اور کات کر یہ ہدیہ رکھا ہے، آپ کے لیے بالکل خالص کمائی کا ہے، تو انہوں نے کہا ہدیہ میں نور ہوتا ہے، اور وہ ہدیہ لے کر آئے، اور سر پر رکھا، اس کے بعد تہجد کی نیت باندھی، تو مزا آ گیا، اب نماز میں لطف آ گیا، تو یہ ہوتا ہے خالص مال میں۔

پریشانیاں کیوں ہیں؟

آج کل اصل میں وہی میں نے جو عرض کیا نا، کہ لوگ پہلوان سمجھتے تھے، دیکھنے میں پھولا ہوا ہو، بس پھولا ہوا ہے، پہلوان نہیں ہے، ایک ماریئے، چار قلابازی کھائے گا، اس کے اندر کوئی دم نہیں ہے، ایسے ہی آج کا سماج پھولا ہوا ہے، دکھاوے کے لیے، اپنی بڑائی جتانے کے لیے، اور ایک جھوٹی ناک کہ ناک نہ کٹے، اپنی برادری میں بڑی اونچی رہے، بڑے اونچے کلاکار ہیں، اس لیے ان کو اتنا ہی کرنا چاہیے یا اور اسی طرح جو دوسری چیزیں ہوتی ہیں، بلاوجہ کی ایک چیز ہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس کے نتیجہ میں سارے یہ کام کئے جاتے ہیں، اور ملتا کچھ بھی نہیں ہے، اگر یہی کام اللہ کے لیے کیا جائے، تو اس میں برکت ہی برکت ہے، حدیث میں آتا ہے، نکاح کے سلسلہ میں، کہ سب سے بابرکت نکاح وہ ہے، جس میں خرچ سب سے کم ہو، أیسرھا مؤونۃ، وہ بابرکت بھی کہا گیا ہے، لیکن آج کتنے خرچ والے نکاح ہیں، آپ شہروں میں جا کر دیکھئے، یہاں بھی سب ہونے لگا ہے، شہروں میں تو بہت زیادہ ہوتا ہے، اتنا خرچ کرتے ہیں، کہ سمجھنا مشکل ہے، ہمارے یہاں لکھنؤ میں ایک صاحب نے دعوت کی نکاح میں، تو صرف چالیس حلوائی تھے ان کے یہاں، حلوائی چالیس تھے، کہ اگر ایک ایک مٹھائی کا پیس کھالے تو وہیں سے لوٹ جائے کھانے کی ضرورت ہی

نہیں پیش آئے گی، تو اب ظاہر ہے کہ چالیس حلوائی وغیرہ یہ سب دکھاوا ہی تو ہے؟ اور اس کے بعد ہوتا کیا ہے؟ کہ بس ایک مہینہ اس سے زیادہ نہیں چلتی ہے شادی، ایک مہینہ بعد وہ اپنے گھر خوش وہ اپنے گھر خوش، ابھی ایک شادی اور ہوئی، ہوائی جہاز پر دولہا والے ایک جہاز پر دلہن والے ایک جہاز پر دونوں جہاز آسمان پر اڑ رہے تھے، نکاح ہوا، اور اس کے بعد نیچے اترے، تو سمندر میں چلے گئے، یعنی وہاں جو ہوٹل ہیں شیشے کے، سمندر کے اندر، وہاں ولیمہ ہوا، اور بڑی رنگ رلیاں، سب کچھ ہوا، وہاں سے نکلے پھر جہاز پر، امریکہ پہنچ گئے، اور اس کے بعد جب آئے تو یہ اپنے گھر خوش وہ اپنے گھر خوش، تین طلاقیں ایک ساتھ ہوئیں، جاؤ بس ہو گیا قصہ ختم، یہ ہے سب سے بابرکت نکاح، جس کے لیے سب پریشان ہیں، لوگ یہ تو دیکھتے ہیں کہ شیشے میں شادی ہو رہی ہے، یہ تو دیکھتے ہیں کہ بڑے پکوان پک رہے ہیں، یہ تو دیکھتے ہیں بڑی دھوم چل رہی ہے، لیکن یہ نہیں دیکھتے ہیں اسی دھوم کے اندر کیا ہے، اور اس کے پیچھے کتنے کیڑے ہیں، کتنے کانٹیں ہیں، جو ایسے نکاح کرنے والوں کے پاس چھٹ جاتے ہیں آکر، اور پورا گھر پریشان ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے ہر گھر اس وقت پریشان ہے، یعنی ان کی پریشانی کی فہرست اگر بیان کی جائے، تو اس کے لیے بڑا وقت چاہیے۔

دل سے جو آواز نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

میرے بھائیو اور دوستو!

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم پوری اپنی کوشش اصلاح کی کریں، ابھی آپ نے تقریر سنی، اگر ہم لوگ عمل کرنے والے ہوتے تو اتنا کافی تھا، بالکل کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی، اور سب اپنے اپنے گھر چلے جاتے، لیکن ہم لوگ چونکہ سنتے ہیں، اور ان سنی کر دیتے ہیں، اسی لیے بار بار سنایا جاتا ہے، اور حکم بھی ہے، اور ایک بار ہمارے مولانا ابرار الحق صاحبؒ نے ایک لطیفہ سنایا، بڑا دلچسپ، بڑا اچھا بھی لگا، انہوں نے کہا کہ ایک صاحب تھے، جو اپنے بیٹے سے کہتے تھے، نماز پڑھو، وہ نماز نہیں پڑھتا تھا، روز

ٹوکتے تھے، نماز پڑھو نماز پڑھو، اور لکھ لیتے تھے آج دس دفعہ لکھا، دس دفعہ کہا، تو ڈائری میں لکھ لیا، دس دفعہ کہا، یہاں تک کہ انہوں نے ایک سو بیس مرتبہ لکھ لیا، کہ ۱۲۰ مرتبہ کہا ہے، جب ۱۲۱ ویں مرتبہ کہا، تو کام ہو گیا، اور نماز پڑھنے لگے وہ، تو اس لیے بعض دفعہ بار بار کہا جاتا ہے۔ تو بعض لوگ سمجھتے ہیں، صرف کیفیت، کیفیت کے ساتھ کمیت بھی ضروری ہے، یعنی ایک یہ کہ اچھی طرح کہا جائے، دونوں مطلوب ہیں، یہ نہیں کہ ایک دفعہ کہہ دیا اور بس چھوڑ دیا، ہمارے ایک صاحب بلاتے تھے محلّہ میں، اللہ مغفرت کرے ، بہت عمدہ شعر بھی پڑھتے تھے، فجر سے پہلے سب کو جگاتے تھے، نماز پڑھنے کے لیے، تو ایک صاحب فوراً جیسے آج کل کے لوگ ہیں سوتے رہتے ہیں اور نہیں اٹھتے، تو میں نے خود سنا ایک کے دروازہ پر جا کر کھٹکھٹایا، ''اٹھو'' جب نہیں اٹھے کہنے لگے جاؤ پوری زندگی سوتے رہو پڑے، تو ظاہر ہے اس انداز سے لڑائی تو ہو ہی جائے گی، اچھے انداز سے کہنا چاہیے کہ اٹھ جاؤ، لیکن انہوں نے کہا جاؤ پوری زندگی پڑے سوتے رہو۔

تو اب یہ بھی صحیح نہیں ہے، اچھی طرح کہتا رہے، کہتا رہے، اسی لیے باپ کو چاہیے، کہ بیٹے سے بھی کہتا رہے، مایوس نہ ہو، جیسے باپ جلدی ناراض ہو جاتا ہے، ایک دو دفعہ کہا، اور اس کے بعد جب بیٹے نے نہیں مانا، تو انہوں نے کہا جاؤ، نکلو نالائق آدمی ایسے نہیں کہنا چاہیے، کہتا رہے، تو ایک وقت آئے گا کہ وہ مان لے گا، لیکن اپنی زبان کو بھی صحیح کر لے، اپنی زبان کو بھی صحیح کرنا ضروری ہے، یہ نہیں کہ بس زبان تو ہماری خود خراب ہے، نہ تاثیر ہے کیونکہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں پہلے خود عمل کرنا پڑتا ہے، ایک واقعہ تو بہت مشہور ہے، ساری دنیا سناتی رہتی ہے، لیکن واقعہ سب سنتے ہیں نکل جاتے ہیں، کہ ایک بوڑھیا آئی ایک حکیم کے پاس، اور اس نے آ کر کہا کہ میرا بیٹا گڑ کھاتا ہے، آپ اس کو منع کر دیجئے، ہماری بات مانتا نہیں ہے، آپ کی عزت کرتا ہے مان جائے گا، کہنے لگے ٹھیک ہے، ایک ہفتہ کے بعد آنا، وہ ایک ہفتہ کے بعد آئی، اور انہوں نے بس یہ لفظ کہا، کہ بیٹا گڑ نہ کھاؤ، بری بات ہے نقصان ہوتا ہے، اس نے

چھوڑ دیا، تو ماں کہنے لگی اگر ایک ہفتہ پہلے منع کر دیتے، تو وہ ایک ہفتہ نہ کھاتا، تو انہوں نے کہا میں خود گڑ بہت کھاتا تھا، ایک ہفتہ چھوڑ دیا تب کہا، تو اس لیے فائدہ ہوتا تھا۔

سماج افراط وتفریط کا شکار ہے

اب تو یہ ہے کہ جیسے ہم الگ دنیا میں رہتے ہیں آپ الگ دنیا میں رہتے ہیں، یہ جو الگ ہو گئے ہیں نا بس اسی وجہ سے گڑ بڑ ہو گیا ہے، پہلے یہ ہوتا تھا ہم آپ کے ساتھ آپ ہمارے ساتھ، آپ آتے تھے ملاقاتیں ہوتی تھیں، آپ کو کچھ پوچھنا ہوتا تھا پوچھ لیتے تھے، اور ہم لوگ کی زندگی بھی سامنے تھی، آپ آیئے، حاضر ہیں، آپ ہی جیسے آدمی ہیں، اب مسئلہ یہ ہے ہم اوپر جا رہے ہیں، ہم دوسرے آسمان پر رہتے ہیں، اور آپ زمین پر رہتے ہیں، تو کیسے ملاقات ہو، اور ہم کو آپ جانتے بھی ہیں، ہم کیا کر رہے ہیں، ہم کیسے رہتے ہیں، ہماری زندگی کا طریقہ کیا ہے؟ وہ آپ جانتے ہیں، اور بسا اوقات جب سامنے آتی ہے تو الٹا ہو جاتا ہے راستہ، وہ کہتے ہیں کہ معاملہ گڑ بڑ ہے، تو اس میں پھر کیا اثر ہوگا، سارا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کی ذمہ داری ہے آپ خود آئیں اور معلوم کریں، اور ہماری ذمہ داری بھی یہ ہے کہ ہم آپ کے پاس جائیں جیسے آئیں ہیں، کہ آپ کو بتائیں کیا صحیح ہے کیا غلط؟ اسی لیے یہ جلسے ضروری ہیں، اس طرح کے جلسے مختلف علاقوں میں مختلف انداز سے ہونے چاہئیں۔

موجودہ بیماری کی نشاندہی کرنا ضروری ہے

جب بات بار بار کہی جائے گی تو انشاء اللہ اس کا اثر پڑے گا، اس لیے جب نہیں کہی جاتی ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہی چیزیں پیدا ہوتی چلی جا رہی ہیں، بہت سے لوگ بات کہتے ہیں، لیکن ایک ہی بات کہہ رہے ہیں، کہ بھائی نماز پڑھو، نماز پڑھو، نماز پڑھو، تو بہت اچھی بات ہے نماز پڑھو، لیکن یہ نہیں کہتے سود چھوڑو، رشوت چھوڑو، حرام مال چھوڑو، یہ بہت نقصان دہ ہے، جب یہ کہیں گے اور یہ بھی کریں گے تو دونوں کام سے فائدہ

ہوجائے گا، اور لوگوں کے ذہن میں آئے گا کہ یہ کام برا ہے، اس لیے کہ سود کے بارے میں تو اتنے سخت الفاظ آئے ہیں، اور سود کا اثر بھی ایسا ہی ہوتا ہے، آپ لوگوں کو شاید معلوم نہیں، میرے کئی دوست ہیں، بعد میں اللہ نے ان کو ہدایت عطا فرمائی، انہوں نے خاص طور سے یہ بات بتائی، کہ پورا بینک اگر آپ بینک میں جائیں، تو ہر بینک کا آدمی اس میں کام کرنے والا ایسا ہے، جیسے جن بھوت اس کو لگ رہے ہوں، اپنے آپ میں نہیں رہتا کوئی، بینک میں، ہر آدمی ایسا ہے بینک کے اندر کام کرنے والا گھبرایا ہوا، پریشان، اور بالکل ایسا ہوجاتا ہے جیسے پاگل، تو یہ کس کا نتیجہ ہے؟ حالانکہ وہ صرف وہاں سے تنخواہ لیتے ہیں، تب ان کا حال یہ ہو رہا ہے، اور جو سود کھا رہا ہوگا اس کا حال کیا ہوگا، اور جو زمین کسی کی غصب کر کے خود استعمال کر رہا ہوگا اس کا کیا ہوگا، اور جو رشوت لے رہا ہوگا اس کا حال کیا ہوگا، اور جو غلط زمین کسی کی غصب کر کے خود استعمال کر رہا ہوگا اس کا کیا ہوگا، حرام مال غلط طریقوں سے لے رہا ہوگا اس کا کیا ہوگا، اس کو سکون کبھی نہیں، ہمیشہ پریشان رہے گا، کوئی نہ کوئی پریشانی، پریشانی کی شکلیں ہوتی ہی ہیں، کہیں لوگ اس کو سمجھتے نہیں، اور اس کو ٹال جاتے ہیں، پریشانی کی شکلیں سمجھ نہیں پاتے۔

پریشانی کی شکلیں مختلف ہیں

اللہ میاں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ساری چیزیں ہیں، جب فرعون کو اللہ میاں نے مبتلا کیا ہے، آزمائش میں، تو پھر خون بھیج دیا، اللہ میاں کے لیے یہ سب مشکل تھوڑی ہے، جوئیں برسنے لگیں، کہاں بھاگو گے، چیونٹیاں آگئیں، پھنس گئے، اسی کے غول میں، اور تنگ ہوگئے، میڈھک چلے آرہے ہیں، پریشان ہیں، پیر رکھنا مشکل ہے، اللہ میاں کی مخلوق ہے، اللہ میاں جس کو چاہیں جیسے مبتلا کردیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کسی چیز میں مبتلا کردیتا ہے، کبھی بیوی پریشان کرتی ہے، کبھی لڑکے پریشان کر رہے ہیں، کبھی پڑوس والے پریشان کر رہے ہیں، کبھی اور کوئی پریشان کرتا ہے،

غرض اس کے لیے ایسا ماحول بن جاتا ہے، سماج بن جاتا ہے، کہ ہمیشہ پریشان رہتا ہے، اور یہ نتیجہ اسی کا ہوتا ہے۔

ہر ایک پر صورت اور سیرت کی اصلاح لازم ہے

میرے بھائیو اور دوستو!

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس مسئلہ کو سمجھیں، اور جب سمجھیں گے عقیدہ پہلے درست کریں گے پھر عبادات درست کریں گے، پھر حق کی ادائیگی سمجھیں گے، حقوق کو ادا کریں گے، پھر اس کے بعد سماج کے جتنے معاملات ہیں، ان سب کو ایک ایک کر کے حل کرنا شروع کریں گے، تو بھوت بن جائیں گے، ہم آپ اور سب صبح سے لے کر شام تک کتنی مرتبہ اپنے آپ کو ٹھیک کرتے ہیں، اور آج کل کے ہمارے نوجوان دو دو گھنٹے گھنٹے اپنے آپ کو بناتے ہیں، بناتے ہیں کہ نہیں بناتے ہیں؟ داڑھی ٹھیک کروائیے، جمعہ ہے تو نہائیے، عطر لگایا، داڑھی ٹھیک کی، ہاں ٹھیک کیے، کپڑے ٹھیک کیے، تب آئے کہ نہیں آئے، اگر آپ یہ سب چھوڑ دیں، وضو کرنا چھوڑ دیں، آنکھ دھونا چھوڑ دیں، وضو کرنا چھوڑ دیں، اور دو چار مہینہ نہ نہائیں، نہ دانت مانجھیں، تو آپ کیسے ہو جائیں گے، حالت آپ کی کیا ہوگی، اور اگر بہت زیادہ دنوں تک کر لیں، اور نالے میں پڑے رہیں، تو کیا حالت ہوگی، ایسی حالت ہو جائے گی، کوئی قریب نہیں آئے گا، میں گورکھپور اسٹیشن پر کھڑا ہوا تھا، ایک شخص اس گٹر سے نکلا، گٹر میں سے نکلا، پائخانہ اس سے ٹپک رہا تھا، میں کبھی بھولتا نہیں اس منظر کو، اور آ کے پیسے مانگنے لگا، میں بھاگا وہاں سے پیسے نکالے، اس نے پھینک دیئے، اور بھاگا وہاں سے، سمجھ لیجئے کیا حالت ہوگی اس کی؟ ایسے ہی اپنی سیرت کو جو نہیں بناتا، اپنے عقیدہ کو نہیں ٹھیک کرتا، اوپر سے لے کر نیچے تک سب صحیح کرنا پڑے گا، یا نہیں پڑے گا، اوپر کے بال بھی اور نیچے کے بال بھی، ناخن بھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ سرتاپا ٹھیک کرنا پڑے گا، اللہ میاں نے جسم کو ایسا بنا دیا، کہ سمجھ لے آدمی ایسے ہی عقل کو بھی ٹھیک کرنا پڑے گا، دل کو بھی ٹھیک کرنا پڑے گا، روح کو بھی ٹھیک کرنا پڑے گا، اور اس کے

ساتھ ساتھ آنکھوں کو، کان کو، ناک کو منھ کو، زبان کو، پیٹ کو، پیٹھ کو، پیر کو، ہاتھ کو سب کو، ٹھیک کرنا پڑے گا، جس طرح ظاہر کو ٹھیک کرنا پڑتا ہے، اسی طرح باطن کو بھی ٹھیک کرنا پڑتا ہے، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ جیسے جب آدمی پگھل جاتا ہے، تو لوگ پاس نہیں بیٹھتے، اسی طرح جس کی سیرت خراب ہو جاتی ہے، اس کے پاس بھی لوگ نہیں بیٹھتے، کوئی گالی بکنے لگے، سیرت خراب ہوگئی، کوئی متکبر ہو جائے سیرت خراب ہوگئی، تو لوگ کیا کریں گے بیٹھیں گے نہیں اس کے پاس، ارے یہ تو بڑا برا آدمی ہے، بڑا گھمنڈی ہے، نہیں بیٹھتے، کیوں نہیں بیٹھتے اس لیے کہ اس کی سیرت نہیں صورت خراب ہوگئی ہے، سیرت کی صورت خراب ہوگئی ہے، اس لیے لوگ اس کے پاس نہیں بیٹھتے، ورنہ اچھی صورت کے پاس سب بیٹھتے ہیں، کوئی اچھی صورت والا آجائے، اور اچھا آدمی ہو سب اس کے پاس جائیں گے، لیکن جب بالکل اپنے آپ کو بگاڑ لیا، بدبو آنے لگی کون بیٹھے گا جا کے؟ تو میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کو سمجھیں، اور ہر شخص ہم میں سے کوئی مستثنیٰ نہیں، جیسا کہ ہمارے عزیز نے کہا، کہ کوئی مستثنیٰ نہیں ہے، ہم بھی اسی طرح محتاج ہیں، کہ اللہ میاں نے ایسا نظام بنایا ہے، کہ بڑے سے بڑا عالم کو بھی بال وال ٹھیک کروانے پڑتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ یہ بہت بڑے عالم ہیں، ان کے بال کاٹنے کی ضرورت نہیں ہے، ان کو ناخن کاٹنے کی ضرورت نہیں، وہ تو ان کو بھی ضرورت ہے، اور ہم کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے، بس میرے بھائیو اور دوستو! اپنی اصلاح ہم سب کی ہو جائے، اور اس کے لیے ہم سب تیار ہو جائیں، تو انشاء اللہ کام بن جائے گا۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

میرا ہے یہ اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد الأولين والآخرين رحمة للعالمين شفيع للمذنبين امام الأنبياء والمرسلين خاتم النبيين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله الطاهرين وصحبه الغر الميامين وعلىٰ من تبعهم ودعا بدعوتهم واهتدىٰ بهديهم الىٰ يوم الدين ، أما بعد!

حضرت صدر محترم، بزرگان گرامی قدر اور حاضرین مجلس!

ایک رسم تعارف کی چل پڑی ہے، اور یوں بھی بہت سی پہلے سے رسمیں ہیں، لیکن یہ رسم تعارف اگر صرف تعارف کے لیے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن تعارف کا الف یا سے بدل جاتا ہے تو غلط ہو جاتا ہے، یعنی تعارف کم ہوتا ہے تعریف زیادہ، تعارف کی تو اجازت ہے، تعریف کی اجازت نہیں ہے، حدیث سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، اسی لیے کسی کے سامنے منہ پر تعریف کرنا یہ پسندیدہ امر نہیں ہے، تو نام تو تعارف کا ہوتا ہے، لیکن تعریف ہو جاتی ہے، قرآن مجید میں قبائل کا اور برادریوں کا تذکرہ ہے، شعوبا و قبائل، تو اس کے آگے ہے لتعارفوا ، تو اگر برادریوں میں قوموں میں مختلف علاقوں کے رہنے اور بسنے والوں میں آپس میں تعارف ہو تو جھگڑے نہ ہوں، لیکن وہاں بھی تعریف شروع ہو جاتی ہے، کہ یہ برادری اچھی وہ برادی کم تر، تعارف سے وہاں ہٹے تو جھگڑے شروع ہوئے ، ایسے ہی جب تعارف سے آدمی ہٹ کر تعریف پر آجاتا ہے، تو دل بگڑ جاتا ہے ، اگر دل پر محنت ہو گئی تو نہیں بگڑتا ، کیونکہ اللہ والوں کے یہاں ایسا مقام بھی آتا ہے کہ

مادح وذام نظر آتے ہیں یکساں دونوں، چاہے کوئی کتنی تعریف کرے، اور چاہے کوئی کتنی ہی برائی کرے، دونوں برابر ہیں، اس لیے کہ جب تعریف ہوتی ہے، تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ میری کیا تعریف ہے جس نے مجھے کچھ دیا بولنے کی صلاحیت دی تعریف اس کی ہے، جب چاہے لے لے، جیسے یہ لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے ہیں، ہم اس سے بول رہے ہیں، تو آواز وہاں تک جارہی ہے، اب اگر کوئی تعریف کرے لاؤڈ اسپیکر بہت اچھا ہے، تو لاؤڈ اسپیکر اترانے لگے کہ میں بہت اچھا ہوں، تو بے چارہ کی کیا حیثیت ہے ابھی ذرا سا ہٹا دیا جائے چھٹی ہو جائے گی، مصلحۃ اصل تو ہماری آواز ہے، اسپیکر کی تو ہے نہیں کوئی۔

تو یہ اس طرح معاملہ ہے اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہے لے لے، مثلاً کوئی شیروانی پہن کر آئے، عمدہ قسم کی اور بڑی فٹ ہو، ہو کسی اور کی، کسی سے مانگ کر پہن کر آئے، لیکن بدن پر اس کی بڑی فٹ ہو، اور لوگ تعریف کر رہے ہیں، کیا شیروانی ہے، واہ واہ ماشاء اللہ، تو شیروانی پہننے والے کو ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال نہیں آئے گا، کہ میری ہے، اس لیے کہ جانتا ہے، ادھار لے کر آئے ہیں، ابھی اتر جائے گی، وہاں جا کر اتار کے دینا ہے، تو تعریف کی حیثیت تو یہی ہے، لیکن جب آدمی ہم جیسا ہو تو ظاہر ہے بگڑنے کا خطرہ تو ہوتا ہی ہے، کہ میں قابل تعریف ہوں جب ہی تعریف کی جارہی ہے، اور وہ بھی نام تعارف کا لیا گیا، اور کی گئی تعریف، یہ بھی اس حد تک اچھا تھا، کہ ابا اچھے تھے دادا اچھے تھے، لیکن ابا دادا کے اچھا ہونے سے پوتا بھی اچھا ہو جاتا ہے، کیا ضروری ہے؟ یہ تو کہیں لکھا بھی نہیں ہے۔

اصلاح معاشرہ کیا ہے؟

ہاں یہ ضروری ہے کہ کان ابوھما صالحا قرآن مجید میں ہے جس کے ابا نیک ہوتے ہیں تو اس کا فائدہ بیٹے کو ملتا ہے، قرآن سے معلوم ہوتا ہے، اس لیے ہم سب کو اچھا بننا چاہیے، تاکہ ہمارے بیٹے فائدہ اٹھائیں، اور اسی کا نام اصلاح معاشرہ ہے، اصلاح معاشرہ اسی کا نام ہے کہ ہم اپنے آپ کو ٹھیک کریں یعنی تعریف کی جائے

تو خدا کی سمجھیں اور جب برائی کی جائے تو یہ سمجھیں کہ اس کو تو کم معلوم ہے اگر زیادہ معلوم ہو جاتا تو کیا کرتا، اپنے گناہ جب سامنے ہوں گے تو پھر کوئی کتنی ہی برائی کرے ،اللہ کا شکر ادا کرے گا اس کو کم معلوم ہوا اور ڈرتا رہے گا کہ اور زیادہ نہ معلوم ہو جائے ،تو شرمندگی ہوگی، برا نہیں سمجھے گا، اللہ میاں کا شکر ادا کرے گا کہ اس کو سب معلوم ہے تو جب یہ سوچ ہو جاتی ہے تو آدمی ٹھیک ہو جاتا ہے بس مسئلہ اصلاح معاشرہ کا اتنا ہی ہے کہ دل ٹھیک ہو جائے سوچ ٹھیک ہو جائے، مسئلہ حل ہے۔

جب اوپر سے نگاہ ہٹ جائے.....

اگر دل بھی ٹھیک نہ ہو اور سوچ بھی ٹھیک نہ ہو، تو دونوں پہیے غلط ہیں گاڑی کے ، پھر گاڑی کدھر چلی جائے کچھ پتہ نہیں، اور اس وقت ہو یہی رہا ہے، ہماری سوچ بدل گئی، سوچ اس طرح بدل گئی ہے، کہ آج کل ہمارے جلسوں میں بے جا تعریف کی جاتی ہے، ہمارے حضرت مولاناؒ ایک مرتبہ جا رہے تھے، پوسٹر لگا ہوا تھا اس میں بڑے بڑے القاب لگے ہوئے تھے حضرت مولانا مسکرائے اور فرمانے لگے کہ ایک صاحب کے آگے لکھا تھا حامی سنت ماحی بدعت، تو حضرت مولانا نے فرمایا پورے ہندوستان میں دو ہی تین ہیں جن پر یہ لقب فٹ آتا ہے، اور ایسے ہی کوئی کیا بنا ہوا ہے کوئی کیا بنا ہوا ہے، اور آج کل تو ماشاء اللہ خود غرضی خود پسندی، اتنی بڑھ گئی ہے کہ اپنے منہ سے بھی خود کہہ دیتے ہیں میں فلاں بول رہا ہوں، ہمارے یہاں لکھنؤ میں یہ واقعہ پیش آتا رہتا ہے کیونکہ زبان لوگ نہیں جانتے ہیں، حضرت مولانا کے سامنے، مولانا مسکراتے تھے کبھی کبھی، ایک صاحب آئے اپنے بیٹے کو کہنے لگے کہ حضرت یہ میرے صاحب زادے ہیں، تو اب ظاہر ہے کہ آج کل اردو نہ جاننے کی وجہ سے کوئی سمجھتا بھی نہیں ہے، اس کو اپنے بیٹے کو صاحب زادہ کہتے ہیں، حالانکہ صاحبزادہ کا مطلب یہ ہوا کہ میں صاحب ہوں یہ زادہ ہے، ورنہ اصل طریقہ تو یہ تھا کہ یہ کہتے غلام زادہ ہے، یا زیادہ سے زیادہ میرا بیٹا ہے، صاحبزادہ صحیح نہیں ہے، وہ ایک اپنی جگہ پر ہے، یہاں تو ایک یہ

ہوتا ہے کہ اپنی تعریف، تو سارا مسئلہ ساری برائی یہ ہے کہ اوپر سے نگاہ ہٹ گئی اپنے پر آ کر جم گئی، یہاں سے نگاہ ہٹالیں، اوپر رکھیں نگاہ، تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ہماری اور بزرگوں کی تواضع کا فرق

ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میری تعریف ہو، اور گھما پھرا کر لائے گا یہاں تک کہ اپنی برائی بھی اس لیے کرے گا کہ میری تعریف ہو، برائی بھی اس لیے کرے گا تواضع آج کل اختیار ہی اس لیے کرتے ہیں، کہ لوگ کہیں نہ حضرت آپ بہت بڑے ہیں، کہتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں، ناچیز خاکسار، صاحب پھر دیکھیے چہرہ کا رنگ کیسا بدلتا ہے، اور ہوتا یہ ہے جو ابھی عرض کی گئی بات کہ دوسرے اگر برائی کریں تو برا نہ لگے، یہ علامت ہے، کہ اب معاملہ صحیح ہو گیا، اپنے منھ سے تو بہت زور سے کہیں گے اور اندر سے یہ ہے کہ فوراً پلٹ کر کہتے ہیں کہ نہیں حضرت آپ تو ماشاء اللہ بہت بڑے آدمی ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا اونچا مقام عطا فرمایا ہے، اسی کو سننے کے لیے تو کہہ ہی رہے ہیں کہ میں خاکسار ہوں، کچھ نہیں ہوتا، میں تو کچھ بھی نہیں، لیکن ہاں جو اللہ کے نیک بندے تھے ان کا حال ہوتا تھا، حضرت مولانا محمد احمد صاحب تھے میں نے دیکھا ہے ان کو، ان کی صحبت میں جانے کا موقع بھی اللہ نے عطا فرمایا تھا، سعادت عطا فرمائی، تو مولانا نے اس بات پر اشعار کہے تھے:

میرا ہے یہ اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
مجھ کو ہے اس پہ ناز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں
کچھ ہونا میرا ذلت و خواری کا سبب ہے
اب تو ہے میرا یہ حال کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

جب یہ حال بن جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں تب ہے یہ بات۔

آج کا حال جال ہے

اور مولانا کا حال سن لیجئے کیا ہے؟ خود مولانا کا یہی شعر ہے ایسے دوزانو ہو کر بیٹھ

جاتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ جانتے ہی نہیں حالانکہ بڑے بڑے اللہ کے نیک بندے بزرگ بندے ان کی خدمت میں آتے تھے، تو حضرت مولانا ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے، لیکن ان کا حال یہ تھا کہتے تھے میں تو کچھ بھی نہیں جانتا، اور یہ کیفیت تھی ان کی، لیکن آج لوگوں کا حال کیا ہے؟ کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب نے اس پر بھی ایک شعر کہا ہے:

حال تیرا جال ہے مقصود تیرا مال ہے
کیا خوب تیری چال ہے لاکھوں کو اندھا کر دیا

اب آج کل کا جو حال ہے وہ جال ہے اور جب اس سے آگے بڑھ جاتا ہے، تو چال ہے، اسی لیے مقررین جانتے ہیں کہاں روئیں گے تو لوگ متاثر ہوں گے کہاں لمبی دعا کریں گے تو لوگ، متاثر ہوں گے، کہاں لمبی نماز پڑھیں گے تو جال میں پھنسیں گے لوگ، کہاں تقریر لمبی کریں گے اور اس میں نکتے سنائیں گے تو لوگ پھنسیں گے مقصود جو ہے وہ پھانسنا ہے کہ ہمارے ماننے والے ہمارے چاہنے والے اور چاہنے والے نہیں ہم کو ہدیہ دینے والے ہمارے پیچھے چلنے والے ہم سے مصافحہ کرنے والے بڑھ جائیں، اور جب یہ بات ختم ہو جائے تب حال آیا ورنہ جال ہے چال ہے، اور کچھ بھی نہیں ہے، اور آج کل کا معاملہ یہی چل رہا ہے، جس کو دیکھیے یہاں تک کہ باقاعدہ جان کر بھی یہ کام کرنے والے ہیں، پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، کہ حضرت ایسے جھوٹے خواب جھوٹی باتیں، تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ حضرت بڑے پہنچے ہوئے ہیں، پتہ نہیں کہاں ان کی پہنچ ہے؟ تو آج سارا مسئلہ یہ ہے کہ جو ہم کو کرنا چاہیے تھا یعنی سوچ ہماری صحیح ہو جائے۔

اصلاح کیوں نہیں ہوتی؟

اسلام سوچ بدل دیتا ہے اور دل کی کیفیت بدل دیتا ہے تو معاملہ حل ہو جاتا ہے، اب یہی چیزیں نہیں بدل رہی ہیں باقی بہت بدل رہا ہے جو بہت سے لوگ ہیں ان کو اصلاح کرنے کا شوق پیدا ہو گیا ہمارے حضرت تھانوی نے لکھا ہے اور مولانا عبد

الباری ندوی نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ لوگ صالح بنتے نہیں، مصلح بن جاتے ہیں، وہ مثلہ کر دیتے ہیں، اس سے اصلاح نہیں ہوتی بگاڑ ہو جاتا ہے، آج اسی وجہ سے اصلاح نہیں ہو پا رہی ہے، کہ جو صالح نہیں ہیں خود، یعنی آپ خود غلط کام کر رہے ہیں تقریر ہو رہی ہے کہ یہ نہ کیجئے، شادیوں میں اسراف نہیں ہونا چاہیے، اور خود اس کی بیٹی کی شادی میں ہو رہا ہے، تو خوب خرچ کر رہا ہے دھڑلے سے، اور تقریر ایسی کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اس سے بڑا کوئی مصلح پیدا نہیں ہوا، تو ایسی اصلاح سے کیا فائدہ ہوگا؟

اور ہمارے جو بزرگان دین تھے اصلاح جب کرتے تھے پہلے اپنے کو ٹھیک کرتے تھے یہاں تک کہ وہ واقعہ تو مشہور ہے ضرب المثل بن گیا ہے، کہ ایک عورت ایک بزرگ کی خدمت میں آئی، اور کہنے لگی، حضرت میرا لڑکا گڑ بہت کھاتا ہے، ڈاکٹر نے منع کیا ہے، آپ اس سے کہہ دیجئے، آپ حضرات کی زبان میں تاثیر ہوتی ہے، یہ چھوڑ دے وہ، تو انہوں نے کہا ایک ہفتہ کے بعد آنا، ایک ہفتہ کے بعد آئی، تو انہوں نے کہا کہ بیٹے گڑ نہ کھانا بہت نقصان کرتا ہے، اس نے چھوڑ دیا، تو عورت نے کہا، ایک ہفتہ تک گڑ کھاتا رہا، اگر ایک ہفتہ پہلے ہی منع کر دیتے تو کیا بات تھی، اتنے دن اس کو نقصان ہوا، کہنے لگے میں خود گڑ بہت کھاتا تھا، ایک ہفتہ تک جب چھوڑ دیا تب کہا اس سے، اس طرح وہ اصلاح کرتے تھے، تب تو اصلاح ہوتی تھی، اب اصلاح ہوگی کیسے، اسی لیے اصلاحی جلسے تو بہت ہو رہے ہیں، اصلاح بھی ہو رہی ہے، لیکن اصلاح وغیرہ کہیں کچھ بھی نہیں ہو رہی ہے، وجہ یہ ہے کہ آج ہر چیز الٹی ہے جیسے سیاسی لوگوں کے بارے میں مشہور ہے کہ اگر وہ کہیں دن ہے تو سمجھ لو رات ہے، اگر وہ کوئی اعلان کر دیں کہ ایسا ہونا ہے تو آپ بالکل سمجھ لیجئے کہ نہیں ہونا ہے، الٹا بالکل اس کا، تو آج ہمارا بھی یہی حال ہوتا چلا جا رہا ہے، کہ ہمارا دل بھی خراب اور ہماری سوچ بھی خراب، دونوں چیزیں، سب کو بس فکر یہ ہے کہ ہم مصلح بن جائیں، اور یہ فکر ہونا کہ ہم مصلح بن جائیں یہ خود اصلاح کی ضرورت پر ہے، یہ فکر صحیح نہیں ہے، صالح بن جائیں، مصلح نہیں بن

جائیں، مصلح خدا بنتا ہے، صالح ہم نہیں، ہم جب صالح بنیں گے تو خدا مصلح بنائے گا، اور ہم نے الٹا کر دیا، کہ ہم صالح تو بنتے نہیں، مصلح بننے کی فکر، ہر ایک کو ٹوکنا، ہر ایک کو تاکنا، ہر ایک کو کہنا، آپ غلط ہیں، اور اپنے کو دیکھتے نہیں،

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا
جسے عیش میں خوف خدا نہ رہے

لیکن اپنے اوپر نظر پڑتی نہیں آدمی کی، کیونکہ اللہ میاں نے نظام ہی ایسا بنایا ہے۔

مومن مومن کا آئینہ ہے

بہت غور طلب ہے بات، کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو اپنے چہرہ کو دیکھ لے، چہرہ سب سے قریب ہے، لیکن سب سے دور ہے، آنکھیں اپنے کو نہیں دیکھ پاتیں، چہرہ تک کو نہیں دیکھ پاتیں، دوسرے کا چہرہ نظر آتا ہے، تو آدمی کی نظر دوسرے کے عیب پر پہلے پڑتی ہے، اسی لیے کہا گیا کہ مومن مومن کا آئینہ ہے، تو اگر دوسرے کے چہرہ کو اپنا چہرہ سمجھیں تو بات بن جائے، لیکن ہم بس دوسرے کے ہی چہرہ پر اٹک کر رہ جاتے ہیں، تو اپنے چہرہ کو دیکھتے ہی نہیں، اس کو آئینہ سمجھیں، یعنی اگر اس میں کوئی داغ نظر آرہا ہے، تو وہ آئینہ ہے، یہ ہمارا داغ ہے، جو اس میں نظر آرہا ہے، اس لیے کہ آئینہ کیا کرتا ہے ؟ آئینہ سامنے ہو تو اپنا داغ نظر آتا ہے، اب اس کو دھولو، آئینہ سامنے رکھ کر دھونا پڑے گا ، جب اپنے کو بنانے کے لیے بال بنانے کے لیے داڑھی ٹھیک کرنے کے لیے، آئینہ رکھتے ہیں، کہ نہیں رکھتے ہیں، اگر آئینہ نہ رکھیں، تو معلوم ہوگا ادھر زیادہ کاٹ دی ادھر کم، تو چوں چوں کا مربع بن جائے گا، خود سے اگر کوئی کرنے لگے، تو یہی ہوگا، اسی لیے کہا گیا مومن مومن کا آئینہ ہے، اور اس میں ایک بات اور ہے کہ مومن ایسا صاف شفاف ہونا چاہیے کہ دوسرے لوگ اپنا عیب اس میں دیکھ لیں، لیکن ہم دوسرے کے عیب کو دیکھ کر اپنا عیب سمجھیں یہ نہیں کہ اس کے عیب کو دیکھ کر یہ سمجھیں وہ اتنا برا ہے ، حضرت مولانا محمد احمد صاحب کو میں نے دیکھا فرماتے تھے: گناہ کوئی اور کرتا ہے

شرمندہ میں ہوتا ہوں، یہ وہی ہے کہ اس کو دیکھ کر شرمندگی ان کی ہورہی ہے، اس کو برا نہیں سمجھ رہے ہیں، شرمندہ ہورہے ہیں، کہ یہ عیب تو دوسرے کے عیب کو دیکھ کر دوسرے کی برائیوں کو دیکھ کر عیب کو دیکھ کر اپنی برائیاں یاد آجائیں، تو یہ ہم سمجھیں کہ ایک راستہ پر لگ گیے صحیح، اور اگر دوسروں ہی کے عیب دیکھتے رہیں تو سمجھ لیں کہ ہم سراپا بیمار ہیں، تو اصلاح کریں گے کیا؟ جو خود بیمار ہو دوسروں کو جا کر وہ شفا کیا دے گا؟ پہلے اپنی اصلاح ہونی چاہیے، یہ اتنا بڑا مرض پیدا ہوگیا ہے آج کل کہ ہر شخص مصلح بنا ہوا ہے، اور صالح کوئی بنتا ہی نہیں، اللہ میاں نے حکم دیا ہے صالح بننے کا کہ اچھے بن جاؤ۔

محبوب اور مرحوم ہم کب بنیں گے؟

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا قرآن مجید میں کہ ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ (آل عمران: ۳۱) یعنی اگر تم اللہ سے محبت کروگے تو میری چال چلو، تو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ یعنی رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی چال میں چلئے ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے، آپ کے نقشہائے قدم پر چلنے سے محبوب الٰہی بن جاتا ہے، اور دوسری جگہ فرمایا گیا نماز قائم کرو، زکاۃ دو، اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو، ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (آل عمران: ۱۳۱) تاکہ تم پر رحم کیا جائے، تو معلوم ہوا کہ اگر ان کی چال چلو گے تو محبوب بن جاؤ گے، اور ان کی اطاعت کروگے تو رحمتوں کے مورد بن جاؤ گے، لعلکم ترحمون، یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ رحمتیں تم پر ہوں گی، تو ہم ٹھیک ہوجائیں گے، یعنی ہماری سوچ صحیح ہوجائے گی، صحابۂ کرام میں جو تبدیلی آئی تھی رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں گئے، بس ایک دم بدل گیے، دماغ بھی بدل گیا، دل بھی بدل گیا، صحبت میں جانے سے دل بھی بدل گیا، دماغ بھی بدل گیا، پہلے سوچ کچھ اور تھی، تکبر بھرا ہوا تھا، انانیت بھری ہوئی تھی، اور دوسروں کو حقیر سمجھنا حقیر کرنا یہی شیوہ تھا، لیکن جہاں رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک دم سے تبدیلی آگئی، اب ایک دوسرے کو آگے بڑھا رہے

ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ حق بات پر قائم رہتے تھے، یہ نہیں کہ بس جو سامنے بات آگئی، آنکھ بند کر کے مان لیا، آنکھ کھلی رکھتے تھے، کان بھی کھلے رکھتے تھے، لیکن بس یہ پہرہ بٹھا دیتے تھے پہرہ کیسے بٹھاتے تھے غلط بات جانے نہ پائے، اور دماغ میں ادھر ادھر کی چیزیں آنے نہ پائیں، آئیں تو چلی جائیں۔

دماغ کی سڑک پر جام نہ لگائیں

یہ دماغ جو ہے اس کی حیثیت سڑک کی ہے، اس پر ہر سواری چلتی ہے، ٹرک، بس، موٹر، موٹر سائیکل، ساری سواریاں چلتی ہیں دماغ کی سڑک پر، لیکن جام نہ لگے پھنسے نہ نکل جائیں ساری سواریاں، خیالات آئے گئے، رکنے نہ پائیں، جو رکے گا پورا جام لگ جائے گا، یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ میاں نے دماغ کو جی ٹی روڈ بنایا ہے، ہر سواری اس پر چلتی ہے، آتا تو بہت کچھ ہے، لیکن یہ کہ ٹھہرے نا، تو اب اگر جو اچھی چیزیں ہیں جو ضروری ہیں وہ آئیں تو ٹھیک ہیں، لیکن ادھر ادھر کی جو چیزیں آرہی ہیں وہ نہ ٹھہرنے پائیں، نکل جائیں، تو میرے بھائیوں اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے دل اور دماغ کی پہلے اصلاح کرلیں، اپنے دل کی اور دماغ کی پہلے اصلاح کریں، پھر اعمال کی اصلاح خود ہو جائے گی، جب ہم صالح بن جائیں گے، اعمال کی اصلاح کے بعد، تو اللہ تعالیٰ ہم کو مصلح بنا دے گا، اور جب اللہ مصلح بنا دے گا، تو پھر جب ہم نکل کر سامنے آئیں گے تو جس سے جو کہیں گے وہ مانتا چلا جائے گا اور اصلاح ہوتی چلی جائے گی۔

اکابر کا حال

ہمارے جتنے بزرگان دین ہیں ان کا حال کیا تھا؟ خود ایسے وہ صالح بنے کہ ان کی ایسی اصلاح ہوگئی، کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت بڑا کام لیا، اللہ کے بڑے بندے ان کے پاس آئے تھے، اور دو منٹ میں ایک جملہ کہتے تھے اصلاح ہو جاتی تھی، حضرت رائے پوریؒ جو حضرت مولانا کے شیخ ہیں اور جو بڑے بڑے علماء کے شیخ ہیں، اللہ نے بڑا مقام ان کو عطا فرمایا تھا، مولانا الیاس صاحب بھی ان کے پاس بیٹھنے جاتے تھے، اور

وقت گذارنے جاتے تھے، بلکہ حضرت مولانا الیاس صاحب ایک مرتبہ تشریف لے گئے رائے پور، اور مولانا الیاس صاحب دیر تک اوابین پڑھتے تھے اور حضرت مولانا رائے پوریؒ کا پیٹ خراب تھا شکایت تھی، اس لیے جلدی مختصر نفلیں پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے، تو حضرت رائے پوری بیٹھ گئے جا کر، تو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے نیت باندھی جا کے نفلوں کی، دو رکعت پڑھنے کے بعد نفلیں چھوڑیں، اور ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے، اور کہنے لگے حضرت نفلوں سے تو آپ کی خدمت میں بیٹھنا بہتر ہے۔

اور حضرت رائے پوری کا حال کیا تھا؟ حضرت مولانا نے ایک دن سنایا ایک مجلس کا حال سنایا کہ حضرت رائے پوری تشریف فرما تھے اور بڑے بڑے تاجر آئے ہیں، اور بڑے بڑے لوگ آئے ہوئے تھے تو حضرت کے خدام چاہتے تھے کہ حضرت کچھ نکتے بیان کریں، تاکہ جو بڑے بڑے تاجر آئے ہیں معتقد ہو جائیں، حضرت رائے پوری کو اس کی فکر ہی نہیں، کوئی معتقد ہو یا نہ ہو، کوئی مانے یا نہ مانے، حضرت مولانا کا حال بھی یہی تھا نہ مانے تو اچھا، وہ تو پریشان ہوتے تھے ماننے والوں سے، تو حضرت رائے پوری بیٹھے ہوئے تھے تو ایک صاحب نے کہا حضرت صبر کے کیا معنیٰ ہیں؟ تو حضرت خاموش رہے، بولے ہی نہیں، تو وہ سمجھے کہ حضرت نے سنا نہیں، پھر کہا حضرت صبر کے کیا معنیٰ ہیں، تو حضرت رائے پوری کہنے لگے یہ علی میاں بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لو، علی میاں بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لو، حضرت مولانا علی میاں فرمانے لگے میں نے عرض کیا حضرت مجھے تو اس کے لفظی معنیٰ معلوم ہیں، عربی کے اعتبار سے میں عربی جانتا ہوں تھوڑی بہت، تو یہ بتا سکتا ہوں کہ عربی میں کیا معنیٰ ہیں، حضرت رائے پوری کہنے لگے مجھے تو وہ بھی نہیں معلوم، پھر خاموشی، یہ حضرات کتنے بلند ہوتے تھے، ان کو اس طرح کی چیزوں کی کوئی فکر نہیں ہوتی تھی، کوئی مانے یا نہ مانے، کوئی پہچانے یا نہ پہچانے، معتقد ہو یا نہ ہو، محبت کرے یا نہ کرے، اپنے گھر بیٹھے، اللہ کے لیے سارے معاملات ہیں، آؤ گے تو اللہ کے لیے، جاؤ گے تو اللہ کے لیے، کوئی مسئلہ ان

کے یہاں ایسا تھا نہیں، تو حضرت رائے پوری اس طرح ہیں لیکن ان کی طرف لوگ کھنچ کر چلے آرہے ہیں، ایک لفظ کہہ دیتے تھے سارے مسئلے حل ہو جاتے تھے، یہاں تک کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ وہ بھی تشریف لے گیے، اور جا کر بعض سوالات حضرت سے تصوف کے متعلق کیے، اور حضرت نے چلتے چلتے راستہ میں بیان فرمادیا، ذہن ان کا کھل گیا، جو مسئلے اٹکے ہوئے تھے وہ حل ہو گئے، حضرت رائے پوری باقاعدہ کوئی پڑھتے پڑھاتے بھی نہیں تھے، کہ کہیں درس دیتے ہوں، تعلیم دیتے ہوں، اپنی جگہ بیٹھے رہتے تھے، لیکن ایک ایک جملہ سے اصلاح ہو جایا کرتی تھی۔

دل کی آواز اثر رکھتی ہے

اور اس امت کی فضیلت میں یہ بات کہی گئی ہے کہ آج جو امتیں ہیں، وہ تو کاغذات سیاہ کرتی رہیں گی، پڑھتی رہیں گی، لیکن اس امت کے افراد سے اللہ میاں بعض دفعہ ایسے جملے نکلوادے گا کہ بڑی بڑی قوتوں کی اصلاح ان سے ہو جائے گی، اور اس طرح کے واقعات پیش آئے ہیں، ہمارے حضرت مولاناؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تاتاری مسلمان ہوئے ہیں تو اس کا کیا واقعہ پیش آیا، ایک تاتاری شہزداہ شکار کے لیے بیٹھا ہوا تھا، بہت بزرگ گذرے ہیں، وہ کہیں جنگل میں چلے جارہے تھے، ان کو اذان کی ضرورت پیش آئی، اذان دے دی، جب شہزادہ نے اذان سنی، تو اس نے کہا کون ہے؟ یہ جو چلا رہا ہے، اب پکڑے لائے گیے، انہوں نے کہا تم کس لیے چلا رہے ہو، تو انہوں نے کہا اذان دے رہے تھے، اذان کیا چیز ہوتی ہے؟ اور اس کو بڑا غصہ آیا، اس نے کہا یہ بتاؤ؟ تم بہتر ہو، ایرانیوں سے بہت خفا بھی رہتا تھا وہ ایرانی تھے، تو ان سے پوچھا کہ میرا کتا بہتر ہے یا تم بہتر ہو؟ تو انہوں نے بڑے اطمینان سے کہا یہ فیصلہ ابھی تو نہیں ہو سکتا، تو اس کو غصہ آیا، کہا بے ہودہ، یہ کہہ رہا ہے، نہیں ابھی فیصلہ کرنا پڑے گا، کتا بہتر ہے یا تم بہتر ہو، تو انہوں نے بڑے اطمینان سے کہا: اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہو جاتا ہے، تو میں بہتر، اور اگر ایمان پر خاتمہ نہ ہو تو یہ کتا بہتر، تو انہوں

نے کہا ایمان ہوتا کیا ہے؟ دل بدل گیا، بس ایک جملہ سے دل بدل گیا، کایا پلٹ گئی ،اس لیے کہ یہ دل سے انہوں نے بات کہی، اور اصلاح ہوجانے کے بعد اصلاح کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے کہا میں بھی اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں لیکن ابھی شہزادہ ہوں جب بادشاہ بن جاؤں تو یاد دلانا آکر، اور پھر اس کے جب وہ بادشاہ ہوگیا اور تاج پوشی ہوئی اس کی گدی پر بیٹھا، تو اس وقت ان کا انتقال ہو چکا تھا، ان کے بیٹے تھے، انہوں نے کہا میرے لیے تو اللہ نے یہ سعادت نہیں لکھی تھی، اپنے بیٹے سے کہا تم جاؤ، اور ان کو یاد دلانا، بیٹے بڑی مشکل سے وہاں تک پہنچے، اور جا کر ان سے عرض کیا حضور میں یہ کہنے آیا ہوں کہ میرے والد صاحب کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا ہے، اور انہوں نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں آپ سے جا کر یہ بات بتادوں، تو انہوں نے کہا میں تو بالکل تیار ہوں ، مجھے کلمہ پڑھایئے آپ، اور اس کے بعد اپنے دو تین وزیروں کو بلایا، اور کہا میں نے فیصلہ کیا ہے اسلام لانے کا، تم لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟ تو انہوں نے کہا ہم تو پہلے سے اسلام چاہتے تھے، لیکن آپ کے ڈر سے کہہ نہیں پا رہے تھے، تو انہوں نے کہا چلو سب، پوری تاتاری قوم کی قوم مسلمان ہوگئی، یہی جملے تھے جنہوں نے ان کو وہاں تک پہنچادیا، تو یہ چھوٹے چھوٹے جملے تھے وہ کایا پلٹ دیتے تھے۔

آج اثر ختم ہوگیا

آج ہم اتنی دیر سے تقریر کر رہے ہیں کچھ نہیں ہے، بس یہی فرق ہے، کہ ہم لوگوں کی زبان کے اندر ایسی تاثیر ختم ہوگئی، اصلاح نہ ہونے کی وجہ سے، ہماری حالت یہ ہوگئی کہ آج سب کچھ ہم اپنی زبان سے کہتے ہیں، لیکن کوئی اثر ہی نہیں پڑتا، لمبی لمبی تقریریں ہو رہی ہیں، لمبے لمبے وعظ کیے جا رہے ہیں، بڑی بڑی کتابیں لکھی جا رہی ہیں، اصلاح معاشرہ پر معلوم ہوا چھٹ کے چھٹ لگے ہوئے ہیں کتابوں کے، لیکن اصلاح نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے، بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے، تو معلوم ہوتا ہے خرابی بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے، پہلے خرابی عام لوگوں میں تھی اب یہاں آگئی، پہلے دیکھئے

خرابی بازار میں تھی، اب مسجد میں آگئی، مسجد سے جو خیر تھا وہ باہر نہیں جا رہا ہے، وہاں کا شر اندر آ رہا ہے، جو پیش گوئیاں جناب رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمائیں کہ مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی، آج وہ ہو رہا ہے، مسجد کا ادب ختم ہوتا چلا جا رہا ہے، اور مسجد کے جو فوائد تھے وہ کم ہوتے چلے جا رہے ہیں، عمارتیں تو اچھی بنتی جا رہی ہیں، لیکن نمازی جیسے ہونے چاہئیں وہ نمازی نہیں ہو رہے ہیں، حضرت شاہ یعقوب مجددیؒ جو ہمارے ابھی بھوپال سے ہو کر آ رہے ہیں۔

مسجد کے دروازہ پر دیوار چن دو

ہمارے حضرت مولانا نے ان کے ملفوظات جمع کئے ہیں، تو ایک مرتبہ کچھ لوگ ان کے پاس آئے، کہنے لگے ہم لوگ مسجد بنا رہے ہیں کہا ٹھیک ہے، بہت اچھی بات ہے پھر وہ آئے حضرت مسجد بنا دی، کوئی نماز پڑھنے نہیں آ رہا ہے، تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مسجد کے دروازہ پر دیوار چن دو، تو وہ سمجھے سنا نہیں حضرت نے، کہا حضرت میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ مسجد بن گئی ہے نماز پڑھنے کے لیے دعا فرما دیجئے، نماز پڑھنے لوگ نہیں آ رہے ہیں، کہا میں کہہ رہا ہوں مسجد کے دروزے پر دیوار چن دو، بند کر دو، اب جب سب ادب سے بول نہیں پا رہے ہیں، تو کہنے لگے تم لوگوں نے مسجد تو بنا دی لیکن مسجد میں ملتا کیا ہے یہ بتایا ہی نہیں، پھر فرمایا مسجد میں دیوار چن دو، اور اندر دو آدمیوں کو بٹھا دو، اور ان کو سو سو کے نوٹ دے دو، اور باہر جا کر اعلان کرو، کہ مسجد کے اندر سو سو کے نوٹ بٹ رہے ہیں، دیوار پھاند کر سب آ جائیں گے لینے کے لیے۔

نماز کیا ہے؟

صرف مسجد بنانے سے کام چلنے والا نہیں ہے بلکہ یہ بتانے سے کام چلے گا کہ نماز سے ملتا کیا ہے؟ نماز قلعہ ہے، نماز ناؤ ہے، نماز مچھلی کے لیے پانی ہے، نماز آب حیات ہے، نماز زندگی ہے، نماز ترقی ہے، نماز جنت کا راستہ ہے، نماز مولا کی رضا حاصل

کرنے کا طریقہ ہے، اور نماز دل کو سکون عطا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اور دشمن کے مقابلے کی تیاری کے لیے نماز سب سے بڑا ہتھیار ہے، نماز مرض سے شفا ہے، نماز منکرات سے روکتی ہے، نماز بے حیائی سے دور کرتی ہے، غرض کہ نماز کے فوائد جو بتائے تو آدمی دنگ رہ جائے، یہ ہے نماز میں، مگر پھر نماز تو یہ ہے اس کے لیے بھی تو ہم لوگوں نے صرف ایک نماز جانی وہ نماز کیا ہاتھ اٹھا لیے، اللہ اکبر، ہوگئی نماز، یہ تو جسم کی نماز ہوگئی، دل کی نماز، دماغ کی نماز کہاں ہے؟ اور نماز جب ہم چاروں اعتبار سے پڑھیں گے تو نماز ہوگی، جسم بھی پڑھ رہا ہو نماز، دل بھی پڑھ رہا ہو نماز، دماغ بھی پڑھ رہا ہو نماز، اور روح بھی پڑھ رہی ہو نماز، نماز جب چاروں مل کر پڑھیں گے تو یہ نماز ان کو اٹھا دے گی اوپر، اس لیے کہ دیکھنے میں بہت چیزیں چھوٹی ہیں، لیکن بہت بڑی ہیں، چھوٹی ہیں لیکن بہت بڑی ہیں۔

کرنے والا صرف اللہ ہے

میرے بھائیو اور دوستو! ایسے ہی معاملہ ہماری اس کائنات کا بھی ہے زیادہ لمبا وقت نہیں ہے اس لیے لمبی بات کرنی نہیں ہے، اصلاً مقصد یہ ہے کہ ہمارے اندر اصلاح کا جذبہ پیدا ہو جائے، اور ہمارے اندر یہ امراض پیدا ہو گئے ہیں، آج کل خاص طور سے زیادہ تر دین دار لوگ جو دین جانتے ہیں، وہ فوراً مصلح بننے کی کوشش میں پڑ جاتے ہیں، اپنی اصلاح کی فکر تو کرتے نہیں، بس صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم مصلح کہلائیں، ماشاء اللہ انہوں نے اتنے لوگوں کو نکالا، انہوں نے یہ کیا، انہوں نے یہ کیا، ان کی وجہ سے یہ ہو گیا، کسی کی وجہ سے کچھ بھی نہیں ہوا، جو کچھ بھی ہوا وہ تو اوپر والے کی وجہ سے ہوا، ایک تو یہ بات سیدھی سیدھی ہے، بالکل ہمارے آپ کے اندر سے ہونا کچھ بھی نہیں ہے، اللہ میاں نے اتنا کہا ہے تم کوشش کرو اور یہ ہر جگہ ہے، اللہ میاں نے یہ رکھا ہے، مثلاً ایک مثال دیتا ہوں بات ختم کر دوں گا وہ یہ ہے کہ گیہوں ہے کھیت میں پیدا ہوتا ہے، آپ نے گیہوں مٹکے میں ڈال دیا، اب پیدا ہو یا نہ ہو، یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، چلئے ہو گیا پیدا، اور جب

پانی میں لگ گیا، اب اس کے بعد بچ جائے یا نہ بچ جائے، پھر اللہ میاں کا معاملہ ہے، آپ کے گھر میں پک گیا اور آپ نے لقمہ اٹھایا اور منہ میں ڈال دیا، اور منہ سے اندر چلا گیا اور پیٹ میں جا کر اٹکے یا نہ اٹکے پھر وہاں مسئلہ آ گیا، تو آپ شروع سے لے کر آخر تک دیکھ ڈالئے ہے سب وہیں سے، تو اسی لیے جو نگاہیں اوپر کر لیتا ہے، سارے مسئلے حل ہو جاتے ہیں، سارے مسئلے اس کے حل ہو جاتے ہیں۔

پریشانیاں کب آتی ہیں؟

اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ جو وہاں سے ہٹا لیتا ہے ہم اس کو پریشان کر دیتے ہیں، کیسے ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ﴾ (الحشر: ۱۹) جو اللہ میاں کو بھول جاتا ہے اللہ میاں خود اس کو بھلوا دیتے ہیں، جو خدا فراموش ہوتا ہے اللہ اس کو خود فراموش کر دیتے ہیں، یعنی جب اوپر سے نگاہ ہٹ جاتی ہے تو اپنے اوپر سے بھی ہٹ جاتی ہے، اوپر نگاہ رہتی ہے تو اپنے اوپر بھی نگاہ رہتی ہے، اسی کو یوں کہا گیا من عرف ربہ فقد عرف نفسہ، جو اپنے کو پہچانتا ہے وہ خدا کو بھی پہچانتا ہے، تو جب اللہ کو بھول جائے گا تو ظاہر ہے کہ اللہ میاں کہیں گے کہ تم اپنے کو بھول جاؤ، جیسے ایک مثال یہ ہے کہ وہ کماتا اس لیے ہے کہ راحت حاصل کرے، لیکن کمانا ہی اصل ہو جاتا ہے، راحت اس کو ملتی نہیں، کولہو کا بیل بن کر رہ جاتا ہے وہ، پوری زندگی اٹھا کر دیکھ لیجئے یہی معاملہ ہے جو چیزیں اس لیے کماتا ہے جس کے لیے اتنی محنت کرتا ہے، کہ اس سے سکون ملے گا راحت ملے گی، ان میں سے کسی سے بھی نہ اس کو راحت مل رہی ہے، نہ سکون، بیوی سے سکون مل جائے پیسے سے راحت مل جائے، نہ پیسے سے مل رہا ہے نہ بیوی سے، اس لیے کہ ہم نے پیسہ کمایا، دوسری نیت سے، اور بیوی بھی رکھی دوسری نیت سے، تو اوپر جب نگاہ نہیں ہے تو پھر معاملہ گڑبڑ ہو گیا، کہ نہیں ہو گیا، اس لیے کہ بیوی سے راحت کب آتی ہے؟ قرآن مجید میں ہے ﴿تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامِ﴾ (النساء: ۱) والأرحام کہ تم جو سوال کرتے ہو، اپنی بیوی لاتے ہو، اللہ

کے نام پر تو جب اللہ کے نام پر لاتے ہو تو اللہ کو بھولو گے ہی نہیں، تو ہماری بیوی صحیح بیوی ہوگی، اور جب اللہ کو بھول کر لائیں گے اور غلط ڈھونڈ کر لائیں گے، یعنی پیسے کی وجہ سے یا خوبصورتی کی وجہ سے یا حسب ونسب کی وجہ سے، بڑے پیسے والے اور بڑے عہدے والے ہیں، تو ظاہر ہے کہ گڑبڑ ہوگا ہی، دین کی وجہ سے تو لاتے نہیں، اور دین کی وجہ سے لائے، تو حدیث میں آتا ہے تربت یداک، مزے رہیں گے، دین کی وجہ سے لے آؤ، دین والی عورت، دین والی عورت کو ترجیح دو گے تو مزے رہیں گے، حدیث سے معلوم ہوتا ہے تو بات یہ ہے کہ جب نگاہ ہماری اوپر رہے گی تو ہمارے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے، اور اگر ہماری نگاہ صرف ہم پر ہوگی، تو ہم خود غرض ہوں گے اور خود غرضی کے نتیجہ میں جو پریشانیاں ہیں، وہ ساری کی ساری آجائیں گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے، اور ہماری اصلاح فرمائے، اور پہلے ہم کو صالح بنادے، اور اپنے کام کے کے لیے اور اپنی دین کی خدمت کے لیے قبول فرمالے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ایمان کے فوائد

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئآت أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له،ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعنا ومولانا محمدا عبده ورسوله ،صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيراً،أما بعد!

میرے بزرگو دوستو اور دینی بھائیو!

آپ حضرات دیر سے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں،اور ظاہر ہے کہ دین کی نسبت پر ایمان کی وجہ سے بیٹھے ہوئے ہیں،اور یہ بیٹھنا اور انتظار کرنا،ایمان کی علامت ہے ،کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ تم جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک ایمان والے نہ ہو جاؤ،اور ایمان والے نہیں ہو گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ ہو جائے،اور پھر آپ نے بتایا محبت کیسے ہوگی؟ وہ بھی میں بتادوں، پھر آپ نے فرمایا کہ "أفشوا السلام بينكم"(سنن ابی داؤد فی باب افشاء السلام) آپس میں سلام کو رواج دو،اس سے محبت پیدا ہوگی،لیکن یہ یہاں پر یہ جز جو ہے،کہ تم جنت میں بغیر ایمان کے جاؤ گے نہیں ،اور ایمان بغیر محبت کے آئے گا نہیں ،تو آپ جو اتنی دیر انتظار میں بیٹھے ، یہ علامت ہے محبت کی ،اور یہ محبت علامت ہے ایمان کی،اور اگر اس پر آدمی غور کرے،تو

محبت کا مزا آجائے گا، یعنی ایمان کی حلاوت آجائے گی، کہ کوئی غلط نہیں ہے، آپ کو صرف ایمان کی خاطر، اور یہ سمجھ کر کہ ایمان والی باتیں ہوں گی، بات کرنے والا ایمان کی باتیں کرے گا، اس لیے آپ اتنی دیر سے بیٹھے ہیں، انتظار کر رہے ہیں، یہ تو نہیں ہے، کہ کوئی نوٹ بانٹے گا، آپ کو کوئی لباس تقسیم ہوگا، کہ پائجامہ بٹے گا، سب لینے آئے ہیں، راشن بٹے گا، ایسا کچھ ہے نہیں، لے دے کے اتنی بات ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہیں، کہ آنے والا ایمان لے کر آرہا ہے، تو ایمان کے بارے میں کچھ کہے گا تو ایمان کا مزا آئے گا، اور یہ خود اس بات کی علامت ہے کہ ایمان والے ایمان کے انتظار میں ہیں، اور اس کی وجہ سے محبت ہے، تو محبت کے ساتھ انتظار میں ہیں، تو انتظار میں بھی ایک مزا ہے، اگر ایمان والی محبت ہو تو انتظار میں بھی مزا ہے۔

اللہ کے لیے تکلیف مزے میں بدل جاتی ہے

ہمارے حضرت مولاناؒ ایک مرتبہ اسٹیشن سے گذر رہے تھے بھوپال کے، تو حضرت شاہ یعقوب صاحب کو انہوں نے خط میں لکھ دیا کہ میں ادھر سے گذر رہا ہوں، غرض کہ وہ گاڑی پہنچتی تھی عشاء کے فوراً بعد، تو مولانا نے ایسے ہی کہلا دیا، دعا کے لیے ادھر سے گذریں گے، کیونکہ محبت بہت تھی، ان کا تعلق تھا، اور مولانا مطمئن ہو گئے، گاڑی لیٹ ہونا شروع ہوئی، یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو گیا، اور حضرت شاہ صاحب اسٹیشن پر آگئے، اور گاڑی کا اعلان ہوتا رہا، آدھے گھنٹے بعد، ایک گھنٹے کے بعد، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، حضرت مولانا کی جب گاڑی پہونچی، تو حضرت مولانا خود فرماتے ہیں، کہ مجھے خیال بھی نہیں تھا، کہ اسٹیشن پر کوئی ہوگا، اتنی لیٹ ہو چکی تھی گاڑی، پھر بھی جا کر میں نے سوچا باہر دیکھ لیں، ٹہل کر جب دیکھا تو مولانا عمران خاں صاحب کھڑے تھے سامنے ہی، اور اس کے بعد جب حضرت مولانا گیے تو کہا میں تنہا نہیں ہوں، حضرت بھی ساتھ میں تشریف فرما ہیں، اب حضرت مولانا بہت پریشان ہوئے، اتنے میں وہ آگئے، بہت گرمجوشی سے معانقہ کیا، حضرت مولانا معذرت کرنے

لگے، حضرت اگر یہ معلوم ہوتا کہ گاڑی اتنی لیٹ ہوجائے گی تو میں کبھی آپ کو لکھتا ہی نہیں، کہ میں ادھر سے گذر رہا ہوں، بلکہ اگر معلوم ہوتا کہ یہ حضرات اسٹیشن آجائیں گے تو بھی اطلاع نہیں کرتا، بہت میں معذرت چاہتا ہوں، اور مجھے شرمندگی ہے، ندامت ہے، کہ میں نے آپ کو اطلاع نہیں کی، تو پہلے تو حضرت شاہ صاحب فرمانے لگے ارے مولوی صاحب آج کی رات اتنی اچھی گذری ہے کہ شاید ایسی راتیں زندگی میں کم گذری ہوں، کیا بات ہے، انتظار کررہے تھے، رات بھر انتظار کا مزا لوٹا، اور کس کے لیے اللہ کے لیے۔

تو اللہ کے لیے تکلیف جب ہوتی ہے، تو وہ مزے میں بدل جاتی ہے، اور اگر کسی اور مسئلہ کی وجہ سے انتظار ہو تو وہ تکلیف جھگڑے میں بدل جاتی ہے، راشن کی دکانوں پر دیکھیے، جہاں کوئی چیز لینے جاتے ہیں، ذرا سی دیر ہوجائے تو لڑائی شروع، تو وہاں کی پریشانی تو جھگڑے میں بدل جاتی ہے، اور یہاں کی پریشانی آسانی میں بدل جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے اندر عجیب کیفیت رکھی ہے، کیونکہ ہم لوگوں کا ایمان مکمل نہیں ہے، یعنی جیسا ہونا چاہیے، اس وجہ سے ہم کو دشواری ہوتی ہے، ورنہ ساری کلفتیں ختم، ساری پریشانیاں دور، ساری مصیبتیں ہیچ۔

ایمان اور محبت لازم ملزوم ہیں

اسی لیے جب ایمان ہوتا ہے تو محبت ہوتی ہے تو ایمان ہوتا ہے، تو دونوں لازم ملزوم ہیں، جو ایمان والا ہوگا وہ محبت والا ہوگا، اور محبت میں ہر پریشانی دور، کیسی ہی پریشانی ہو، دنیا میں جب آپس میں محبت ہوتی ہے، تو بھی یہ ہوتا ہے اس محبت کا حال یہ ہے تو اس محبت کا عالم کیا ہوگا، اگر کسی کو کسی سے محبت ہے، بہت زیادہ محبت ہے، اور پتہ نہیں چلا، پیچھے سے آیا، ایک جھاپڑ مارا اس نے آکے، تو پہلے ہم نے دیکھا نہیں، تلملا جائیں گے آپ، کون بدتمیز ہے یہ؟ میرے جھاپڑ مار دیا، اور مڑ کر دیکھیں گے تو محبوب

ہے، بس ساری پریشانی دور، اور ایک اور جھاپڑ کھانے کو تیار، کہ ایک اور مار لو بھیا، بہت دنوں کے بعد تو مارا ہے، ہوگا کہ نہیں ہوگا؟ بالکل یہی مسئلہ ہے اوپر بھی، ہم پیٹ کے درد میں پریشان، سر کے درد میں پریشان، ادھر پریشان ادھر پریشان، لیکن نظر اٹھا کر دیکھتے نہیں پریشان کرنے والا ہے کون؟ اسی وجہ سے پریشان ہیں، اب جن کی نظر اوپر چلی جاتی ہے کہ اللہ میاں نے بھیجی ہے پریشانی، بس ختم ساری بات، تو ایک اور بھیج دیجئے، ہم کو اس لائق تو سمجھا آپ نے، اس لیے جن کی رت میں ہے سوا ان کی سوا مشکل ہے، اسی لیے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والتسلیمات کے بارے میں آتا ہے، اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل، (رواہ مسند البزار) سب سے زیادہ پریشانی انبیاء کو ہوگی، اس کے بعد جتنا ان کے قریب ہو۔

تو ایمان کے لیے ایمان کے راستہ میں اگر تھوڑی بہت کلفت ہو جائے، وہ حلاوت میں بدل جاتی ہے، تو اگر آپ یاد بھی کریں مزید بعد میں، تو ایسا محسوس ہوگا بڑا لطف آیا، بڑا مزا آیا تھا اس میں، معاملہ صرف یہ ہے کہ ایمان کی وجہ سے محبت میں صرف انتظار تھا، تو بس کوئی مسئلہ نہیں ہے، اور اگر کسی اور وجہ سے تھا تو میں نے عرض کر دیا، کہ اس کی پریشانیاں تو باعث لڑائی، اور اس کی پریشانی کوئی ہے ہی نہیں، کوئی پریشانی نہیں ہے، بلکہ اس کا تلخ شیریں ہے، اس کا سخت نرم ہے، اس کی جفا وفا ہے، اس راستہ میں تو عجیب معاملہ ہے، جس کا اندازہ وہی لوگ لگاتے ہیں، جن کے دل میں ایمان اور ایمان والی محبت ہے۔

اصل محبت

ہمارے حضرت مولانا تھے مولانا محمد احمد صاحب ان کو بڑا تعلق تھا بڑی محبت تھی اہل ایمان سے، جب کوئی آجاتا تھا گلے لگا لیتے تھے، اور جب جاتا تھا تو بہت افسوس کرتے تھے مگر جانا ہے، اس پر ایک دفعہ ایک شعر کہا انہوں نے:

جو ہیں اہل محبت مزا محبت کا پا رہے ہیں
کبھی محبت سے آرہے ہیں کبھی محبت سے جارہے ہیں

بہت آسان شعر ہے، مگر معاملہ وہی ہے، جو ہیں اہل محبت، اور جن کو محبت ہی نہیں ہے، اسی لیے یہ جو ایمان والی محبت ہوتی ہے، یہی اصل محبت ہے، اور جو دوسری بنیادوں پر ہوتی ہے، اس کا کوئی بھروسہ نہیں، اسی لیے ہمارے بہت سے بزرگوں نے لکھا ہے وہ عشق نہیں فسق ہے، اور فساد گندم ہے، اور یہ محنت جو ہے یہ ایمان والی ہے، تو اس سے تو مزا ہی مزا ہے، بلکہ اگر اس ایمان والی محبت کے سلسلہ میں بولا جاتا رہے تو آدمی مست رہے گا، سنتا رہے، بولا کرے، ہم سنا کریں، حضرت مولانا محمد احمد صاحب کے یہاں میں بہت گیا ہوں، تو بعض دفعہ مولانا کی مجلس شروع ہوئی تھی، تو کیا مجال ہے کوئی اٹھ جائے، بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا تھا کہ بعد نماز عشاء شروع ہوتی تھی مجلس اور فجر بعد ختم ہوتی تھی۔ اور ایک آدمی بھی نہیں اٹھتا تھا، پہلے تہجد پڑھتے تھے، پھر فجر پڑھتے تھے، اشراق پڑھ کر تب اپنے گھر جاتے تھے، اور مولانا کا یہی شعر سن کر چلے جاتے تھے، اس لیے مولانا نے اپنی محبت کے سلسلہ میں ایک بار یہ بھی فرمایا کہ غالب بے چارہ محبت کے سلسلہ میں کہہ گیا ہے:

عشق نے غالب نکما کردیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

تو مولانا نے فرمایا کہ بے چارہ کو وہی محبت ہوگئی جھگڑے والی، جس میں یہی ہوتا ہے، کہ جب آپس میں محبت ہوتی ہے، تو مارا مارا پھرتا ہے، پریشان رہتا ہے، تو مولانا نے کہا کہ میں نے اس کو صحیح کردیا ہے، اگر صحیح محبت ہو تو کیا ہو، مولانا نے کہا:

عشق نے احمد مجلی کردیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے نام کے

کہ جب محبت ہوتی ہے تو آدمی کے اندر زندگی پیدا ہوجاتی ہے، محبت ہی تو بڑھاتی ہے، اگر آپ دیکھیں دنیا میں جتنے کام ہورہے ہیں، سب محبت کی بنیاد پر ہورہے ہیں، یہ ختم ہوجائے بس سب ختم ہوجائے، تو محبت ضرورت ہے، اور یہ وہ چیزیں ہیں

جن کی وجہ سے ساری دنیا قائم ہے، تو بس جب یہ ایمان کے ساتھ بڑھ جاتی ہے، تو اس کا مزا اتنا بڑھ جاتا ہے، کہ اس کے برابر کسی چیز میں مزا ہی نہیں۔

اصلاح کب آسان ہوتی ہے؟

اور جب ایمان اور محبت یہ دو چیزیں ہوتی ہیں، تو اصلاح بھی آسان ہو جاتی ہے، اور آج اصلاح کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ کہ کہنے والوں میں محبت نہیں، سننے والوں میں دل نہیں، نہ ادھر ہے دل، نہ ادھر ہے دل، تو کیسے کریں بات؟ کیسے سنیں؟ اسی لیے اصلاح ہو نہیں رہی ہے، کہنے والے اس طرح کہتے ہیں، کہ کہنے والے کی بکواس ہے، خود تو اپنی اصلاح کرتا نہیں بک رہا ہے، تو اس کی وجہ سے کہنے والوں کا اثر نہیں، اور سننے والوں کی طرف سے قبولیت نہیں، قبول نہیں، تو اصلاح ہو تو کیسے ہو؟ محبت کے ساتھ اگر کسی سے کہا جائے تو اثر پڑتا ہے، محبت سے اگر کہا جائے اور دل سے کہا جائے، ایمان سے کہا جائے، تو کہنے والا اپنے کو بڑا نہیں سمجھے گا، کھانا آپ کھاتے ہیں، ہم بھی کھاتے ہیں، ساتھ بیٹھ کے، تو سامنے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے، کہ سامنے والے کے کھانے میں سے دو چار لقمہ ہاتھ سے گر جاتے ہیں، اور اس کی داڑھی پر آ گئے، تو جو سامنے بیٹھا ہوا ہے، آج تک کبھی آپ نے نہیں سنا ہوگا، کہ وہ کھڑا ہو کر کہے، اے اپنی داڑھی ٹھیک کر لو کیا ہوا دیکھو داڑھی خراب ہو گئی، کہتا ہے؟ نہیں کہتا ہے، بلکہ کہتا ہے بالکل سر جھکا کے اس لیے کہ جانتا ہے، ابھی یہ لقمہ اس کے اوپر گرا ہے، ہمارے اوپر بھی گر سکتا ہے، اور ہو سکتا ہے، ہمارے اوپر بھی ہو، تو اس وجہ سے اس کو ٹوکتا ہے، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں، ہم بالکل ٹھیک ہیں، تو دوسرے لوگ کہیں گے تو ظاہر ہے پھر اثر کیسے ہوگا؟ ہم یہ سمجھیں کہ ہو سکتا ہے، ہم بھی مبتلا ہوں اس میں، اور دوسرے سے کہیں تو اصلاح ہو جائے گی۔

بات کا اثر کیسے ہو؟

اسی لیے ہمارے بعض اکابر کا قول ہے، کہ وہ فرماتے تھے جب میں اپنے اندر کوئی مرض محسوس کرتا ہوں، تو اسی پر وعظ دیتا ہوں، اس وقت میری سمجھ میں نہیں آیا

تھا، اب آج سمجھ میں آ گیا، مجھے بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا، لیکن آج سمجھ میں آ گیا، نوالہ سے، کہ جب نوالہ ٹوٹتا ہے، تو اس کو احساس بھی نہیں ہوتا، کہ میں بڑا ہوں تو چھوٹا، بس ایسے ہی یہاں معاملہ ہے، جب اپنے اندر کوئی مرض پایا، تو اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا، لوگوں سے نہیں کہہ رہا ہے، اپنے کو کہہ رہا ہے، لوگ بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں، لیکن سب سے زیادہ میں فائدہ اٹھا رہا ہوں، کہنے والا جب کہے گا تو پہلے خود عمل کرے گا اور ڈرے گا کہ جب میں کہہ رہا ہوں تو مجھے ایسا کام کرنا چاہیے، بعد میں تو اس سے پھر اصلاح ہو جائے گی، تو آج ہمارا جو اصلاح معاشرہ ہے فیشن ہو گیا ہے، ہر جلسہ کے ساتھ اصلاح معاشرہ جڑا ہوا ہے، اور یہ ایک اعتبار سے اچھا ہے، کہ جب کسی چیز کا چرچہ ہو جاتا ہے، تو فائدہ ہوتا ہی ہے، ہر جگہ اصلاح معاشرہ، اصلاح معاشرہ، تو اب ظاہر ہے کہ کہاں تک لوگ بچیں گے، کوئی یہ کہے گا اور یہ برائی دور کرے گا، کوئی آ کے کہے گا یہ برائی دور کرو، تو شرما حضوری میں بھی کچھ نہ کچھ دور ہو جائے گا، کہ اتنا کہا جا رہا ہے ارے کچھ تو فائدہ ہو جائے، بعض دفعہ زیادہ کہنے کا بھی فائدہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے کیفیت اور کمیت دونوں میں اثر رکھا ہے، تعداد میں بھی اثر رکھا ہے۔

اللہ کے لیے کہنے پر تھکتے نہیں

ایک لطیفہ ایک بزرگ نے سنایا کہ ایک صاحب تھے جن کا بیٹا نماز نہیں پڑھتا تھا، وہ اس کو ٹوکتے تھے، روز نماز پڑھا کرو، اور جب ٹوکتے تھے تو لکھ لیتے تھے، آج اتنی دفعہ کہا آج دس دفعہ کہا، آج پانچ دفعہ کہا، ۱۰۰ دفعہ ہو گئے، لکھتے لکھتے، ۱۱۰، ۱۱۵، ۱۲۰، ۱۲۱ ویں مرتبہ جب کہا، تو بیٹا نماز پڑھنے لگا، تو آج کل یہ بھی ہوتا ہے کہ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے، یہ بہت لوگ کہتے ہیں، سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے، ایسی کی تیسی یہ جملہ غلط ہے، اصل میں ہم لوگ کہہ تو دیتے ہیں، غور نہیں کرتے، جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسی کی تیسی، تو اصلاً یہ اپنے کو کہتے ہیں، کہ ہماری ایسی کی تیسی، لیکن اس پر رکھ کر کہتے ہیں، اور پلٹ کر آتی اپنے اوپر ہے، کیونکہ جو اللہ کے

لیے کہے گا وہ نہیں تھکے گا، اس لیے کہ اصلا مقصود بعد میں ہے، رضائے الٰہی پہلے، تو جب اللہ کے لیے کہے گا تو کہتا رہے، اصلاح ہو یا نہ ہو، تو اب اگر اس نے ایسی کی تیسی کی، تو گویا کہ رضائے الٰہی مقصود نہیں تھی، تو ہماری ہوگئی ایسی کی تیسی، اور اگر رضائے الٰہی کے لیے کام کر رہے ہوتے، تو کبھی رک نہیں سکتا آدمی، ہمیشہ کرتا رہے گا، جو اللہ کے نبی بڑے بڑے ہوئے ہیں، بعض کے بارے میں آتا ہے، کہ پوری زندگی کام کرتے رہے، کسی نے مانا ہی نہیں، اکیلے رہے، لیس معه الا رجل أو رجلان، دو آدمی تین آدمی، سینکڑوں سال تھکے نہیں، کہتے رہے، اس لیے کہ اللہ کے لیے کر رہے ہیں، اللہ کا کام ہے، اللہ کے لیے کر رہے ہیں، کوئی مانے یا نہ مانے، اللہ کے یہاں لکھا جا رہا ہے، تو اب ملنا ہی ملنا ہے، تو اگر ثواب کے لیے ایمان کے لیے، اور صحیح محبت کے تحت، ہم کام کریں تو پھر تھک ہی نہیں سکتے۔

اصلاح کے آداب

میرے بھائیو اور دوستو! بس ہم اپنی اصلاح کر لیں، تو سب کی اصلاح ہو جائے گی، یعنی جب اصلاح ہم دوسروں کی کریں گے، تو صحیح نقطۂ نظر سے کریں گے، صحیح فکر سے کریں گے، تو اصلاح ہو جائے گی، اور اس کے ظاہر ہے پھر آداب بھی ہیں، ان کا بھی لحاظ رکھنا ہوگا، ان آداب میں سے مثلاً یہ بھی ہے کہ آپ سے ہم کچھ کہہ رہے ہیں، اصلاح کر لیجیے، لیکن فارسی میں کہہ رہے ہیں، یہ فارسی جانتے ہی نہیں، تو کیا ہوگا؟ یوں کہیں گے ایسی زبان بولنا چاہیے کہ سامنے والا سمجھ بھی تو لے، کہ کیا خرابی ہے، کیا اچھائی ہے، تو زبان کا بھی ہوتا ہے مسئلہ، ورنہ ایسی زبان استعمال کی کہ سامنے والے سمجھے ہی نہیں، تو مذاق بھی ہو جاتا ہے۔

حضرت تھانویؒ نے ایک لطیفہ بھی لکھا ہے اس کا، کہ ایک صاحب تھے زمین دار لیکن ان کی زبان وہ بڑی معلّٰی اردو بولتے تھے، تو ایک دفعہ ان کے کھیت میں جو کام

کرتے تھے معمولی کسان وہ آئے، کچھ بات کرنی تھی، تو انہوں نے اپنی وہی اردوئے معلیٰ میں ان سے ایک جملہ بولا کہ أیھا الزراع تمہاری کشت زاروں میں امسال تقاطر امطار ہوا ہے یا نہیں، تو وہ سارے جتنے آئے تھے کہنے لگے حضور تلاوت کر رہے ہیں، بعد میں آئیں گے۔

تو ایسی زبان نہیں بولنا چاہیے، کہ سامنے والا سمجھے ہی نہیں، ایسی زبان بولے کہ سامنے والے کے سمجھ میں آجائے، اور سمجھنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر آپ لوگ باہر گیے ہوں کبھی، تو باہر ملکوں میں جو دوسری زبان بولی جاتی ہے اگر اپنے علاقہ کا کوئی مل جائے، اور اپنی زبان بولے، واہ واہ کیا مزا آتا ہے، جو کئی سال سے باتیں نہیں ہوئیں تھیں، ایک ہی دن میں ہو جاتی ہیں، زبان کا یہ فائدہ ہوتا ہے، تو اس لیے یہ آداب میں سے ہے، اور ادب یہ بھی ہے کہ وہ زبان استعمال کرے جو سننے والے جس سے خوش ہوتے ہوں، اور جس کو سمجھتے ہوں، تو پھر اصلاح آسان ہے، تو سب سے بڑی اصلاح تو یہی ہے، کہ ہمارے اندر ایمان پیدا ہو جائے اور محبت پیدا ہو جائے، جو ایمان سے جڑی ہوئی ہے یعنی جنت، اور ایمان جڑا ہوا ہے محبت سے۔

محبت کے اسباب

محبت پیدا کرنے کے اسباب بتا دیے گیے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ خوب سلام کو رواج دو، افشائے سلام کرو، ابھی وہاں میں کہہ کر آیا، ایک جلسہ وہاں بھی اصلاح معاشرہ کا تھا، تو ہم نے کہا اتنے محبت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، سلام کے بارے میں بہت تاکید ہے، کہ سلام کیا کرو، اور خاص طور سے حدیث میں آتا ہے اپنے گھر والوں کو جا کر سلام کیا کرو، تمہارے لیے باعث برکت ہوگا، تکون برکة علیك، (جامع الأحادیث للسیوطی) تمہاری برکت کا ذریعہ ہے، تو ہم نے کہا سب پریشان رہتے ہیں برکت کے لیے، اور اس کے لیے وظیفہ پڑھواتے ہیں، وظیفے پوچھتے بھی ہیں، اور اللہ کے رسول ﷺ کا وظیفہ ہے وہ نہیں پڑھتے، ہم نے کہا اتنے بہت سے لوگ بیٹھے

ہوئے ہیں، وہاں بہت بڑا کئی سو کا مجمع تھا، ہم نے کہا اتنے بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، لیکن میں کہتا ہوں اسی (۸۰) فیصد اس میں ایسے ہوں گے جو اپنے گھر بھی سلام نہیں کرتے، اپنے دوستوں کو کریں گے، لیکن گھر جائیں گے تو لڑیں گے، بیوی سے، بچوں سے غصہ ہوں گے، سلام نہیں کریں گے، حالانکہ داخل ہوتے ہی پہلے سلام کرنا چاہیے، اور سلام کرنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے، کہ معاملہ ٹھیک ہو جاتا ہے، یعنی اگر تھوڑا بہت غصہ بھی ہو، تو سلام سے غصہ بھی ختم ہو جاتا ہے، اگر کوئی بہت ناراض ہو کر آرہا ہے، اور آتے ہی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تو بے چارہ ہکا بکا ہو جائے گا، اور مصافحہ کرے گا بڑھ کر، اور کہے گا اس وقت تو غصہ نہیں کرنا ہے، بعد میں دیکھا جائے گا، وہ آئے گا لڑنے کے لیے، اور ختم ہو گیا غصہ، لیکن آدمی سلام اس طرح کرے، تو سلام کو رواج دینا چاہیے، رکنا نہیں چاہیے، بار بار، یہاں تک کہ حدیث میں آتا ہے کہ اگر دیوار کے اس پار چلا گیا اور پھر آئے پھر سلام، برکت کی چیز ہے، تم پر سلامتی ہو، تم پر سلامتی ہو، رحمت ہو، برکت ہو، بار بار کہتا ہے، تو اللہ میاں اوپر سے برکت نازل فرماتے ہیں، دس نیکیاں تو سیدھی سیدھی ملتی ہیں، اور برکت الگ ہوتی ہے، اس پر مزید برآں۔

الٹا کرنے پر سائڈ ایفک ہوگا

اللہ تعالیٰ کا جو نظام ہے، رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے کر کے دکھایا ہے، اگر اس پر ہم کسی درجہ میں بھی عمل کرنے والے بن جائیں، تو کام بن جائے گا، لیکن ہوتا یہ ہے کہ آدمی الٹے سیدھے کام میں لگا رہتا ہے، جو اس کو صحیح کام کرنے چاہئیں، جن کی وجہ سے سب کو فائدہ حاصل ہوتا ہے، وہ کام نہیں کرتا ہے، اسی لیے دیکھیے بہت سے مسلمان پریشان رہتے ہیں، کوئی مسئلہ پیش آ گیا تو بعض لوگ تو ایسے ہیں، کہ غلط جگہ چلے جاتے ہیں، اور کہتے ہیں فائدہ ہو گیا، فلاں جگہ چلے گیے، فائدہ ہو گیا، مجھ سے بھی کہا کئی لوگوں نے مسلمانوں نے کہ فلاں قبر پر چلے گیے فائدہ ہو گیا، فلاں جگہ چلے گیے فائدہ ہو گیا، تو یہ بات ذہن میں آئی اس وقت، کہا بھی میں نے وہاں، جلسہ میں بھی کہا

،ہم نے کہا دیکھیے بالکل ایسا ہی ہے، جیسے سر میں درد ہو، اور درد کی گولی کھالے، تو سر کا درد رک جائے گا، لیکن گردے خراب ہو جائیں گے، تو ایسے ہی بہت سے لوگ ہیں وظیفہ اپنے پڑھتے ہیں، ادھر ادھر کا، یا ایسی جگہوں پر چلے جاتے ہیں، کہ کام تو ہو جاتا ہے ،سمجھے آپ، کام تو ہو جائے گا، لیکن سائیڈ یفک بڑا زبردست ہوگا، آپ جس کام کو لے کر گیے ہوسکتا ہے وہ کام آپ کا نکل جائے ،لیکن سائیڈ یفک اتنا خطرناک ہوگا، کہ پوری زندگی خدانخواستہ آپ کی چلی جائے گی ،تو درد تو ختم ہو گیا، جو معمولی درد تھا، لیکن اس سے بڑا درد پیدا ہو گیا تو ایسا کام آدمی کیوں کرے کہ تھوڑے کے لیے بہت کچھ کھودے تو آج کل جیسے ڈاکٹری علاج ہے، اس وقت ۹۰ فیصد لوگ مریض ہیں، ڈاکٹری دوا کھانے سے، اور جتنی ڈاکٹری دوائیں ہیں، آپ دیکھ لیجئے اس پر جو درد کی دوائیں لکھا رہتا ہے، سائیڈ یفک، کہ گردے بھی خراب ہو سکتے ہیں، دل بھی خراب ہوسکتا ہے،، یہ بھی ہوسکتا ہے، وہ بھی ہوسکتا ہے، لکھ بھی دیا ہے ان بندوں نے ،اور آدمی کھاتا ہے اس کے لیے، تو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ گردے خراب، تو اب ایسے سر کے درد کے چلے جانے سے کیا فائدہ، کہ آدمی کو ہی لے گیا اٹھا کر، تو ایسے ہی آج ہمارا ان لوگوں کا بھی حال ہے، کہ ادھر چلے گیے ،ادھر چلے گیے ،اور کہتے ہیں کہ فائدہ ہو گیا، یہ فائدہ نہیں ہو گیا، یہ آپ کے اندر کی چھٹی ہوگئی، دیکھنے میں تو فائدہ ہوا، کچھ سکون مل گیا، لیکن معاملہ کیا ہے؟ اسی لیے جتنے چھوٹے لوگ ہیں، جتنے غلط قسم کے کام کرنے والے ہیں، اور لوگوں کو دھوکہ دینے والے ہیں، ان سے فائدہ ہو جاتا ہے، لیکن ایسا ہی ہوتا ہے، دوسرے دس نقصان ہو جاتے ہیں، اس لیے اس بات کا بہت خیال رکھنا چاہیے، اور ہر شخص کو یہ سوچتے رہنا چاہیے کہ ہمارے اندر کیا کمی ہے؟ اور اس کو کیسے پورا کیا جائے؟ جب ہم یہ سوچتے رہیں گے، تو اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمادے گا، اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمادے، اور ہم سب کو ٹھیک کردے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

موجودہ سماج اور ہماری ذمہ داریاں

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره وونستهديه ونسترشده فمن يهديه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبنا وقرة عيوننا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيرا، أمابعد!

بزرگان گرامی قدر، سامعین حضرات!

یہاں اس سے پہلے بھی حاضری کا موقع ملا ہے، اور اس مجلس میں بھی آنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، لیکن کچھ کہنے اور سننے کا موقع پہلی مرتبہ مل رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی صحیح رہنمائی فرمائے، صحیح بات کہنے کی بھی توفیق عطا فرمائے، اس لیے کہ صحیح بات کہنا بھی آج کل مشکل ہوگیا ہے، اور یہ دو وجہوں سے ہے ایک اپنی وجہ سے اور ایک غیروں کی وجہ سے، اپنی وجہ سے اس لیے کہ ہماری اصلاح نہیں ہوئی ہے، اس لیے صحیح بات نہیں کہہ پاتے، اور دوسروں کی وجہ سے اس لیے کہ دوسرے دباؤ ڈالتے ہیں، اپنی محبت کا اپنی عقیدت کا، اور کچھ اور چیزوں کا بھی جس سے آدمی صحیح بات نہیں کہہ پاتا، حالانکہ ہم سب کو صحیح بات کہنی چاہیے اور جو تقریر اور تحریر ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ صحیح بات کہی جائے، بس اچھی بات کہی جائے، بعض دفعہ صحیح بات کہی جاتی

ہے، غلط طریقہ سے کہی جاتی ہے، تو اس میں بھی معاملہ خراب ہوجاتا ہے، اور بعض دفعہ ہوتی بات غلط ہے، لیکن انداز اچھا ہوتا ہے، دونوں باتیں غلط ہیں، تو آدمی صحیح ہو، صحیح بھی صحیح طریقہ سے کہی بھی جائے، اور اس میں غیروں کی نقالی نہ کی جائے، پولس نے لکھا ہے، کہ پرچار مذہب مسیحی کے لیے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو آپ لوگوں کو اس کے برا ماننے کی کیا بات ہے؟ اس لیے کہ جھوٹ اچھے کام کے لیے بولا جارہا ہے، یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، پولس کا تو ہوسکتا ہے، مسیحی طریقہ تو ہوسکتا ہے، اسلامی نہیں ہے، محمدی نہیں ہے، تو صحابہ کا طریقہ نہیں ہے، تابعین کا اولیاء کا طریقہ نہیں ہے، یہاں تو سچ ہی سچ ہے، جھوٹ کا کچھ بھی گذر نہیں، کیونکہ حدیث میں آتا ہے، کہ آدمی اگر جھوٹ بولتا ہے، تو اس کی بدبو اتنی زیادہ ہوتی ہے، کہ فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے، اس وجہ سے ہم لوگوں کو اس سے بچنا چاہیے اور صحیح بات کہنی چاہیے، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات جو سب سے زیادہ سماج کا مقابلہ کرتے ہیں، اور اپنی صحیح بات کہتے ہیں، اور جب صحیح بات کہتے ہیں، تو دشمنی مول لیتے ہیں، لیکن صحیح بات سے باز نہیں آتے، بات اپنی کہتے ہیں۔

انبیائے کرام کی خاص باتیں

تین چیزیں ایسی انبیائے کرام کے ساتھ آپ کو ملیں گی، ایک تو دعوت الی التوحید، سب سے پہلا مرحلہ ہے، پھر جو بیماری جس قوم میں ہے، اس کی نشاندہی، اور اس کا علاج، اور تیسری بات یہ ہے کہ اس پر اجرت کا طلب نہ کرنا، امانت و دیانت اور خیر خواہی کا حق ادا کرنا، یہ انبیائے کرام کی خاص باتیں ہیں، جو میں نے آپ کے سامنے عرض کیں، اگر قرآن مجید اٹھا کے دیکھیں گے تو یہ باتیں آپ کو ہر نبی کے ساتھ مل جائیں گی، تو بہر حال کہنے کی بات یہ ہے کہ اس وقت ہم سب کو صحیح بات کہنے کی بھی اللہ توفیق دے، اور صحیح کانوں سے سننے کی بھی توفیق عطا فرما، اس لیے کہ اگر ہمارے کان شنوا نہیں ہیں، تو دل تک بات پہنچے گی نہیں، اور اگر بات صحیح کہی نہیں جارہی ہے، تو

دل پر اثر ڈالے گی نہیں، دونوں باتیں صحیح ہونی چاہئیں۔

بالترتیب کام کرنے کی ضرورت

اسی لیے میں کہا کرتا ہوں، دونوں ہاتھ سے تالی بجتی ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ ایک ہاتھ ہوا میں چلائیں، اور ہاتھ بج جائے، آواز آجائے، جب ادھر سے یہ ہاتھ اٹھے گا، تب تالی بج جائے گی، اور تالی بج جانے کے بعد میں نے تو ایک جگہ غیر مسلم بڑی تعداد میں بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے وہاں کہا: کہ یہ ہمارے غیر مسلم سامنے اتنی بڑی تعداد میں بیٹھے ہوئے ہیں، یہ اگر وہاں بیٹھ کر کہیں کہ آپ بہت اچھے، یا کہیں کہ میں کہوں، آپ بہت اچھے، یعنی اس کے برخلاف، آپ بہت برے، وہ کہیں آپ بہت برے، یا آپ ایسے اور ہم کہیں، ہم ایسے، تو اس سے تو کام نہیں چلے گا، بلکہ آپ آگے بڑھیں کچھ، میں آگے بڑھوں کچھ، اور ہاتھ پھیلائیں تو معلوم ہو جائے گا کس کا ہاتھ گرم ہے؟ کس کا ٹھنڈا؟ لیکن اگر دور بیٹھ کر ایسے کہتے رہیں گے تو اس سے کام ہونے والا نہیں ہے، مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے، تو ان سب کو یہ بات پسند نہیں آئی، اور ہے بھی حقیقت والی بات، اور پیام انسانیت کا جو ابھی تعارف کرایا ہے، اس سے اگر میں عملی طور پر عرض کردوں کہ پیام انسانیت مصافحہ کرنے کا نام ہے، اگر ہم مصافحہ کرلیں، تو پھر ظاہر ہے کہ اور مسئلے آگے بڑھتے ہیں۔

پہلے سلام پھر کلام پھر طعام

حدیث میں ترتیب آئی ہے، آپ یہ دیکھیں اس میں پہلے ہے کلام پھر ہے طعام، اس ترتیب سے آتا ہے، پہلی چیز ہے السلام علیکم، دل کی کھڑکی کھل گئی، اب قریب آگئے، اور بات کیجئے، بات ابھی کیجئے، پاکیزہ کلام، پاکیزہ یعنی ہر برائی سے پاک، اس لیے کہ جو پاکیزہ کلام اپنی زبان سے ادا کرتا ہے، اس کو شیش محل ملتے ہیں، یعنی ایسے بالاخانے جو شیشوں میں بنے ہوئے ہیں، جنت میں وہ ملیں گے، تو پہلے آپ نے کلام اچھا کیا، تو ظاہر ہے کہ کھڑکی کھل گئی، اور دروازہ کھل گیا، اب داخل

ہوگئے، داخل ہوگئے تو ظاہر ہے کہ بغیر کھائے آدمی تو آتا ہی نہیں، تو کھانا کھلائے گا، اسی لیے ان کی صفت آتی ہے، کھانا کھلاتے ہیں، جو مسلمان ہیں، ان کے اوصاف میں آیا ہے، کہ اطعام الطعام یعنی جو اچھے مسلمان ہیں، یہ کام کرتے ہیں، تو اس ترتیب سے آدمی آگے بڑھتا ہے، تو پھر کیا ہوتا ہے کہتا ہے، کہ یہ ہم کو پریشانی ہے، جب گھر میں چلا جاتا ہے، تو کہتا ہے اتنی پریشانی ہے، تو میں کہتا ہوں یا کوئی دوسرا جو اس کے گھر میں داخل ہوا ہے وہ کہتا ہے میں اس کو دور کرسکتا ہوں، ایسے ہی اس وقت حال ہے، وہ اپنی جگہ ناراض بیٹھے ہیں، آپ اپنی جگہ ناراض بیٹھے ہیں، وہ ہیں پریشان، اگر کلام سے پہلے سلام کریں، پھر اس کے بعد کلام کریں، پھر طعام کا انتظام کریں، پھر اس کے مسائل کا حل کریں گے، تو ایک دم کایا پلٹ جائے گی، جو آپ کا دشمن تھا وہ آپ کا دوست ہوجائے گا، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے، ﴿وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ (فصلت: ۳۵) مگر یہ کس کو ملتی ہے بات؟ جو صبر والے ہیں۔

پہلے دل پر پتھر رکھ لیں

ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے دعوت کا کام کرنے میں ایک بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کو سمجھانا ہے یا اپنے سامنے والے کو زد دینی ہے، دونوں میں الگ الگ مسئلے ہیں، آپ اس کو سمجھانا چاہتے ہیں، چپ کرنا ہو تو آپ بہت تیز بولئے، موٹی موٹی دلیلیں دیجئے، اور اگر سمجھانا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے دل پر پتھر رکھ لیجئے پھر اس سے بات کیجئے ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ حضرت رائے پوری تشریف فرما تھے ایک صاحب آئے اور کہنے لگے حضرت فلاں شخص کو میں نے ایسا جواب دیا دانت کھٹے کردیئے، دنداں شکن جواب دیا، تو حضرت خاموشی سے بولتے تھے حضرت نے فرمایا کہ آپ نے تو دانت ہی توڑ دیئے اس کے بے چارہ گنا جیسے کھائے گا، اور پھر میں نے ایک جگہ تقریر میں عرض کیا، دانت تو پہلے ہی ٹوٹے ہوئے ہیں، اسی لیے تو ہضم نہیں ہورہا ہے کھانا، دانت لگا دیجئے تاکہ ہاضمہ درست ہوجائے

،اس وقت ضرورت ہم کو یہ نہیں ہے، کہ دانت توڑ دیں، دانت لگانے کی ضرورت ہے۔

آج جوڑنے کی ضرورت ہے

چوں برائے فخر کردن نامدی
نے برائے فخر کردن نامدی

اب یہاں جوڑنے کے لیے آئے ہو، تم توڑنے کب سے لگے؟ ہمارا کام تو جوڑنا تھا، لیکن ہم نے معاملہ بالکل الٹا کر دیا، رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام جوڑنے کے لیے آئے انبیاء جوڑنے کے لیے آئے ،توڑنے کے لیے نہیں، ظاہر میں لوگ سمجھتے ہیں، کہ توڑا جا رہا ہے، اہل مکہ نے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے خلاف جو باتیں کہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے بیوی شوہر کو باپ بیٹے کو الگ کر رہے ہیں، لیکن وہ اصلا الگ نہیں کرتے ہیں، اصلا آپ جوڑتے تھے، اگر الگ نہ کیا جائے تو جوڑا کیسے جائے گا، اگر غلط جڑ گیا ہو تو، اس لیے پہلے اس کو الگ کرتے ہیں، پھر جوڑتے ہیں، تو جوڑا کیسے جائے اگر غلط جڑ گیا ہو تو پہلے اس کو الگ کرتے ہیں، پھر جوڑتے ہیں، اگر غلط جڑا ہوا ہے تو اس میں کھٹ پٹ کریں گے ،تو ٹوٹ جائے گا، لیکن اس کو الگ کر دیجئے، پھر جڑ جائے گا، اور اگر آپ نے اسی میں محنت الٹی شروع کر دی، ٹوٹ جائے گا، یہ تمام باتوں پر غور کرنا پڑے گا، تب جا کے ہم کام کر سکتے ہیں۔

شاگرد رشید خداوند تعالیٰ

میرے بھائیو اور دوستوں! ضرورت اس بات کی ہے کہ جو اس وقت حالات ہیں، اس میں چند باتیں میں عرض کیے دیتا ہوں، اپنے لیے بھی ہیں، اور آپ کے لیے بھی ہیں، میں سبق سناتا رہتا ہوں تو آپ کو بھی سبق سنا رہا ہوں، اور بڑوں سے جب آدمی سبق سنتا ہے تو دوسروں کو پہنچاتا بھی ہے اور سبق اسی لیے پڑھایا بھی جاتا ہے کہ دوسروں تک پہونچایا جائے، پہلے تو انبیاء کرام نے سبق پڑھایا، وہ براہ راست اللہ میاں

کے شاگرد ہوئے، ہمارے حضرت رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں ہمارے لکھنؤ کے ایک شاعر نے ابھی شعر کہا تو پہلا مصرعہ جو پڑھے گا تو پریشان ہوجائے گا، لیکن دوسرا جو پڑھے گا تو ٹھیک ہوجائے گا، اس میں پہلے مصرعہ میں یہ کہا

پڑھے نہ لکھے حضرت والا
شاگرد رشید خداوند تعالیٰ

تو اب ظاہر ہے کہ حضرت کا جو مقام ہے وہ براہ راست اوپر سے وحی آرہی ہے، اور براہ راست آپ کو اوپر سے پڑھایا جارہا ہے، اسی لیے آپ نے فرمایا أدبنی ربی فأحسن تأدیبی، خوب انہوں نے سکھایا، اور خوب سکھایا پڑھایا، اور خوب پڑھایا، ظاہر ہے کہ پڑھانے والا بھی خوب ہے، اور جس کو سکھا رہا ہے، وہ بھی خوب ہے، تو معلم بھی خوب ہے، اور جس کو پڑھایا جارہا ہے وہ بھی خوب ہے، تو خوب در خوب، یعنی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو اللہ پڑھاتا ہے۔

علماء انبیاء کے شاگرد

انبیائے کرام اپنے بعد علماء کو پڑھاتے ہیں، اسی لیے فرمایا العلماء ورثة الأنبیاء، (سنن ابی داؤد فی باب الحث علی طلب العلم) علماء جو ہیں وہ انبیاء کے وارث ہیں، یعنی علماء ہی ان سے پڑھتے ہیں، علماء کا مطلب کیا ہے؟ جو بھی ان سے پڑھے وہ عالم بن جائے گا، یعنی وہ تو عالم گر ہوتے ہیں، آدمیوں کو عالم بناتے ہیں، اسی لیے ہر صحابی عالم ہے جو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے دربار میں حاضر ہوگیا اور آپ کی صحبت میں ایک لمحہ بیٹھ گیا تو ایمان کے اس درجہ کو پہنچ گیا جو بڑے بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد اولیاء اللہ بھی نہیں پہنچ پاتے، صرف آپ کی نظر کیمیا اثر پڑی، اس پر اور کہاں سے کہاں پہنچ گیا، ان کی نظر میں جو یہ تاثیر تھی تو ان کی تعلیم میں تاثیر کا عالم کیا ہوگا؟ اسی لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے اونچے گئے، اور آپ افضل البشر بعد الأنبیاء بالتحقیق کے مقام پر فائز ہوئے، اس پر پورا ایک موضوع ہے، کہ ابوبکر کو یہ مقام

کیسے ملا؟ ظاہر ہے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے سب کچھ سکھایا سب کچھ پڑھایا سب کو بنایا اور اپنے ساتھ ان کو اٹھنا بیٹھنا سکھایا، یہاں تک کہ ابو بکر اتنے بلند ہو گئے کہ ان کے برابر کوئی پہنچ نہیں سکا، تو اس میں بھی بہت سی باتیں ہیں۔

عقیدہ کی حفاظت کریں

پہلی بات تو یہاں پر میں عرض کرنا چاہوں گا، کہ اس وقت ہمارا یہ ملک جو ہے یہ گہوارۂ شرک ہے، یہاں جتنا شرک ہے دنیا میں شاید کہیں اور اتنا شرک ہو، شرک یہاں برس رہا ہے، ابل رہا ہے، آندھیاں شرک کی چل رہی ہیں، اور ہم لوگ بالکل شرک سے بے فکر بیٹھے ہوئے ہیں، کہ اطمینان ہے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ توحید ہمارے گھر کی لونڈی ہے، تو یہ گھر سے نکل کے کہاں جائے گی؟ لیکن اس وقت تو حید اچھے اچھوں کی داؤ پے لگ گئی ہے، بڑے بڑے علماء بھی اس کی زد میں آگئے ہیں، اس لیے ہم کو حفاظت ضروری ہوتی ہے ہر چیز کی، اور اس میں تو کسی کا امتیاز نہیں، ہر انسان کو کرنی چاہیے وہ عالم ہو یا جاہل، چاہے انگریزی لائن کا ہو چاہے اردو لائن کا ہو، چاہے کسی درجہ میں ہو، اس کو اس کی حفاظت کرنی ضروری ہے، یہ بھی ایک بنیاد ہے، بغیر اس کے کوئی چیز نہیں ہے، جیسے کہ اگر بینک میں آپ کھاتہ نہیں کھلوائیں گے، تو آپ کا پیسہ جمع نہیں ہوگا، اور کھاتہ کھلوائیں گے تو جمع ہوگا، آپ کے پاس ایک کروڑ روپے ہیں، آپ جائیں اسٹیٹ بینک میں اور کہیں یہ پیک لایا ہوں، جمع کرلو، تو بڑے سے بڑا منیجر جمع نہیں کرے گا، کہے گا پہلے کھاتہ کھلوایئے، اور آپ کا باقاعدہ رجسٹرڈ کرے گا، اور کہے گا میں بتاتا ہوں کیسے کھاتہ کھلے گا مدد کرے گا، آپ کے گھر جائے گا، خوشامد کرے گا، ایک کروڑ کا مسئلہ ہے، لیکن یہ نہیں کرسکتا بغیر کھاتہ کھولے جمع کرلے، بڑے سے بڑا آدمی نہیں کرسکتا، چاہے کتنی خوشامد کرے جمع نہیں کرے گا کچھ بھی، تو پہلے عقیدہ درست ہونا چاہیے۔

عقیدہ کی اصلاح کی سب کو ضرورت ہے

اسی لیے انبیاء کرام کا سب سے پہلا کام دعوت الی التوحید ہوتا ہے کہ لوگوں کو

توحید کی طرف بلاتے ہیں، عقیدہ درست کرتے ہیں، تو ایسے میں ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ اپنے عقیدہ کو درست کرے اس کو ٹھیک کرے، اور اس سلسلہ میں علماء سے پوچھنا بھی چاہیے، اور علماء کو قرآن وحدیث سے پوچھنا چاہیے یعنی علماء بھی دھوکہ میں نہ رہیں، کہ ہم پڑھے لکھے آدمی ہیں، اس لیے کہ ہم تو سب کچھ جانتے ہیں، بعض دفعہ علماء کا بھی عقیدہ داؤ پے لگ جاتا ہے، ہمارے حضرت مولانا کی والدہ نے ایک مرتبہ مولانا کو خط لکھا اور کہا علی اپنے عقید کی فکر کرو، اس وقت اچھے اچھے علماء کا عقیدہ صحیح نہیں ہے، تو اندازہ لگائیے، اس وقت لکھا تھا ان کی والدہ نے، تو بات صحیح لکھی تھی اس لیے میں صاف کہہ رہا ہوں، کوئی مسئلہ نہیں ہے اسی لیے آج کل علماء کو بھی چیک کر لینا چاہیے عقیدہ ٹھیک ہے کہ نہیں، اور حدیث وقرآن کے مطابق ہے کہ نہیں، اگر نہیں کریں گے تو معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا، جیسے بعض دفعہ لوگوں کا ہوا ہے اور پھر کبھی موقع اس موضوع پے بولنے کا ہوگا تو تفصیل آئے گی، صرف اس وقت تو چند باتوں کی طرف توجہ دلانی ہے، ان میں پہلی جو بنیادی چیز ہے، جس کی طرف ہر شخص کو دھیان دینا چاہیے، کہ بغیر کھاتہ کھولے ہوئے ہمارا کوئی اچھے سے اچھا کام قابل قبول نہیں ہوگا۔

شرک دبے پاؤں آجائے گا، حساس رہیے!!

اس میں جو لوگ تکیہ کیے ہوئے بیٹھے ہیں، کہ ہم جانتے ہیں کیا چیک کریں؟ ہم تو مسلمان ہیں، ارے شرک جو ہے، وہ دبے پاؤں آجاتا ہے، اور جہاں شرک ہے وہاں پتہ بھی نہیں چلتا شرک کیسے آرہا ہے؟ بلکہ شرک کے بارے میں احساس اتنا بڑھا ہوا ہونا چاہیے کہ فوراً محسوس ہو جائے ہماری ناک اتنی اچھی ہونی چاہیے، ہمارے یہاں میں لوگوں کو مثال دیتا ہوں، کانپور میں جہاں فیکٹری ہے، وہاں اگر کوئی جائے تو بدبو سے برا حال ہو جائے، جب میں پہلی مرتبہ گیا تو کہا کیا بات ہے، بدبو بہت آرہی ہے؟ اب جب وہاں پہنچا، تو دیکھا وہ سب اسی میں ماشاء اللہ کھانا بھی کھا رہے ہیں، اور ٹہل بھی رہے ہیں، شادیاں بھی ہو رہی ہیں، ارے میں نے کہا لوگ رہتے

کیسے ہیں یہاں؟ اصل میں سونگھتے سونگھتے احساس مردہ ہوجاتا ہے، اسی طرح یہاں ہندوستان میں شرک دیکھتے دیکھتے ہم لوگوں کا احساس مردہ ہوجاتا ہے، اور آدمی شرک میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

شرک نجس العین ہے

شرک اتنی خطرناک چیز ہے، بالکل یوں سمجھ لیجئے جیسے آپ کے پاس پانچ کلو دودھ ہے، اگر آپ نے اس میں پیشاب ملا دیا، آدھا کلو دودھ کا کیا حال ہوگا؟ اور اگر آپ نے دس گرام ملایا، تب بھی دودھ گیا، دس گرام پیشاب بھی دودھ کو خراب کردے گا، اور آدھا کلو تو بالکل برباد کردے گا، مسئلہ یہی ہے کہ بعض لوگ آدھا کلو ملا رہے ہیں، اور بعض لوگ پچاس گرام اور سو گرام ملا رہے ہیں، تو نہ پچاس گرام ہونا چاہیے، نہ دو سو گرام ہونا چاہیے، اور شرک معلوم رہے پیشاب پاخانہ کی طرح ہے، اور یہ ایسی نجاست ہے کہ چمڑے کے جوتے میں اگر لگ جائے تو رگڑتے ہیں لوگ، ایسے ہی شرک میں بھی ہم سب کو دل میں خلش ہونی چاہیے، کہ اگر خدانخواستہ شرک میں مبتلا ہوگئے تو ہوگا کیا؟

ظاہر کے ساتھ باطنی اصلاح کی ضرورت

نمبر دو یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے، یہ بھی لازمی ہے، اور اس کو سمجھانے کے لیے یہ بھی رکھا ہے چونکہ دودھ کا دھلا ہوا بچپن سے ہو جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو گندا ہوجاتا ہے، نہلایا جاتا ہے، اسی وقت صفائی شروع ہوگئی، اب آپ بڑے ہوگئے آپ بتایئے جو لوگ اچھا اپنے کو رکھنا چاہتے ہیں کتنی مرتبہ بنتے سنورتے ہیں، یعنی اس میں مبالغہ ہورہا ہے، آج کل ہمارے وہ نوجوان جو واقف نہیں ہیں، شریعت سے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے احکامات اور آپ کی حدیثوں سے وہ اپنے آپ کو بنانے سنوارنے میں اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ وہ ناجائز ہے یا کم سے کم مکروہ ہے، آپ نے منع بھی فرمایا بہت زیادہ مت بنو، اگر کوئی شخص دانت نہ

مانجھیں، اور بال اوپر کے نہ صاف کرے، اور کپڑے نہ بدلے، اور منھ نہ دھوئے، اسی لیے اللہ میاں نے نظام رکھا پانچ وقت کا وضو بنایا اور جمعہ کو غسل کرایا، یہ لازمی کر دیا ہے، اتنا کرنا ہے، تاکہ تم صاف نہ رہتے ہوئے بھی صاف رہو، اور اگر اس سے آگے آپ بڑھنا چاہتے ہیں تو ماشاء اللہ صابن ڈھونڈھتے ہیں ایسا ہو ویسا ہو، اور کیا کیا لگاتے ہیں، ایک ایک دو دو گھنٹہ لڑکے لگاتے ہیں، لڑکیاں بھی شرما جائیں، تو یہ بالکل غلط ہے، وقت کا ضیاع ہے۔

تو آپ صاف کیوں رہتے ہیں، اس لیے کہ صاف ستھرے ہو کر جائیں گے تو سامنے والا اچھا محسوس کرے گا ماشاء اللہ تشریف لائیے، آپ اچھے ہیں، دوسروں کو بھی اچھے لگیں گے، ایسے ہی معاملہ ہے کہ اگر ہم اندر بھی ٹھیک کر لیں، جیسے ظاہر کو ٹھیک کریں تو بھی ہے، لیکن اندر کو ٹھیک کرنا ضروری ہے یہ بال جو نکلتے ہیں گویا کہ سر پے اوپر کے بال ہوئے اندر کے، تو اگر سر کے بال بنانا ضروری ہے، تو ایسے ہی اندر کے خیالات کو ٹھیک کرنا ضروری ہے، ایسے ہی جیسے ناخن ہیں ہاتھ کے، مونچھیں ہیں، اور اوپر سے لے کر نیچے تک نظام رکھا ہے گویا کہ سر سے پیر تک کی اصلاح آپ کرتے ہیں، اور نہاتے دھوتے ہیں۔

تو ظاہر کی اصلاح تو ہم سب کرتے ہیں، بڑی فکر رکھتے ہیں، اور اندر کی اصلاح نہ کریں، تو جس طرح اگر ظاہر خراب ہو جائے تو لوگ بھاگ جاتے ہیں، گندا آدمی ہے منھ سے بدبو آرہی ہے، بات کرنا مشکل ہے، تو لوگ اس سے بات کرتے ہوئے کتراتے ہیں، کپڑے گندے ہوں تو پاس بیٹھتے ہوئے گھبراتے ہیں، اسی طرح جو غیبت کرتا ہے جو بہتان لگاتا ہے جو جھوٹ بولتا ہے ایسے ہی آدمی اس سے بھاگنا لگتا ہے، جب دیکھتا ہے یہ جھوٹا ہے پتہ نہیں کیا کہے گا اور یہ ایسا ہے تو اس کو لوگ چھوڑ چھوڑ کے بھاگتے ہیں، قریب جاتے ہیں، پھر بھاگ جاتے ہیں، تو اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کا بھی علاج کریں، اور اصلاح اپنی ضرور کریں۔

اصلاح ہم کریں مصلح خدا بنائے گا

آج کل عجیب معاملہ ہوگیا ہے کہ اصلاح اپنی کرتے نہیں اور مصلح بننے کی کوشش کرتے ہیں، پہلے اپنی اصلاح کیجئے، اور پھر میں عرض کیا کرتا ہوں، دیکھئے اللہ میاں نے انسان کو ایسا بنایا ہے کہا کچھ تم کرو کچھ ہم کریں گے اور اگر تم نے یہ کہا یہ کام ہم کردیں گے تو نہیں ہوگا اور اگر تم نے یہ طے کرلیا سب ہم کریں گے تب بھی گڑبڑ ہوجائے گا، دونوں کو مل کے کرنا ہے، حضرت علی ماشاء اللہ وہ تو فہم وفراست کے امام ہیں، حضرت علی کے بارے میں غلط خیال لوگ رکھتے تھے، تو حضرت علی نے فرمایا میرے بارے میں غلط خیال مت رکھو، ہاں اللہ نے سمجھ دی ہے مجھے، وہ قبول کی علامت ہے، ایک مرتبہ ان کے پاس ایک شخص آیا، اور کہا حضرت اللہ نے انسان کو کتنا اختیار دیا ہے، اور کتنا نہیں دیا ہے، حضرت علی نے کہا کہ کھڑے ہو، کہا: ایک پیر اٹھاؤ، اٹھایا، کہا دوسرا اٹھاؤ، نہیں اٹھا پائے، کہا بس، ایک پر کھڑا کرنے کا اختیار ہے، دوسرے کا نہیں، مسئلہ حل ہوگیا، کہ اب اس میں واقعی آپ اور ہم غور کریں، تو معاملہ عجیب وغریب ہے، ایک پر اٹھایئے دوسرا رکھئے تب چل جائیں گے آپ، اگر آپ یہ طے کرلیں، دونوں اٹھا کر چلیں گے، تو چڑیا بن جائیں گے، اور اگر آپ نے کہا دونوں رکھ کر چلیں گے، سانپ بن جائیں گے، تو معلوم ہوا انسان تو نہیں رہے، ایک پیر اٹھایئے ایک رکھیے، اختیار بے اختیار جب اس طرح چلیں گے تو راستہ طے ہوجائے گا۔

ایسے ہی اصلاح وصلاح کا معاملہ ہے، یعنی اپنی اصلاح میں ہمارا اختیار ہے، لیکن مصلح بننا اللہ کے اختیار میں ہے، تو ہم نے یہاں معاملہ الٹ کردیا ہے، کہ ہم اپنے کو مصلح بنانے لگے، اصلاح کی نہیں، اور مصلح بن گیے، تو ہمارے حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ نے لکھا ہے کہ جو لوگ مصلح پہلے بنتے ہیں، صالح نہیں بنتے، تو کیا ہوگا انجام مثلہ ہوجائے گا وہ، تو بے چارہ وہ خود مثلہ وہوجائے گا، جب خود اپنی اصلاح انہوں نے نہیں کی، تو دوسروں کی اصلاح کیا کریں گے؟ تو اب ظاہر ہے کہ کچھ تو چل سکتا ہے، جیسے کھیل

کھیلتے ہیں، لڑکے ایک پیر اٹھا کے، کھیل رہے ہیں، کھیل تو کھیل سکتے ہیں، کوئی بڑا کام نہیں ہوسکتا، جو لوگ اصلاح اپنی نہیں کرتے، ان کا پھر انجام یہی ہوتا ہے۔

نیک صحبت کی ضرورت

اصلاح پھر ہوتی کیسے ہے؟ وہ مسئلہ یہ ہے کہ اصلاح بغیر کسی اللہ والے کے پاس رہے ہوئے ہوتی نہیں، یا جس کی اصلاح ہو چکی ہو اس کے پاس رہے، تو پھر اصلاح ہوتی ہے، اس لیے کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے میاں بیوی جو ہوتے ہیں، یہ میاں بیوی اگر محبت کریں ایک امریکہ میں رہے، ایک یہاں ہندوستان میں کتنی محبت ہو اولاد نہیں ہوگی، نسب نہیں چلے گا اس کا، ایسے ہی اس میں عقیدت کتنی بھی ہو اور ساتھ نہیں رہے، لیکن ساتھ رہے تو جس کے ساتھ رہے وہ درست نہیں ہے، وہ بے چارہ بیمار ہے، اس حال میں نہیں ہے کہ اس سے آگے چل سکے، تو یہ ساری باتیں دیکھنی پڑتی ہیں، نسب جب چلتا ہے، جب مرد بھی صحت مند ہو، اور پھر ملاقات بھی ہو، تب جا کے نسب چلے گا، ایسے ہی روحانی اعتبار سے بھی اگر آپ چاہتے ہیں، کہ ہم ٹھیک ہوں، تو کسی کی صحبت میں رہیں، اور جس کی صحبت میں رہیں وہ کامل ہو جھوٹا نہ ہو، اسی لیے فرمایا گیا ﴿كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (التوبۃ:۱۱۹) سچوں کی خدمت میں رہو، اور جھوٹوں کی خدمت میں رہو گے ہوگا کچھ نہیں، اسی لیے فرمایا گیا ﴿فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ (مریم:۵۹) یعنی بہت دن گذر گئے، ایسے ناخلف پیدا ہو گئے، کہ جنہوں نے نمازیں ضائع کر دیں، ایسے لوگ نماز چور ہوتے ہیں، اور جو خواہشات کی چیزیں ہیں ان کی فکر میں رہتے ہیں، یعنی پیسہ اور اس کے علاوہ جتنی بھی چیزیں ہیں، لوگ جانتے ہی ہیں، ہر وقت کھانے کے چکر میں کپڑے کے چکر میں، جو پڑا وہ سڑی بن جاتا ہے، اور اس کو کچھ ملتا نہیں۔ تو دوسری چیز یہ ہے کہ کسی کے پاس رہنا ہو، اور اس کے پاس وقت گذارنا بھی ضروری ہو، تب جا کے ہمارے اندر وہ بات پیدا ہوگی، جس سے

ہم کام کر کے آگے بڑھ سکتے ہیں، اور اس کام کو لیکر آگے چل سکتے ہیں۔

دنیا کا اللہ کا کارخانہ ہے

اس کے بعد پورے ملک کے اندر ایک بات آپ یاد رکھیں، کہ جو لوگ صاحبان ایمان ہیں ان کا اللہ میاں کے کارخانے میں اپوائنمنٹ ہے، یہ دنیا جو ہے یہ اللہ میاں کا کارخانہ ہے، اس میں جب آدمی کلمہ پڑھتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپوائنمنٹ ہوگیا، اب کس درجہ میں ہوا، یہ تو اللہ جانتا ہے، جیسا ایمان ویسا عہدہ، جیسا ایمان اور یقین ویسے ہی اس کا درجہ تو اس کا بھی اپوائنمنٹ ہوجاتا ہے، تو یہ کارخانہ کسی پرائیوٹ انسان کا نہیں ہے یہ سرکاری کارخانہ ہے، اور وہ بھی اللہ کا کارخانہ، جس کی ﴿لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ﴾ (آل عمران:۵) جس کے سامنے کوئی چیز چھوٹی ہی نہیں ہے، اور ہر چیز آج کل تو بڑا آسان ہوگیا ہے سمجھنا یہاں بیٹھے رہتے ہیں، اور اپنی کمپنی کو دیکھتے رہتے ہیں، کون کام کر رہا ہے، کون نہیں کر رہا ہے؟ اور ابھی ہمارے ایک بھائی آئے تھے جونپور کے علاقہ میں بہت اچھا اور شاندار اسلامی اسکول انہوں نے بنایا ہے، تو یہاں بیٹھ کر وہ دکھا رہے تھے کہ دیکھئے یہ کلاس ہیں، اس طرح سے پڑھائی ہو رہی ہے، اور ایک آدمی نے کچھ گڑبڑ کیا تو یہیں سے دانٹا ان کو کیا کرتے ہو؟ تو انسان جب وہاں تک پہنچ گیا تو خدا کا عالم کیا ہوگا؟ کہ وہ وہاں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہے کون کام چوری کر رہا ہے؟ اللہ میاں کا مسئلہ یہ ہے کہ رحیم کریم بہت زیادہ ہیں، تو مہلت بہت زیادہ دیتے ہیں، بار بار نوٹس دیا جا رہا ہے، اور نوٹس کیسا آتا ہے اللہ میاں کا؟ بیوی پریشان کر رہی ہے، بھائی پریشان کر رہا ہے، محلہ والے پریشان کر رہے ہیں، اور خاص طور سے جو لوگ باہر ہیں، کارخانے کے جن کو مال دینا ہے وہ اُس کو برا بھلا کہہ رہے ہیں، تو اللہ میاں اوپر سے نوٹس دے رہے ہیں، میاں کیا کر رہے ہو؟ ٹھیک کرو کام، اب اگر وہ کرتا ہے تو ٹھیک اور نہیں کرتا ہے تو اللہ میاں کہتے ہیں، نکالو اس کو کرتا ہے کام تو ٹھیک، ورنہ پہلے نوٹس سزا کا، اور اس کے بعد بھی نہ مانا تو نکالا جاتا ہے

باہر، یعنی جس کو یوں سمجھ لیں، کہ اگر کوئی لڑکا نکل جاتا ہے، تو پہلے اس کے والدین سمجھاتے ہیں، پھر نہیں مانتا پٹائی کرتے ہیں، اور پھر نہیں مانتا تو کہتے ہیں گھر سے جاؤ، وہ سزا سب سے زیادہ خطرناک ہے، جو گھر سے نکالے جانے والی ہوتی ہے، پہلی سزا اتنی نازک ہے، دوسری سزا جو پٹائی کی ہے، وہ بھی بڑی ہے، آج کل کے مسلمان بہت گھبراتے ہیں، ادھر پٹائی ہو رہی ہے، ادھر پٹائی ہو رہی ہے، یہ اچھی علامت ہے کہ اب بھی سدھر جاؤ، اور اب بھی اپنے راستہ پر آجاؤ، اگر یہ پٹائی ختم ہوگئی، تو پھر خطرہ یہ ہے کہ کیا ہوگا؟ یعنی سب مسلمان باہر نکال دیئے جائیں گے اور نئے لوگوں کا اپوائنمنٹ ہوگا قرآن مجید میں کہا گیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم لائے گا، جو تمہارے جیسے نہیں ہوں گے اور اللہ میاں ان سے کام لے گا اس لیے کہ اللہ کا کسی کا محتاج نہیں ہے۔

اپنی ذمہ داری کو سمجھئے

میرے بھائیو اور دوستو! ہم یہ دیکھیں کہ اللہ نے ہم کو کیا کیا ذمہ داریاں دی ہیں؟ اور ان ذمہ داریوں کو نبھانے کے سلسلہ میں بھی اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ سے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، وہ ہمارے سامنے ہونا چاہئیں، اس کے مطابق اپنے آپ کو جب ہم لے کر چلیں گے، تو ہم کام کر سکتے ہیں، ورنہ یہ دور جو ہے یہ فتنوں کا دور ہے دیکھیے اس وقت بڑے فتنے ہیں جیسے میں نے ابھی کہا تھا شرک کی گرم بازاری ہے اور اپنے کام کو صحیح طور پر انجام نہ دینے کی وجہ سے اس وقت دھوکہ دینے والے اور غلط کام کرنے والے اور ڈھونگ رچانے والے بہت بڑی تعداد میں پیدا ہوگئے ہیں، ان کو سمجھنا بھی ضروری ہے، اگر آپ خدانخواستہ مبتلا ہوگئے مثلاً: قادیانی پیدا ہوگئے آج سے تقریباً سو سال ہوگئے اس کو دیکھ کر ہی ہمارے بعض بزرگوں نے کہہ دیا تھا کہ یہ گڑبڑ کرے گا، حکیم نور الدین جو خلیفۂ اول ہے اس کا وہ جب آیا حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب کی خدمت میں تو انہوں نے کہا تمہاری پیشانی سے تو کفر ظاہر ہو رہا ہے، تو وہ گھبرا گئے کیونکہ سب مسلمان تھے وہ، تو کہا میں کیا کروں، بعض باتیں الٹی سیدھی کرنے

کی تمہاری عادت ہے، تو آخر میں وہی ہوا اور اس نے کتنا بڑا خطرناک کام کیا اور اس کو جو سات سمندر پار لوگ ہیں، انہوں نے ایڈاپٹ کرلیا، انہوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے، یہ تو بہت اچھا کام کررہا ہے، اس لیے یہ شیطان ابلیس جو ہے جب اس کی مجالس سجتی ہیں، تو اس طرح کے لوگوں کو تلاش کرتا ہے، کون مطلب کا ہے۔

ابلیس ماہر نفسیات ہے

ظاہر ہے کہ ابلیس جو ہے، ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے وہ اتنا بے وقوف تھوڑی ہے حضرت آدم کو بہکایا کس طرح حضرت آدم سے اللہ میاں نے کہا تھا کھانا نہیں، تو اس نے آکر کہا، میں قسم کھا کر کہتا ہوں تو اس سے معلوم ہوا جو لوگ زیادہ قسمیں کھاتے ہیں، وہ گڑبڑ ہوتے ہیں، ابلیس نے قسم کھائی، اور کہا میں تمہارا بڑا خیر خواہ ہوں، اس لیے کہ جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں، وہ اپنی بزرگی نہیں بگھارتے، یہ نہیں کہتے کہ میں بہت اونچے مقام کا آدمی ہوں میں نے یہ دیکھا میں نے یہ سمجھا، یہ کوئی اللہ کا نیک بندہ نہیں کرتا، یہ اس وقت سے ہے آپ دیکھ لیجئے، ایسا ہی معاملہ ہے، شیطان نے کیا کہا میں تو واقف ہوں بس جا کے کھالو، پھر دیکھو، جنت میں رہو گے، حضرت آدم گھبرائے ہوئے تھے کہ کہیں .....اور یہ ہوتا ہے، اللہ میاں نے عجیب معاملہ رکھا ہے، دل میں خیالات آنے لگتے ہیں، کچھ گڑبڑ ہونے والا ہے، تو حضرت آدم کو بھی تھا، اور ہوا یہ کہ جب حضرت آدم کا پتلا بنایا گیا تو اس کمبخت کا گذر ہوا فرشتوں کے ساتھ تو دیکھا ایک پتلا بن رہا ہے، حضرت آدم کا، تو اس نے دکھایا فرشتوں کو یہ کون آرہے ہیں یہ تیسرے، تو وہ سمجھ گیا، اندر کہ کہیں میرا معاملہ گڑبڑ نہ ہوجائے، عہدہ ختم نہ ہوجائے، ان کا زیادہ ہوجائے، جل گیا اندر سے، اور فرشتوں سے کہا چونکہ ان کے اندر یہ بات نہیں تھی ان کو تو نورانی بنایا تھا، فرشتوں نے کہا نئی مخلوق آرہی ہے، اللہ میاں نے کہا ہے ہم وہی کریں گے، لیکن اس نے اسی وقت ٹھان لی تھی، کہ میں نہیں مانوں گا روز دیکھو نئی مخلوق چلی آرہی ہے، تو شیطان تو اسی طرح چکر

میں ڈالتا ہی ہے، ہمارے حضرت مولانا نے ایک جگہ تقریر میں کہا جو اللہ کے نیک بندے معلوم ہوتے ہیں، شیطان ان کے پاس یہ کہنے نہیں آتا کہ یہ غلطی کرو، اگر اللہ کے کسی نیک بندے سے شیطان آکر کہے کہ چوری کرو تو ایسا چانٹا مارے گا وہ بزرگ کہ انگلی چھپ جائیں گی، لیکن اس کے پاس آکر کہے گا کہ میاں تم سے بڑا کوئی نہیں ہے، تم کسی کے پاس نہ جانا ملنے کے لیے، یہیں بیٹھے رہا کرو وہ آکے الٹی پٹی پڑھاتا ہے، شیطان ماہر نفسیات بھی ہے وہ جانتا ہے کس کے ساتھ کیسے کام کیا جائے؟ کس کو کس طرح پٹی پڑھائی جائے؟ کیسے کس کی راہ چھوٹی کی جائے؟ وہ تو اسی کے اس میں ہے گویا کہ پی ایچ ڈی کیے ہوئے ہیں اگر اس کو ڈاکٹر ابلیس کہیں تو کوئی غلط بات نہ ہوگی اس لیے کہ اس نے اس لائن سے بڑی محنت کی ہے، اور نہ جانے کتنے لوگوں کو شیطانی کی ڈگری دلا چکا ہے، وہ ڈاکٹروں کا ڈاکٹر ہے، ماہر نفسیات ہے۔

عقیدہ کا علم عام کردو

ضرورت اس بات کی ہے اور صحیح بات تو عقیدہ توحید سے وابستہ ہے کوئی کتنا ہی آکر کہے آپ کبھی اس کے بہکاوے میں نہ آئیں، کہ وہ کبھی کچھ کرسکتا ہے، نہ کوئی ولی کرسکتا ہے، نہ کوئی قطب کرسکتا ہے، نہ کوئی ابدال کرسکتا ہے، اور نہ کوئی بڑا حاکم کرسکتا ہے، کسی کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے، یہاں تک کہ فرشتے اور نبی بھی خدا کے بغیر کچھ نہیں کرسکتے، یہ عقیدہ بالکل صاف ستھرا، بالکل ہمارے مولانا پاریکھ صاحبؒ تھے وہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ علم اتنا عام کردو، کہ کم سے کم عقیدہ پختہ ہوجائے، اور فرماتے تھے اس کی مثال دیکھو ایک زمانہ میں گاڑی بہت کم چلتی تھیں، ہمارے بچپن میں بھی کم ہوا کرتی تھیں، تو پہلے جو لوگ گاڑی خرید کر لاتے تھے باہر سے تو ساتھ میں ڈرائیور بھی لانا پڑتا تھا ایک دن مہارانی کو جانا تھا تو گاڑی خراب ہوگئی کہا صحیح کیسے ہوگی؟ ڈرائیور بولا، گاڑی کو دس کلو دودھ اور پانچ کلو گھی چاہیے کیونکہ اس کو خود تنخواہ نہ مل سکی تھی، تو اب ظاہر ہے کہ آپ لوگ سب ہنس رہے ہیں کیونکہ گاڑی کیا پیتی ہے؟ اس کا علم اس وقت

بہت عام ہو چکا اور پہلے کوئی جانتا ہی نہیں تھا، تو ایسے ہی معاملہ عقیدہ کا ہے علم عقیدہ کا اتنا عام ہو جانا چاہیے کہ آپ کا عقیدہ کوئی لوٹ ہی نہ سکے، اسی کو فرمایا گیا طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم، (سنن ابن ماجة فی باب فضل العلم والحث علی طلب العلم) ہر مسلمان پر مرد ہو یا عورت جوان ہو یا بوڑھا پردیسی ہو یا دیسی ہو، کوئی بھی ہو اس پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے، یعنی کپڑوں سے زیادہ کھانے سے زیادہ پینے سے زیادہ، ہر چیز سے زیادہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بچپن میں اس کا نظام رکھ دیا، جب بچہ پیدا ہوتا ہے، دو چیزیں ہوتی ہیں، اس کی ایک روح ہوتی ہے اور ایک ان کا جسم ہوتا ہے، روح کے لیے پہلے اذان دے دو کان میں، دل کھل گیا علم کا، اور اس کے بعد دودھ پلاؤ، اب بچہ انشاء اللہ ٹھیک چلے گا۔

صحبت کا مفہوم

اس کے بعد اگر صحبت غلط ہو گئی صحبت کا مطلب ہم لوگ صرف اتنا سمجھتے ہیں، کوئی اللہ والا آجائے، اس کی تقریر سن لیں، یا اس کے پاس ایک دو روز بیٹھ جائیں، ایسا نہیں ہے صحبت کا مطلب ہے کہ اماں ابا بھی ٹھیک ہوں تو بچہ ٹھیک ہوگا، پھر استاد ٹھیک ہوں، پھر اس کے بعد ساتھی ٹھیک ہوں، پھر جا کے ان کا نمبر آتا ہے پیر صاحب کا، یا مرشد کا، یہ تیسرے نمبر پر ہیں، لیکن ہم نے چھلانگ ماردی، ان سب کو چھوڑ دیا، گئے پیر صاحب کے پاس وہاں بھی گڑ بڑ ہو گیا معاملہ، پہلے تو آپ کو ٹھیک ہونا ہے، اب اسی سے معلوم ہوا کہ اگر ماں باپ کسی کے غلط ہیں، تو بچہ ہو گیا غلط، اور اگر خدانخواستہ استاد بھی غلط ہو گئے، جیسے آج کل ہم لوگوں نے استاد کو دیکھنا ہی چھوڑ دیا ہے، بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں، کہ ہمارا بچہ برباد ہو جائے، عیسائی کی گود میں دے دیں، جو بچوں کے بچوں کے عقیدہ کو ڈائنامیٹ کر دیں، اور بچے کو تباہ و برباد کر دیں، اور آج کل تو تباہی و بربادی کی کتابیں آگئیں ہیں، کہ بچوں کو یہ پڑھاؤ، یہ پڑھاؤ، نہیں اس کے پیچھے لکھا ہے برباد کرو، یہ کہا جا رہا ہے، اور اپنے بچے کو وہاں بھیجتے ہیں، تو کیوں نہ خود اپنے پیر پے کھڑا ہونا

چاہیے، اپنے اسکول کھولیے، کون منع کرتا ہے اسکول کھولنے سے؟ اپنے پیر پر کھڑے ہوئیے، اور اس کے مخالف کام کیجئے، یہ جائز کب ہے کہ اپنے بچہ کو وہاں ڈال دیں، بچہ برباد ہوگیا، پہلے آپ نے خراب کیا پھر استادوں نے خراب کیا پھر رہنے نے خراب کیا، جب بالکل خراب ہوگیا تو اب کیا امید کی جائے، پیر صاحب سے، کیا کرلیں گے ،اور اس کو سمجھتے ہیں، پیر صاحب کی نظر پڑی، کام بن گیا، ارے یہ سب بے کار کی باتیں ہیں، یہ سب دھوکہ اور فریب میں ڈال رکھا ہے، یہ جو لوگ سمجھتے ہیں، کہ حضرت کی نگاہ پڑ جائے گی، اور دل کی دنیا کو بدل دے گی، یہ سب کبھی ہوا کرتا تھا، اب تو پیروں کی کہانی بھی خراب، اور ان کے بھی حالات خراب، اب وہ نظریں بھی نہیں رہیں، وہ صحبت میں تاثیر نہیں رہی، یہ بات سمجھنا لینی چاہیے اور اچھے لوگوں کو ڈھونڈ کر ان کی صحبت اختیار کرنی چاہیے، تاکہ اس کا فائدہ ہو۔

ہر کام میں نیت ضروری

اب ہوتا یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں، ایک بات اور یاد رکھئے اسلام آنکھیں بند کرنے والے کو اندھا کہتا ہے، یہ بات بھی آج کل لوگ نہیں سمجھتے کہ اللہ میاں نے آنکھ کیوں رکھی ہے، تاکہ آنکھ بند کر کے سوتے رہیں، ہر وقت؟ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز اس کو اس لیے رکھا ہے کہ اس کا استعمال کریں، لیکن صحیح سے بس اتنی سی بات ہے، جیسے آنکھ کا استعمال کریں صحیح سے تو آنکھ باقی رہے گی، لیکن آنکھ سے نامحرم کو دیکھیں ناجائز ،اسی نگاہ سے محبت کے ساتھ والدین کو دیکھیں، بیوی کو دیکھیں، بچوں کو دیکھیں، اور اپنے پڑوسی کو دیکھیں، تو کیا کہنا، اس نگاہ کے ثواب میں، آدمی اگر صحیح نگاہ کرلے اور صحیح سوچ کرلے تو ثواب ملے گا، کیونکہ معاملہ ثواب کا تعلق رکھتا ہے نیت سے ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ آج کل کا مرض یہ نہیں ہے کہ بدنیتی ہے، بلکہ بے نیتی ہے، بڑے سے بڑا کام کریں گے نیت ہی نہیں حالانکہ نیت سے آدمی کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے، نیت بہت عجیب چیز ہے حضرت سید احمد شہیدؒ فرمایا کرتے تھے جب

سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، آج تک بغیر نیت کے میں ہنسنا بھولا بھی نہیں ہوں، یہ ہے اصل بات اس سے آدمی ترقی کرتا ہے، اعمال تو ظاہر ہے کہ جسم طاقتور ہے زیادہ رکعتیں نماز پڑھ لیں گے آپ، لیکن اگر نیت آپ کی صحیح نہیں ہے، تو ظاہر ہے کہ آپ کو کچھ ملنے والا نہیں ہے، چاہے جتنے اعمال کرے، تو نیت سب سے زیادہ اہم چیز ہے، اگر چھوٹا کام بھی کریں، اور نیت ہماری درست ہو تو اللہ تعالیٰ نہ جانے اس نیت سے کہاں سے کہاں پہنچادے گا، اور کتنا بلند مقام ہم کو حاصل ہو جائے گا، لیکن آج کل نیت تو لوگ غلط کام کی کرتے ہیں، الٹا معاملہ ہو گیا ہے، حضرت مولانا تو اپنے اعتبار سے سوچتے تھے حضرت مولانا نہایت پاکیزہ آدمی تھے ان کے ذہن میں غلط بات آتی ہی نہیں تھی، اگر کوئی کہہ دے، کہ فلاں آدمی نے یہ بات غلط کہی، تو کہتے تھے کیا کوئی ایمان والا غلط بات کہہ سکتا ہے؟ حضرت عیسیٰ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شخص نے چوری کی، حضرت عیسیٰ نے کہا تم نے چوری کی، اس نے کہا حضرت آپ نے دیکھا نہیں، میں نے چوری نہیں کی، تو حضرت عیسیٰ نے فوراً کہا عیسیٰ کی آنکھ جھوٹی، یہ آدمی سچا ہے، یہ اللہ کے نیک بندے تھے تو اب ظاہر ہے کہ ایسے نیک بندوں کو اگر کوئی دھوکہ دیتا ہے، تو اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا، تمام لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ آنکھ کو کھول کر رکھیں۔

اندھا بہرا ہونا مطلوب نہیں

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے، ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا﴾ (الفرقان:۷۳) یعنی جب اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، تو وہ اندھے بہرے نہیں بنتے، اندھا بہرا ہونا یہ کہیں اور ہوگا عیسائیوں سے پوچھا گیا کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم ایک کو مانتے ہیں، کہا پھر یہ تین کیسے؟ کہا ایک سے تین نکلے ہیں، تو جب ایک سے تین نکلے تو تین ہو گئے؟ کہا نہیں ہم مانتے اس کو ایک ہیں، کہنے لگے مسلمانوں کا عقیدہ تو عقل کے مطابق ہوتا ہے ہم تو مانتے ہیں، تو یہ ہمارے یہاں نہیں ہے، اسلام میں، اسلام تو کہتا ہے جو صحیح ہے اس کو

ماننا ہے اور جو غلط ہے اس کو نہیں ماننا ہے، اسی لیے جن لوگوں نے دیکھا وہ جانتے ہیں کہ پولس نے پوری عیسائیت کو تباہ کر کے رکھ دیا، اس وجہ سے کہ سارے عیسائی مانتے چلے گئے جو کہا وہ مان لیا، عیسائیت ختم، اگر خدانخواستہ اسلام کے سلسلہ میں بھی یہی ہمارے یہاں علماء کرتے تو آج اسلام کا نام باقی نہ رہ جاتا، اور نہ جانے کیا کیا اسلام کے تعلق سے باتیں ہو جاتیں؟ یہ سب قرآن میں موجود ہے، حدیث بھی موجود ہے، قرآن والے بھی موجود ہیں، حدیث والے بھی موجود ہیں، اور پھر ہمارے بھائی لوگوں نے کیا کر رکھا ہے کیا عرض کروں، دیکھ لیجئے جا کے ہمارے دہلی میں نہ جانے کتنے علاقے آپ کو مل جائیں گے جو نام عبدالکریم عبدالرحیم رکھتے ہیں، لیکن اللہ کے یہاں بالکل عبدالکریم نہیں ہوں گے اس لیے کہ انہوں نے نہ قرآن سے رشتہ رکھا نہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے رشتہ رکھا، نہ قرآن وحدیث کے جاننے والوں سے رشتہ رکھا، کسی سے کوئی تعلق ہی نہیں، تو کیا ہوگا انجام؟

کوئی کام نہیں آئے گا

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی ایک ایک چیز کی خبر رکھیں، اور چوکنا رہیں، جس طرح ہم اپنی تجارت میں اپنی معاشرت میں لین دین میں اس سے زیادہ چوکنا رہتے ہیں، کہ دھوکہ نہ کھا جائیں، دین میں اس سے زیادہ چوکنا رہنا چاہیے، کوئی آ کر ہم پر دھوکہ نہ کھائے، اور ہمارے عقیدہ کا سودا نہ کر کے چلا جائے، اور خدا کے یہاں پھر یہ موقع پیش آئے، اور کہیں فلاں نے بہکا دیا وہاں فلاں نہیں چلے گا، اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہے، قرآن میں ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ (الملك: ۱۰) اگر ہم عقل کا استعمال کرتے، اور سنتے جہنم میں نہ جاتے، قرآن کہہ رہا ہے، اور قرآن آپ کے گھر میں رکھا ہوا ہے، قرآن تم نے کیوں نہیں دیکھا؟ اسی لیے یہ بھی دھوکہ ہے، کہ فلاں کے ذریعہ سے چلے جائیں گے، یہاں تو خدا نے سارے سہارے توڑ دیئے ہیں، اس لیے کہ اپنی

اصلاح کرلی جائے، اور صحیح رخ پر اپنے کو ڈال دیا جائے، اور صحیح شاہ راہ پر اپنے کو چلا دیا جائے، اور ان کے ساتھ چلا جائے، اس لیے کہ وہ راستہ جانتے ہیں، لیکن اگر وہ بھی راستہ ادھر ادھر کرنے لگیں، تو بتایا گیا نہیں نہیں ادھر، سیدھا سیدھا راستہ گیا ہے، اتنا سیکھنا چاہیے، ہم سب کو اس کی مثال بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا نظام کر دیا ہے۔

اسلام میں غلط نہیں چلتا

آپ یہ دیکھئے قرآن مجید جو بچے حفظ کرتے ہیں بہت بڑا علامۂ وقت قرآن سنا رہا ہے، امام کی جگہ پر کھڑے ہو کر اگر وہ ذرا بھی غلط پڑھ دے، تو پیچھے سے دس سال کا بچہ جو حافظ قرآن کھڑا ہوا ہے، کہے گا اے یہاں غلط پڑھا صحیح کر لیجئے، سلام پھیرنے کے بعد وہ بچے کی پیٹھ ٹھوکے گا ماشاء اللہ تم نے صحیح بتایا، اور دوسرے مذاہب میں اگر کسی امام کو ٹوک دیں، تو جھاپڑ مارے گا اس کے، تیری جرات کیسے ہوئی کہ تو نے بتایا، یہاں تو اللہ نے ایسا نظام بنا دیا ہے، کہ امام بھی غلط نہ پڑھنے پائے امام بھی غلط سمجھنے نہ پائے، اسی لیے اس کو ٹوکتا ہے، یہاں ایسا نہیں ہے کہ جو سامنے والا بیٹھا ہے، اور جو کر رہا ہے حضرت ہیں ہمارے جو چاہیں کریں، یہ نہیں اسلام میں ہے، اسلام میں ہر گز ایسا نہیں ہے، اس لیے یاد رکھیے اگر حضرت صحیح ہیں، تو ہم بھی ان کے ساتھ چلیں گے اگر غلط ہیں تو ہم نہیں چلیں گے ان کے ساتھ۔

صدیق کون ہے؟

حضرت ابو بکر سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا، جب خلافت سنبھالی بیعت کا عالم تھا، ہر شخص بیعت ہو رہا تھا، ابو بکر اعلان کرتے ہیں جب تک صحیح بات میں ابو بکر رہیں جب تک صحیح چلنا، اگر غلط راستہ کی طرف ابو بکر چل پڑے تو پیروی نہ کرنا، کون کہہ رہا ہے؟ جس کے بلند درجات ہیں، اور جس کے بارے میں حضرت رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ فرمایا، ایک بار ابو بکر نے تڑپ کر پوچھا آپ بتا رہے تھے کہ جو عمل کرے گا جنت میں اس کے لیے دروازہ کھل جائے گا، آپ

نے فرمایا کوئی حضرت ایسا بھی شخص ہوگا جس کے لیے جنت کے سارے دروازے کھل جائیں گے آپ نے فرمایا تم ہو، اللہ اکبر! کیا مقام ہے، حضرت ابوبکر صدیق کا، اور یہ مقام کیوں ہے؟ سچ بولنے پر، صدیق کس کو کہتے ہیں؟ سچے کو، سچائی سے بڑا اونچا مقام ملتا ہے، زبان کا سچا، عمل کا سچا، حال کا سچا، تین سچائیاں ہوں تو صدیق ہوجائے گا، ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ زبان بھی صحیح نہیں ہے، تو آگے کیا بڑھیں گے؟

جو چال چلے ڈگ ہی نہ بڑھے
تو عقبیٰ کا سفر کیا ہوگا

جب ابھی سے ہمارا یہ حال ہے کہ زبان بھی صحیح نہیں، ہم جھوٹ بولتے ہیں، پھر کیسے معاملہ ٹھیک ہوگا؟ قول جھوٹا حال جھوٹا، تو پھر کیا ہوگا؟ ہمارے حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ ایک مرتبہ انہوں نے اس طرح کے لوگوں کے بارے میں ایک شعر سنایا خود انہیں کا شعر ہے، فرمانے لگے:

حال تیرا جال ہے مقصود تیرا مال ہے
کیا خوب تیری چال ہے لاکھوں کو اندھا کر دیا

تو اب ظاہر ہے کہ اندھا کر دیا، بھئی آنکھیں کھول کر ملنا چاہیے۔

کرنے کے کام

میرے بھائیو اور دوستو! یہ علامات میں آپ کے سامنے رکھ کر جا رہا ہوں، سب سے پہلے تو عقیدہ درست ہونا چاہیے، عقیدۂ توحید بالکل خالص، اس میں اتنا بھی شائبہ اور شرک کا سایہ بھی نہ ہو، نجاست ہے پائخانہ اور پیشاب کی طرح سے، اگر جھوٹے میں لگ جائے، تو رگڑا جاتا ہے، خدانخواستہ ہمارے بدن میں لگ جائے انا للہ وانا الیہ راجعون، اور دوسری بات یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی اصلاح کی فکر ہونی چاہیے چاہے عالم ہو چاہے جاہل، بڑا ہو یا چھوٹا ہو، بوڑھا ہو یا جوان ہو، ایسا نہیں ہے کہ آپ ذرا بڑے ہیں، یہ تو اسلام میں ہے ہی نہیں، کرنا ہے جو کر سکتے ہیں، اس لیے کہ اسلام

میں یہ نہیں کہ کیا کرلیا، کرنے لگا بس اللہ میاں اس کا بیڑا پار کردیتے ہیں۔

اللہ کی رحمت

حدیث میں آتا ہے بس وہ سنا کر بات ختم کردوں گا حدیث میں آتا ہے کہ ایک نے ننانوے قتل کیے تھے، ایک جاہل آدمی کے پاس چلا گیا، پڑھا لکھا نہیں تھا، لیکن عبادت گذار تھا، اس نے اس کے پاس جا کر کہا ننانوے قتل کیے ہیں، پکڑ توبہ ہے؟ تو اس نے کہا: ۷۰/ چوہے کھا کے بلی چلی حج کو، ۹۹ مارے ہیں توبہ کہاں سے ہوجائے گی؟ اس نے کہا پھر ٹھیک ہے، پورا کر لیتے ہیں، اس کو مارا ۱۰۰/ ہوگئے، لیکن دل میں کسک تھی، ایک عالم کے پاس گیا بڑے عالم باعمل تھے، دیکھئے ایک بات یاد رکھئے عالم اس کو کہتے ہیں، جو باعمل ہو، اگر عالم باعمل نہ ہو، تو وہ عالم ہے ہی نہیں، جاہل ہے پکا، وہ عالم نہیں ہے، اس عالم کے پاس وہ گیا، اور جانے کے بعد کہا حضرت ۱۰۰ قتل کیے ہیں، کہا تو اللہ کے دربار رحمت کی کیا بات، اللہ اکبر یہ قتل تو گناہ ہے، اور مایوسی کفر ہے، اور قتل کرنا اور دوسرے گناہ کرنا یہ گناہ ہے، اور گناہ معاف ہوجاتے ہیں، لیکن کفر تو سب کچھ ڈھا دیتا ہے، بس یہ کرو، جہاں تم جس بستی میں ہو وہ بستی چھوڑ دو جہاں اچھے لوگ رہتے ہیں وہاں جا کے رہو، اب چلا تو راستہ میں موت آگئی، اب جب موت آنے لگی، تو وہ کھنچنے لگا ادھر، اچھوں کی بستی کی طرف، اب دونوں فرشتے آگئے، رحمت کے فرشتے بھی آگئے اور عذاب والے بھی، دونوں نے لڑنا شروع کیا، تو اللہ میاں نے تیسرے کو بھیجا، کہ جاؤ فیصلہ کرو، اور کہا جا کر، کہ جدھر والی بستی کی طرف زیادہ ہو وہیں والوں کا سا فیصلہ کردو جا کر، ادھر اللہ میاں نے اچھی بستی والی زمین سے کہا قریب ہوجا، اور دوسری والی سے کہا تباعدی تو دور ہوجا، سب انہیں کے ہاتھ میں ہے، اور وہ دور ہوگئی، تو وہ قریب ہوگئی، تو قبول کر لیے گئے، تو یوں سمجھ لیجئے، کہ اللہ میاں کی رحمت تو اتنی زیادہ ہے کہ جیسے سمندر ہوتا ہے یہاں تو نہیں، ممبئی میں دیکھئے جا کر سارے شہر کا گندا پانی جا کر گرتا ہے، اور سمندر کی ایک موج آتی

ہے، ساری گندگی غائب، تو ان کی رحمت کی ایک موج آتی ہے، سارے انسانوں کے گناہ معاف، لیکن ہاں ایک کوشش تو کریں، اسی لیے میں نے کہا اختیار اور غیر اختیار اس کو اچھی طرح سے سمجھ لیں، اتنا ہم کو کرنا ہے، اس لیے فرمایا، جو چلے گا ایک ہاتھ میں دو ہاتھ آؤں گا، جو چل کر آئے گا میں دوڑ کر آؤں گا، لیکن یہ نہیں کہا گیا کہ آپ آیئے کیسے چلے گی گاڑی؟ پہلے کچھ آپ بڑھیے، پھر وہ اٹھالیں گے، جیسے باپ ہوتا ہے، کہتا ہے بچہ سے دوڑ کر آیئے، اب بے چارہ اٹھتا ہے گرتا ہے، اور دو چار قدم چلتا ہے باپ اٹھالیتا ہے، واہ واہ میرا بیٹا تو خوب چلا، تو چلا کہاں سے؟ اگر کوئی دھکا دے دے گا، تو فوراً اندر چلے جائیں گے، لیکن اللہ میاں ہیں اٹھالیتے ہیں، گراتے ہیں، پھر رحمت کی آغوش میں لے لیتے ہیں، لیکن آدمی اس طرح چلے تو بڑے۔

زندگی کیسے اچھی گزاریں؟

بس یہ چند باتیں اگر ہم اپنے اندر پیدا کرلیں، کوشش کریں، اور اس کا مذاکرہ اندر کرتے رہیں، تو انشاء اللہ پھر کوئی مشکل نہیں ہوگی، فتنوں سے بچنا بھی آسان ہوگا، اور شرک سے بچنا بھی آسان، اور اپنے کام میں لگنا بھی آسان، اگر یہ کام نہیں کیا، تو پھر ظاہر ہے کہ کھایا اور پیا اور جہنم کی زندگی گذاری، اور دنیا سے چلے گئے، اسی لیے آج کل لوگ کماتے اس لیے ہیں کہ کھائیں اور کھاتے اس لیے ہیں کہ کمائیں، بس انسانوں کی یہی دنیا ہے، کہ یہاں کھایا وہاں نکالا، وہاں کھایا یہاں نکالا، یہ تو جانوروں کی زندگی ہوئی ہم لوگوں کو اللہ نے ایمان دیا ہے، اور دولت دی ہے، اسی لیے فرمایا گیا قرآن کی آیت میں، ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ (آل عمران:۱۰۲) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور بالکل دنیا سے نہ جانا مگر اس حال میں کہ جب تم اپنے آپ کو اوپر والے کے حوالے کردو، جس کو میں یوں عرض کرتا ہوں، کہ نکاح میں آیت پڑھی جاتی ہے، نکاح میں جو آیتیں پڑھی جاتی

ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی پڑھی جاتی ہے۔ بہت دنوں تک میں بھی سوچتا رہا، کہ نکاح تو خوشی کا موقع ہے، اور یہ ذکر ہے موت کا، اللہ کے رسول ﷺ پڑھتے تھے تو ایک بار یہ ذہن میں آیا، کہ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ جب شادی ہوتی ہے، تو عورت کو بہت سجاتے ہیں، بناتے ہیں، پھر اس کو رخصت کرتے ہیں، شوہر کے گھر لے جاتے ہیں، گویا کہ اس کی رخصتی ہوتی ہے، لیکن اس کو خوبصورت بنا کے لے جاتے ہیں، تاکہ شوہر پسند کرے، اور پھر وہ پوری زندگی اچھی طرح گذارے، اس لیے آپ نے دیکھا ہوگا، پہلے تو بہت اہتمام ہوتا تھا، اب بھی ہوتا ہے لیکن غلط جگہ لے جا کے بناتے سنوارتے ہیں، لیکن بناتے ہیں، اور پھر اس کو رخصت کر کے لے جاتے ہیں، ایسے ہی اللہ میاں کہہ رہے ہیں، کہ جب تمہاری رخصتی کا وقت آئے، یعنی موت، تو تم اپنے آپ کو بناتے چلے جاؤ، یہاں تک کہ جب آخری وقت آئے، تو اتنے حسین ہو جاؤ، کہ اللہ قبول کر لے، یہ بات ہے اصل میں، اس میں، فرمایا کہ کرتے رہو، یعنی ڈرتے رہو، اور اپنے کو اللہ کے حوالے کرتے رہو۔

اور کرتے رہو کا مطلب یہ ہے کہ آسانی سے کرو، ﴿فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (المزمل: ۲۰) جو آسانی سے پڑھ سکتے ہو اتنا پڑھ لو، جیسے پانی پیتے ہیں نا، چودہ گلاس بتاتے ہیں دن میں، اور اگر پوری زندگی کا جوڑ لیجئے تو کئی تالاب ہو گئے، ایسے ہی اگر تھوڑی تھوڑی آدمی اصلاح کرے، تو آخر میں حسین ہو جاتا ہے، اور اللہ کے حوالے اپنے کو کر دیتا ہے، تو اللہ میاں وہاں قبول کر لیتے ہیں، اور پھر کہتے ہیں ﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً، فَادْخُلِي فِي عِبَادِي، وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾ (الفجر: ۲۷-۳۰) کیا کہنے واہ واہ، آؤ نفس مطمئنہ تم کو حاصل ہو چکا ہے، اطمینان سے چلے آؤ، کوئی پریشانی نہیں ہے، جس طرح دلہن کو لے جایا جاتا ہے، اور اطمینان سے جاتی ہے، کوئی پریشانی بھی نہیں ہوتی، ڈولی میں لے جاتے ہیں، گاڑی میں لے جاتے ہیں، ایسے ہی فرشتے اٹھا کر لے جائیں گے

اور وہاں مزا آجائے گا، اور اسی لیے فرمایا گیا نعم کنومة العروس، (جامع الأحادیث للسیوطی) حدیث میں آتا ہے، کہ جب بندۂ مومن جاتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے، جس طرح دلہن سوتی ہے، ایسے ہی تو بھی سو جا، اور پھر ظاہر ہے کہ دلہن کو وہی اٹھاتا ہے، جو اس کو سب سے زیادہ پیارا ہوتا ہے، ایسے ہی اس کو بھی وہی اٹھائے گا جو سب سے زیادہ چاہنے والا ہوگا، اور پھر اس کے مزے ہی مزے ہوں گے۔

جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی فکر کریں، انشاء اللہ اس کے اثرات پڑیں گے، لیکن معلوم کرنا ضروری ہے، جس کو معلوم نہ ہو ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل:۴۳) جو لوگ جانتے ہیں، ان سے جو نہیں جانتے، پوچھ لینا چاہیے، عورتیں بھی پوچھیں، اور مرد بھی پوچھیں، ذمہ داری ہے، ہر آدمی اس وقت ایک مرض اور بھی ہے، جو اس دور کا ہر شخص یہ سمجھتا ہے مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں، اور جو یہ سمجھے وہ اتنا ہی بڑا جاہل ہے، اس لیے کہ جو پڑھا لکھا ہوتا ہے کبھی نہیں کہتا کہ ہم اتنا جاننے والے ہیں، کیونکہ سمندر میں جو کنارے پر ہوتا ہے اس سے پوچھئے وہ کہے گا اتنا گہرا ہے، لیکن جو بیچ سمندر میں چلا جاتا ہے، اس سے پوچھئے کتنا ہے پانی؟ کہتا ہے معلوم نہیں، تو جو دعویٰ کرے کہ اتنا ہے سمجھ لیجئے وہ جاہل ہے، ابھی کنارہ پر کھیل رہا ہے، اندر گیا نہیں ہے، اس لیے ہر شخص کو پوچھتے رہنا چاہیے، ہم لوگوں کو پوچھنا چاہیے، ہمارے حضرت مولانا تھے کتنے بڑے آدمی تھے، لیکن حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے جا کر مشورہ کرتے تھے کوئی معاملہ ہوتا تو وہاں جا کر پوچھتے، ایسے ہی اس وقت ہماری ذمہ داری ہے اور اس مرض میں آج کل ہم سب مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، اور صحیح رہنمائی فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

اخلاص کی ضرورت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد الأولين والآخرين امام الأنبياء والمرسلين رحمة للعالمين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله الطاهرين وصحبه الغر الميامين وعلىٰ من تبعهم ودعا بدعوتهم وانتهج بمنهجم واهتدىٰ بهداهم الىٰ يوم الدين، أمابعد!

میرے بزرگو اور دوستو!

میں آپ سے اردو میں بات کروں گا، کیونکہ اکثر اردو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اور میں اپنے ان بھائیوں سے تھوڑی دیر کے لیے معذرت چاہوں گا، کہ آپ حضرات سے خطاب کرنا ہے، اور ان کے حکم کی تعمیل کرنی ہے، اور چند باتیں آپ کے سامنے رکھنی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے بھی اور سب کے لیے نافع بنادے، پہلی بات خود ہمارے جو مہمان بھی ہیں، میزبان بھی ہیں، انہوں نے کہہ دی، کہ "اخلاص" اور اخلاص ایک ایسا لفظ ہے، جو سب کہتے ہیں، سنتے ہیں، لیکن اس کا اگر سیدھا سادہ ترجمہ کریں، تو یوں کریں گے کہ بغیر ملاوٹ کے، اور یہ ایک ایسی چیز ہے، جس کو سمجھنا بہت آسان ہے، کہ کسی چیز میں کوئی ملاوٹ ہو جائے، تو کوئی پسند نہیں کرتا، تو ایسے ہی اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے جو احکامات کی پابندی ہے، اور جو کچھ عمل ہم لوگ کر رہے ہیں، اس میں بھی اگر ملاوٹ ہو جاتی ہے، تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تو قبول نہیں کرے گا، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کتنی ملاوٹ کس چیز کی ہے، جیسا کہ ہم مشینوں سے اس وقت سمجھ لیتے ہیں، کہ تیل میں کتنی ملاوٹ ہے، گھی میں

کتنی ملاوٹ ہے، اور دودھ میں کتنی ملاوٹ ہے، تو نمبر ایک پر اس کا بہت خیال رکھنے کی ضرورت ہے، اور دوسرے ہمارے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ فرمایا کرتے تھے آج کل میں یہ نہیں کہتا کہ لوگ بدنیت ہیں، بلکہ خطرہ اس بات کا ہے کہ بے نیت ہیں، نیت کا استحضار نہیں ہوتا، جب عمل کرتے ہیں، تو اس کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے، کہ پہلے دیکھ لیں، کس نیت سے ہم کام کر رہے ہیں؟

عربوں کو دھوکہ نہ دیں

دوسرے جو اہم باتیں ہیں، جن کو ذہن میں رکھنا چاہیے وہ یہ ہیں کہ عربوں کے پیسے پر ہم آگے بڑھ رہے ہیں، اگر بالکلیہ نہ صحیح جزوی طور پر تو اکثر و بیشتر لوگ اس سے وابستہ ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے عربوں کو جو خصوصیات عطا فرمائی ہیں، وہ آپ حضرات جانتے ہیں، ہوسکتا ہے ہم سے زیادہ جانتے ہوں، اس لیے کہ میں تو برسوں سے نہیں گیا، عرب ملک میں، پہلے حج کے لیے گیا تھا، اس کے بعد جانا نہیں ہوا، ایک عمرہ بھی میں کرنے گیا ہوں، اس لیے بہت دنوں سے جانا نہیں ہوا، لیکن بہر حال رابطہ تو رہتا ہی ہے، اس لیے کہ تعلق کی بنیاد پر لوگ آتے ہی رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے عربوں کو عجیب صفات دی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سچے ہوتے ہیں، ان کے یہاں جھوٹ کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا، اور ہم لوگ اس کے بالکل برعکس ہیں، وہ اپنے کیسے کیا ہوتے ہیں، اور عجم ہوتے ہیں، وہ آپ جانتے ہیں وہ صاف بات کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ تھوڑے بھولے ہوتے ہیں، یہ ہیں بہت حساسیت کے اعتبار سے بھی اور ان کی ایک سادگی کی وجہ سے چونکہ "المؤمن غر کریم" (سنن أبی داؤد فی باب حسن العشرة) مومن جو ہے وہ بھولا بھالا ہوتا ہے، تو عربوں کو اگر دیکھا جائے تو یہ سمجھنا بہت آسان ہے تو بڑے بھولے ہوتے ہیں، اور ہمارے لوگ اتنے پیچیدہ ہوتے ہیں، کہ ان بھولوں کو جا کر پیچھے اتار لیتے ہیں، اور پھر جس طرح گائے دوہی جاتی ہے اسی طرح دوہتے رہتے ہیں، اور جو دودھ جہاں جہاں پہنچانا چاہیے خود ہی سارا پی لیتے

ہیں، اس لیے اس بات کا بہت خیال رکھنے کی ضرورت ہے، اور اس سے نقصان کیا ہے یہ آپ سمجھ لیجئے، میں ایسے نہیں کہہ رہا ہوں، ایک مرتبہ حضرت سلمان کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ عربوں کو دھوکہ نہ دینا، میں عرب ہوں، اور عرب مجھ سے ہیں، "مجھے دھوکہ" یعنی عربوں کو دھوکہ نہ دینا، ورنہ اس کا نقصان اٹھانا پڑے گا اور حدیثوں کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے، احساس ہوتا ہے، کہ آپ نے گویا کہ اس کی طرف توجہ دلائی، اور ایک روایت ہے، جس کے اندر حضور پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا تھا حضرت سلمان سے، کہ سلمان منا أهل البيت" (المعجم الكبير للطبرانی) یہ بات بالکل طے ہے، کہ حضرت سلمان کو آپ نے کہا اہل بیت میں سے ہیں، لیکن ایک مرتبہ آپ نے فرمایا سلمان تم مجھ سے بغض نہ کرنے لگ جانا، ایک دم حضرت سلمان چونک گئے، ترمذی کی روایت ہے، اور حضرت سلمان چونک گئے، انہوں نے کہا حضرت آپ سے بغض کروں گا؟ آپ ہی کی وجہ سے سب کچھ ملا ہے، تو پھر فرمایا آپ نے کہ مسلمان عربوں سے بغض نہ کرنا، کہ ان کی وجہ سے مجھ سے بغض کرنے لگو، اور پھر ایمان سے محروم ہو جاؤ، اور پورا ایران جو ہے حضرت سلمان کی اس روایت کا عکس ہے کہاں تک سمجھاؤں، یہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی پیشن گوئی ہے ایران کے متعلق، جو حضرت سلمان کو آپ نے بتا رکھی ہے، کہ ایران جو ہے یہ پورا بھرا ہوا ہے، صرف بغض عرب میں، اگر آپ ایران کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ پورا ایران بغض عرب پر کھڑا ہوا ہے، اور اسی وجہ سے وہ ایمان سے محروم ہو گئے، اور ایمان سے دور ہوتے چلے گئے، اور اللہ کے رسول ﷺ سے بغض کرنے لگے نام تو ہے اہل بیت کی محبت کا، لیکن سلب محبت اہل بیت ہے یہ، یہاں نام جو ہے۔

خدا کے یہاں جواب دینا ہوگا

آج ہمارے یہاں ایک مزاج یہ بھی ہے، کہ جو چیز جس کی نہیں ہوتی، وہ نام لیتا ہے، ایک مثال دے دیتا ہوں میں، لوگ سمجھ لیں گے، کہ اہل قرآن ہیں، اہل قرآن

جوقرآن ہی کو مانتے ہیں، حدیث کے منکر ہیں، تو اپنے کو اہل قرآن کہتے ہیں، تو ایسے میں میں کہا کرتا ہوں، یہاں ''نا'' sielent ہے، یعنی نا اہل قرآن، کہنے کو تو ہیں اہل قرآن، لیکن قرآن سے ان کا کوئی تعلق نہیں، جھوٹ بولتے ہیں وہ، تو ایسے ہی بہت سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے، جن کی بنیاد پر پیسہ لے کر ہم آرہے ہیں، خدا کے یہاں جواب دینا پڑے گا، کہ آپ یہ پیسہ لے کر آئے، آپ نے کیا کیا اس کا؟ اور کس طرح آپ نے اس کا استعمال کیا؟ صرف اس لیے کہ آپ کو بڑے بڑے پروجیکٹ مل جائیں، اور بڑے بڑے آپ کو وہاں سے پیسے مل جائیں، اور آپ آکر اس کا غلط اور صحیح استعمال کریں، یہ بات صحیح نہیں ہے، اور یہ کام بہت زیادہ ہورہا ہے، اتنا زیادہ ہورہا ہے، کہ ایسے کام کرنے والوں پر انگلیاں اٹھنے لگی ہیں، اور جب انگلیاں اٹھنے لگیں تو سمجھ لیجئے '' اذا أشير اليه بالبنان ،بالأصابع فلا تعدوه''(صحيح ابن حبان فى باب ماجاء فى الطاعات وثوابها) روایت میں یہ بھی آتا ہے، جب انگلیاں اٹھنے لگیں، تو اس کو پھر شمار نہ کرو، یعنی پھر آگے دوسرا مطلب ہے، بیان کیا گیا ہے۔

اخلاص اور غیر اخلاص والے عمل میں فرق

میرے بھائیو اور دوستوں! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس سے ڈرتے بھی رہیں، کہ جن سے ہم لے کر آرہے ہیں، ان کو ہم بے وقوف نہ بنائیں، اور ان کا غلط استعمال یا استعلال نہ کریں، اور کام کریں، کیونکہ اگر کام اخلاص سے ہے ایک بات ہے، دو چیزیں آپ کے کرنے کی ہیں، کہ اللہ کے لیے اگر ہم کام کریں گے نتیجے آئیں یا نہ آئیں، تو ہم کرتے رہیں گے، اور اللہ کے لیے نہیں ہے، تو اگر پیسہ آئے گا، تو کریں گے پیسہ نہیں آئے گا تو نہیں کریں گے، اور اگر ہم کو موقع ملے گا تو کریں گے موقع نہیں ملے گا تو نہیں کریں گے، بس یہ فصل ہے دونوں کے درمیان، اللہ کے لیے اگر ہمارا کام ہے، تو ہر حال میں ہم کو کرنا ہی ہے، چاہے نتیجہ سامنے آئے یا نہ آئے، تو ہم کو کام کرنا

کام کرتے رہیں گے، تو اگر ہم اخلاص سے کام کریں گے تو کام آگے بڑھے گا، کام چلے گا، اور ترقی کرے گا، نہیں تو اس کی مثال بالکل ویسے ہی ہے، جیسے پندرہ دن کی نمائش، نمائش بڑی زور سے لگتی ہے، آپ نے دیکھا ہوگا، ایسی چہل پہل ہوتی ہے، اس کے بعد غائب ہوجاتی ہے، دیکھنے میں بڑی عمدہ عمدہ دکانیں لگتی ہیں، عمدہ عمدہ وہاں چیزیں بنائی جاتی ہیں، لیکن وہ نمائشی کام ہوتا ہے پیسہ آیا بڑی بڑی عمارتیں کھڑی ہوگئیں، عمارتوں سے کام نہیں ہوسکتا، اور نہ اس کے بعد وہ وسائل سے کام ہوا ہے، اسباب اسباب ہیں، وسائل وسائل ہیں، کام اگر ہوا ہے، تو صرف اخلاص سے ہوا ہے، اور وسائل تو قدم چومتے رہتے ہیں۔

اگر اندر درد پیدا ہوجائے.....

حضرت سید احمد شہید کا ایک واقعہ میں سنائے دیتا ہوں، مولانا کرامت علی صاحب جونپوریؒ شاید آپ حضرات نے نام سنا ہو، جونپور کے رہنے والے تھے، اور حضرت سید احمد شہید سے بیعت ہوئے آکر وہ، اور اس کے بعد ۸/دن تکیہ پر حضرت سید صاحب کی خدمت میں رہے، حضرت سید صاحب نے فرمایا جایئے، آپ کا کام ہوگیا ہے، اب آپ واپس جاسکتے ہیں، اور پھر سید صاحب نے کہا بنگال میں جاکر آپ کام کیجئے، اور وہ بنگال تشریف لے گئے، اور وہاں ۱۸ سال رہے، نہ وہ بنگالی زبان جانتے تھے نہ وسائل تھے، نہ اسباب تھے، نہ ان کے پاس زیادہ لوگ تھے، لیکن بنگال تشریف لے گئے، اور وہاں جانے کے بعد جو انہوں نے کام کیا ہے، اور محنتیں کی ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت فرمائی، کہ ۵۴ سال وہ وہاں رہے، پہلے ۱۸/سال رہے پھر گھر واپس آگئے جونپور، پھر واپس تشریف لے گئے، ۵۴ سال رہے، اور پورا بنگلا دیش اس وقت جو ہے وہ انہیں کا مرہون منت ہے، مولانا مجیب اللہ صاحبؒ نے بھی جو ان کے اوپر مضمون لکھا ہے، اس میں لکھا ہے، اور تاریخ کی اور کتابوں میں یہ بات ملتی ہے، کہ کم سے کم ان کے ہاتھ پر ایک کروڑ کے قریب آدمی اسلام لائے، اور دو کروڑ حضرات ان

سے بیعت ہوئے، وہاں مسلمان اقلیت میں تھے، لیکن جب مولانا تشریف لے گئے، اور ۴۵ سال کام کیا، تو اکثریت میں ہوگئے، بس اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ آج بھی ان کے خاندان کے اثرات وہاں محسوس کئے جاتے ہیں، تو مولانا کے پاس نہ وہ زبان تھی، نہ اسباب تھے، لیکن اللہ نے اتنا بڑا کام لیا، کہ پورے ہندوستان کی تاریخ میں سوائے معین الدین چشتی اجمیریؒ کے کوئی اور ملتا نہیں ان کی ٹکر کا، یہ اصل بات ہے کہ اگر ہمارے اندر یہ بات پیدا ہوجاتی ہے، تو اللہ کے لیے کام کرنا اور درد ہوتا ہے امت کا، جو سب سے زیادہ بڑی اس میں چیز ہے کہ جب تڑپ ہوتی اور درد ہوتا ہے، تو وہ گونگے کو بلواتا ہے، اندھے کو دکھاتا ہے، لنگڑے کو دوڑاتا ہے، اور اگر یہ بات نہیں ہے، تو چاہے کتنے توانا ہو، کتنے ہی طاقتور ہو، کتنے اسباب اور وسائل رکھنے والے ہوں، کام کچھ زیادہ نہیں ہوگا، ہوگا تو نمائشی ہوگا، لوگ واہ واہ کریں گے، اور پھر وقت بہت جلدی آہ آہ کا آجائے گا، اس لیے ہم سب کو اس سلسلہ میں بہت غور کرتے رہنا چاہیے، اور یاد کرتے رہنا چاہیے، ہے ذرا مشکل کام۔

بلندی بغیر مشکل برداشت کئے نہیں ملتی

لیکن مشکل کام سے ہی آدمی بڑے مقام تک پہنچتا ہے، اور ہلکے پھلکے کام سے کوئی بڑا کام نہیں ملا کرتا، اس لیے کہ انبیائے کرام کے بارے میں آتا ہے، "**أشد الناس بلاء الأنبياء ثم الأمثل فالأمثل**" (**رواه مسند البزار**) تو اس میں نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے سلسلہ میں جو بات کہی جاتی ہے، کہ سارے انبیاء کے بارے میں اگر آپ دیکھیں، تو کوئی مار دیا گیا، کسی کو قتل کردیا گیا، کسی کو کیسی کیسی تکلیفیں دی گئیں، رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو ان کے مقابلہ میں ایسا محسوس ہوتا ہے اس طرح نہیں ہوا، اگرچہ طائف میں ہوا، لیکن اصل معاملہ تو درد کا ہے محبت کا ہے، جو امت کو آپ سے تھا، اس کی وجہ سے آپ کو جو تکلیف ہوتی تھی، ایسی تکلیف کسی کو ہو نہیں سکتی تھی، یہ تو دل کا معاملہ ہے، جس کو جیسا اللہ دل دیتا ہے، ویسی ہی آزمائش ہوتی ہے، تو

اللہ کے رسول ﷺ کو مقام حاصل ہے، وہ اسی بنیاد پر ہے، اور اس کے ذریعہ سے اللہ نے ان سے کتنا بڑا کام لیا ہے، وہ آپ اور ہم سب جانتے ہیں، کسی نہ کسی درجہ میں جس نے جتنا مطالعہ کیا ہے، اور جتنا اس نے دیکھا ہے، وہ اس کو جانتا ہے۔

اصل توجہ اوپر ہی رہے

میرے بھائیو! مجھے تو کوئی لمبی بات کرنی نہیں، میں تو ابھی سفر سے آرہا تھا اور سفر پے جارہا تھا ان حضرات نے حکم دیا کہ آپ حضرات سے ملاقات کرلی جائے، اور انہوں نے عنوان بھی گویا کہ دے دیا، اس عنوان پر بات کرلی جائے تو میں نے سوچا کہ آپ کے اس جلسہ میں اور آپ کی فہرست میں میں بھی شامل ہوجاؤں اور ظاہر ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر اوپر سے جن پر رحمتیں نازل ہورہی ہوتی ہیں، اگر ان کے ساتھ بیٹھا جائے تو وہ رحمت میں شامل ہوجاتا ہے، اس طرح میں بھی آپ حضرات کے ساتھ شامل ہوگیا، ایسی کوئی بات نہیں ہے، کہ میں اوپر بیٹھا ہوں، آپ پیچھے بیٹھے ہیں، ایسا تو کوئی مسئلہ نہیں، یہ سب فارملٹی کی چیزیں ہیں، یہی کرنا پڑتا ہے، جیسے استاد اگر کوئی محاضرہ دے رہا ہو، وہ اوپر بیٹھے گا چاہے کوئی بھی محاضرہ دینے آئے گا، وہ یہاں بیٹھے گا، لیکن یہ مطلب نہیں کہ وہ اوپر ہوگیا، فارملٹی تو ہر جگہ چلتی ہے، جیسے نکاح میں، میں کہا کرتا ہوں کہ دو گواہ ہیں، اور اس کے بعد ولی ہے، یہ ہے وہ ہے، یہ سب فارملٹی کی چیزیں ہیں، اور اصل ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (النساء: ۱) یہ اصل ہے، لیکن اس کے ساتھ فارملٹی رکھی جاتی ہے، فارملٹی ہے پوری کی جارہی ہے، تو اس طور پر میں یہاں بیٹھا آپ سے کچھ کہہ رہا ہوں، ورنہ ہر ایک سے سننا چاہیے تھا کیونکہ آپ بڑے تجربہ کار اور میدان کے شہسوار اور کام کرنے والے ہیں، ہر ایک کے پاس جاتا، اور ان سے پوچھتا، کہ آپ کیا کررہے ہیں؟ مجھے بھی کچھ سکھایئے، اور بتایئے، لیکن کیا کروں انہوں نے حکم دیا اس حکم کی تعمیل میں، میں نے چند باتیں عرض کردی ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے، آپ حضرات کو بھی توفیق عطا فرمائے۔

صحیح عقیدہ اور اخلاص کی ضرورت

بزرگان گرامی قدر اور دینی بھائیوں!

میں نہایت اختصار کے ساتھ چند باتیں آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، اور خالص طور سے جن کے بارے میں یہ احساس مجھے ہو رہا ہے، مختلف علاقوں میں جانے کے بعد کہ وہ چیزیں بہت کمزور سے کمزور ہوتی جا رہی ہیں، حالانکہ وہ دین کی ریڑھ کی ہڈی ہیں، دین کا جوڑھانچہ ہے، جو اللہ کے رسول ﷺ نے ہم کو عطا فرمایا ہے، اس کی ریڑھ کی ہڈی ہیں، لیکن اس کی طرف سے بے توجہی عام ہوتی چلی جا رہی ہے، جس کے نتیجے میں آج دیکھنے میں کام تو بڑھ رہا ہے، لیکن حقیقۃً گھٹ رہا ہے، اور دیکھا جائے تو بہت سے علاقوں میں نظر آ رہا ہے، دیکھنے میں، لیکن اگر حقیقۃً جائزہ لیا جائے، تو دین کا حلیہ بگاڑ دیا ہے، اور دین کو صحیح طور پر سمجھا ہی نہیں جا رہا ہے، جس کے نتیجے میں جو اثرات دین کے دوسروں پر پڑنے چاہئیں، ہمارے پڑوسیوں پر ہونے چاہئیں، اس کا کہیں نام ونشان نہیں، تو بس حال یہ ہے کہ حالت نہ اندر کی دریافت کرنے کے لائق ہے نہ باہر کی، تو تین باتیں جو آج کل ہمارے معاشرہ سے رخصت ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

عقیدہ معمولی چیز نہیں

ایک تو بالکل بنیادی چیز ہے، توحید کا عقیدہ، توحید کے عقیدہ کو لوگوں نے بہت

آسان سمجھ لیا ہے، اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں، دھوکہ میں ہیں، کہ ہم تو مؤمن ہیں، ہم کو عقیدہ کی کیا ضرورت؟ یہ بھی بہت بڑا دھوکہ ہے، ہر وقت ہر شخص کو اپنے ایمان کی فکر ہونی چاہیے، اور اپنے عقیدہ کی فکر ہونی چاہیے، اس لیے کہ جتنے لوگ بیٹھے ہیں، اتنی بات تو جانتے ہی ہیں، کہ اگر کسی کے پاس سونا ہو، ایمان اور سونا ایک ہے، کسی کے پاس سونا ہو، اور وہ گھر میں کسی جگہ اس نے رکھا ہو، تو وہ برابر چیک کرتا رہتا ہے، کہ ہے محفوظ یا نہیں، یہاں تک کہ Locker میں رکھواتے ہیں، بینک میں، اور چیک کرتے رہتے ہیں، ٹھیک ہے کہ نہیں؟ اس لیے کہ سونے کی اہمیت ہے، لیکن ایمان کی اور عقیدہ کی چونکہ اہمیت نہیں ہے، اس لیے کہ یہ دولت مل گئی ابا سے مل گئی دادا سے مل گئی، یا کسی اعتبار سے مل گئی، لیکن فکر کسی کو نہیں ہے، کہ ہے بھی یا رخصت ہو گیا؟ کوئی چرا لے گیا؟ اس لیے کہ چور اور ڈاکو بہت ہیں۔

چوروں سے چوکنا رہیں

ایمان کے ڈاکو اور ایمان کے چور ایسے ایسے اس وقت ہیں، کہ اگر آپ نے ذرا سی حفاظت کرنی چھوڑ دی تو آپ کی یہ دولت لٹ جائے گی، اور بھیس بدل کے کچھ آجائے گا، اس لیے کہ جو چور ہے، اور آج کل کے ٹھگ جو ہیں، وہ نئے نئے انداز سے آتے ہیں، ایسا تھوڑی ہے کہ چور آئے گا یا ڈاکو آئے گا، تو آپ مقابلہ کر لیں گے لیکن ٹھگ آرہے ہیں آج کل اور عقیدہ کو بالکل ختم کر کے رخصت کر کے چلے جاتے ہیں، ایک علاقہ میں بتایا کوئی بابا آگئے، اور انہوں نے کہا کہ جس کے اولاد نہ ہوتی ہو بس فوراً میرے پاس آجائے، اور اولاد سے مالا مال ہو جائے، تو ظاہر ہے کہ عقیدہ تو سب کا کمزور ہے ہی، یہاں بھی وہی عقیدہ کا مسئلہ تھا سب بھاگے چلے آرہے ہیں، مار لیے کسی سے دو ہزار، کسی سے ایک ہزار، پندرہ بیس دن ٹھہرا وہ، اور کسی کو کچھ کسی کو کچھ دے گیا اور کہہ گیا کہ چھ مہینہ میں فائدہ ہوگا، اور لاکھوں روپے لے کر فرار ہو گیا، تو اب ظاہر ہے کہ دیکھئے اس نے ٹھگ لیا، اولاد ہو گئی تو ہو گئی، وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے، کسی

بابا کے کے ہاتھ میں تھوڑی ہے۔

جب عقیدہ کمزور ہو جائے.....

آج عقیدہ سب کا اندر سے کمزور ہو گیا ہے، اس لیے سب بھاگے چلے جا رہے ہیں، اگر عقیدہ ہمارا مضبوط ہوتا تو لوگ نہ جاتے، اور اوپر کی طرف ہاتھ اٹھاتے اور دعا کرتے کام بنتا، لیکن عقیدہ کیونکہ کمزور ہو گیا ہے، اس وجہ سے ہم بھاگے بھاگے پھرتے ہیں، ادھر ادھر، تو اب جب عقیدۂ توحید چلا گیا، کمزور ہو گیا، تو ظاہر ہے کہ ہمارے پاس مشرکانہ اعمال مشرکانہ اقوال اور مشرکانہ خیالات رہ گئے ہیں، اگر ہم غور کریں تو کوئی مشرکانہ بات کر رہا ہے، کوئی مشرکانہ عمل کر رہا ہے، کوئی مشرکانہ سوچ میں مبتلا ہے، خیال میں مبتلا ہے۔

کوئی حیلہ کام نہیں آئے گا

اللہ نے قرآن مجید میں ایسا اعلان فرما دیا، کہ اس میں یہ نہیں چلے گا کہ فلاں نے مجھے یہ کہا تھا، اور فلاں نے یہ سمجھا دیا تھا، وہاں فلاں فناں ہو جائے گا، اللہ میاں کہیں گے بس عقیدہ دکھاؤ، صحیح ہے کہ نہیں ہے، آپ کہیں گے فلاں بزرگ آئے تھے وہ ایسا بتا رہے تھے میں نے ان کی بات مان لی، تو اللہ میاں کہیں گے یہ عقل تم کو دی تھی، دال چاول کے لیے صرف؟ بگی کون سی اچھی چل رہی ہے اس لیے؟ یہ آپ خوب جانتے تھے تو عقیدہ پر غور نہیں کیا، جو آ کے بتا دیا مان لیا، ایسے چلے گی نہیں گاڑی، یاد رکھئے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا قرآن مجید میں ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ (النساء:٤٨) ہم مشرک کو معاف نہیں کریں گے، شرک کو معاف نہیں کریں گے، سارے انسانوں سن لو، سارے گناہ معاف کر دیں گے، شرک کو معاف نہیں کریں گے، اور اللہ کا اعلان ہر کتاب میں لکھا ہوا ہے، قرآن مجید میں یہاں رکھا ہے دیکھ لیجئے آپ کہیں گے میں نہیں جانتا تھا، کہا جائے گا تیرے گھر میں قرآن شریف رکھا تھا کیوں نہیں پڑھا تھا؟ گاڑی کہیں چلے گی نہیں، یہ بتائے دیتے ہیں، اس لیے کبھی

کسی کے کہنے میں سننے میں نہ آیئے، کوئی کتنا ہی بڑا بزرگ چل کے آئے، کتنا ہی بڑا شیخ بن کے آئے، کتنا ہی بڑا عالم بن کے آئے، دھوکہ تو ہونا ہی ہے۔

آپ ﷺ صاف اعلان فرما چکے ہیں

شرک کے تعلق سے اللہ کے رسول ﷺ نے اعلان فرمادیا تھا، شفاعتی لم لا یشرك باللہ شیئا، (رواہ مسند البزار) معاملہ ختم ہوگیا، اللہ نے بھی کہہ دیا، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمادیا، میں سفارش اسی کی کروں گا، جو شرک نہ کرے، معاملہ یہاں بھی ختم ہوگیا، سفارش بھی نہیں ہوگی، اللہ کے رسول ﷺ کی شفاعت اس کو حاصل نہیں ہوگی، جو بھی کچھ کرے گا، یعنی اتنا بھی اگر شرک کرے گا، شیئا ہے، بہت بچنے کی ضرورت ہے، دیکھیے جیسے بینک میں کھاتہ نہ ہو، بغیر کھاتہ کھولے ہوئے کوئی بھی پیسہ نہیں جمع کرسکتا، ایسے ہی جس کا عقیدہ توحید درست نہیں ہے، کتنے ہی اچھے اعمال کرلے، چلّے پر چلّے لگادے، بے حد نمازیں پڑھے، خیرات پر خیرات کرے، صدقہ پر صدقات کرے، کچھ فائدہ نہیں ملے گا، اگر ذرہ برابر بھی شرک ہے، یہ سمجھ لیجئے اچھی طرح سے پہلے کھوتہ کھولو، پھر جمع کرو، پھر پانچ پیسہ بھی جمع ہوجائے گا، اور پانچ لاکھ بھی جمع ہوجائیں گے، اور اگر کھاتہ نہیں کھلا تو جمع نہیں ہوں گے۔

کسی کے ہاتھ میں کچھ نہیں

قرآن مجید میں فرمایا گیا ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الأعراف: ٥٤) یہ اچھی طرح سے سمجھ لو، کہ پیدا کرنا بھی اس کا کام ہے، اور چلانا بھی اس کا کام ہے، یعنی اللہ کے ہاتھ میں ہے سب کچھ مخلوق کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں، اور مخلوق میں ساری مخلوقات فرشتے بھی انبیاء بھی ہیں، اولیاء بھی ہیں، اور بزرگان دین بھی ہیں، فرمایا کسی کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے، کوئی کچھ نہیں کرسکتا، یہ عقیدہ بالکل قرآن کا ہے، یہاں لکھا ہوا ہے، اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا ہے تو اگر کوئی یہ سمجھتا ہے اولاد دینے کا کام بارش کا کام، اور عزت وذلت کا کام، پیسے میں کمی، اور زیادتی کا کام، کسی اور کا

ہے تو بالکل غلط ہے، سب خدا کے ہاتھ میں ہے باقی اور کسی کا اور کچھ نہیں ہے، اس لیے اپنے ذہن سے جھاڑ جھنکاڑ جتنا شرک کا ہے، جلا دیجئے، خاک کر دیجئے، اور صاف کر لیجئے، اپنے دماغ اور دل کو بالکل، تو پہلا مسئلہ تو اس کی تفصیلات بہت ہیں، لیکن موٹی موٹی باتیں ہیں، بوڑھے ہو جاتے ہیں لیکن پتہ نہیں، عقیدہ کیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، آج حالات اتنے خراب ہیں، کہ کچھ کہنا مشکل لیکن یاد رکھئے، آپ اللہ کے یہاں یہ نہیں کہہ سکتے، کہ کسی بتانے والے نے نہیں بتایا تھا، اس لیے صاف کہتا ہوں کوئی شریک نہیں خدا تعالیٰ کا، نہ نبی شریک ہے، نہ فرشتہ شریک ہے، نہ ولی نہ قطب، نہ ابدال، کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

اخلاص کا فقدان

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں اخلاص بھی ختم ہوتا جا رہا ہے، موٹی موٹی باتیں ہیں، وہ سب ختم ہوتی چلی جا رہی ہیں، اخلاص بھی، اللہ کے لیے کام کرنا بھی اس لیے ہوتا ہے، اب جو ہم کام کرتے ہیں، یا خدانخواستہ بری نیت سے کرتے ہیں، یا بے نیت ہوتے ہیں، نیت ہی نہیں، کام اچھے سے اچھا کر رہے ہیں، نیت ہے ہی نہیں، تو اللہ میاں نے کہا جو کام بغیر نیت کے ہو وہ مقبول نہیں، خالص کام اللہ کے یہاں قبول ہوگا، یعنی اللہ کے یہاں ملاوٹ نہیں چلتی، ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں، جیسے یہاں کام کر کے ملاوٹ سے ہمارا کام چل جائے گا، خدا کے یہاں بھی ملاوٹ چل جائے گی، ایسا نہیں ہے، ان کے تو آلے لگے ہوئے ہیں، دودھ میں آلہ ڈال کے جیسے آپ دودھ اور پانی سمجھ لیتے ہیں، کتنا پانی کتنا دودھ، اللہ میاں کے آلے پوری کائنات میں لگے ہوئے ہیں، کہ جو کچھ ہو رہا ہے، وہاں پوری چیک کی مشین بھی فٹ ہے، سب کیچ ہو رہا ہے، کہ اتنا دودھ اتنا پانی، یہ چیز اتنی ملاوٹ یہ اتنی، اور ملاوٹ کی بھی شکلیں بہت ہیں، بہت خطرناک بات ہے، یہ بھی ختم ہوتا چلا جا رہا ہے، اسی لیے آج کل تاثیر ختم ہوتی جا رہی ہے، کام کے اندر تاثیر اب نہیں رہی، کیونکہ اللہ کے لیے کام ہی نہیں ہے، اپنے لیے کر رہے ہیں۔

وہ نمازی نہ رہے

یہاں تک کہ نماز بے چاری رہ گئی تھی، نماز کی بھی چھٹی ہو رہی ہے، اس لیے نماز کو آج کل کے نوجوان تعلیم یافتہ ہیں، خاص طور سے اس لیے نماز پڑھتے ہیں، کہ نماز سے آدمی چاق و چوبند رہتا ہے، اس سے بہت سی جسمانی شکایات دور ہو جاتی ہیں، اور یہ یوگا والوں نے تو اور چھٹی کر دی، یہ بتا کر کے کہ سب سے اچھا یوگا نماز ہے، تو اب نماز پڑھیں گے، یوگا کے لیے، اب اس کے بعد دیکھتے جایئے کچھ دنوں کے بعد جتنے نمازی آئیں گے سب یوگا کے لیے آئیں گے، میں ابھی تک یہ سمجھ نہیں سکا تھا لیکن اب سمجھ میں آنے لگی بات، وہ یہ ہے کہ آخری دور میں مسجد بھری ہوئی ہوگی، اور خشوع سے نماز پڑھنے والا کوئی نہیں ہوگا، تو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس حدیث کا مطلب کیا ہے، اب جب سے یوگا کی بات آئی ہے، جب سے سمجھ میں آنے لگا، اور یوگا اتنی زور سے جا رہا ہے، عالم عرب تک پہونچ گیا، دبئی میں جا رہا ہے، وہاں سارے عرب ملکوں میں بھی جا کے وہ سکھا رہا ہے، اور کہتا ہے کہ تمہارے یہاں یوگا سب سے اچھا ہے لمبا سجدہ کرو گے تو دل ٹھیک رہے گا، یہ کرو گے تو یہ ٹھیک رہے گا، یہ کرو گے تو یہ ٹھیک رہے گا، وغیرہ وغیرہ، نماز بھی گئی چھٹی ہوگئی اس کی، تو بہت خطرناک مسئلے ہیں، یہ اللہ میاں کے یہاں کچھ ملنے والا نہیں ہے، تو ایک دوسری بات تو یہ ہوگی کہ اخلاص کی، اخلاص ختم ہوتا چلا جا رہا ہے۔

خدمت کا جذبہ پیدا کریں

تیسری چیز جو ہے وہ ہے خدمت، اس وقت خدمت کا جذبہ بھی ختم ہو گیا ہے، یہاں تک کہ ہمارے اور آپ کے یہاں جو دیندار طبقہ ہے میں تو انہی کو دیکھتا ہوں جب دیندار طبقہ کا یہ حال ہے تو بددین طبقہ کا کیا حال ہوگا؟ اندازہ لگا لیجئے، آپ جو ہمارے دیندار طبقہ والے ہیں، جو بڑے بڑے افسر ہیں، ان کے بیٹے ہیں، جو بڑے بڑے ڈگری ہولڈرس ہیں، اور باہر کمار ہے ہیں، اور وہاں وہ رہ رہے ہیں اطمینان کے

ساتھ، تو ان کے ابا یہاں راضی ہیں، اور بیٹا وہاں خوش ہے، کہ ہم یہاں ہیں، دو بوڑھے ماں باپ یہاں پڑے ہوئے ہیں، اور بیٹے صاحب وہاں پڑے ہوئے ہیں، اور صرف اس لیے کہ کمائیں زیادہ، اور جو ابا اماں کی خدمت ہے وہ کہاں گئی بھائی؟ ارے بھائی خدمت سے جنت ملتی ہے، کہا گیا بوڑھاپے میں جب اماں ابا ہو جائیں، تو اف نہ کہو، اور یہاں تو وہ ان کے قریب ہی نہیں نہ اف نہ تف، کچھ بھی نہیں ہے۔

اسلام کیا ہے؟

یہ کافرانہ ادائیں ہیں، یوں کہہ لیجئے مغربی تہذیب کا شاخسانہ ہے، یا کافرانہ تہذیب کی ادائیں ہیں، جو ہمارے اندر آ گئی ہیں، اسلام یہ نہیں ہے، کہ مصروفیت کا بھوت سوار ہے، جب کہ مشغولیت کا ہوّا کھڑا ہوا ہے، کہ میں کتنا کام کرتا ہوں، صبح کو جاتا ہوں رات کو آتا ہوں، تو آپ مشین ہیں، یا یوں کہا جائے، پیتے کھاتے پیتے کیوں ہیں؟ مشین میں ڈال دیجئے چلتی رہے گی، بس آپ کا تو یہی کام رہ گیا ہے، جی نہیں اسلام یہ ہرگز نہیں ہے، قطعاً اسلام یہ نہیں ہے، نہ یہ دین ہے، ارے اسلام کہتے کس کو ہیں؟ ابا کی خدمت کرو، بیوی کا حق ادا کرو، بھائیوں کا خیال رکھو، پڑوسیوں کا خیال رکھو، یہ حقوق ادا کرو، یہ اسلام کا مطلب ہے، یہ نہیں کہ بڑا نوالہ کھالیا، کیا کرو گے آخر اتنا کھا کے؟ اور جو اتنا کما رہے ہو، ہوّا تم پر سوار ہو گیا ہے کمانے کا، اور بس مال جمع ہوتا چلا جائے، بینک بیلنس ہوتا چلا جائے، آخر کیا کرو گے، کیا نوٹوں کو نگلو گے؟ کیا سونے کو پیس پیس کر کھاؤ گے، آخر ہو کیا گیا ہے؟ پوری امت کی امت تباہی کی طرف چلی جا رہی ہے، تو یہ خدمت جو ہے یہ بھی رخصت ہوتی چلی جا رہی ہے، حالانکہ خدمت سے آدمی کہاں سے کہاں پہونچتا ہے؟ پہلا مسئلہ خواتین کا ہے، بنیاد اس سے بھری جاتی ہے، بعد میں دیواریں کھڑی ہوتی ہیں، اور پھر اس سے اور کچھ ہوتا ہے۔

سکون کیسے حاصل ہوگا؟

آج سکون ڈھونڈھتے ہیں اور کام سکون کے خلاف کر رہے ہیں، ملے گا کہاں

سے سکون؟ اور کہتے ہیں تعویذ دے دو، یہ دے دو، وہ دے دو وغیرہ وغیرہ، کبھی کچھ نہیں ہوگا، میں تو ابھی کہہ کے آیا ایک جگہ، پورے کے پورے لوگ لگ جایئے، اللہ کے علاوہ سے کسی سے ہونا کچھ نہیں ہے، اور دوسرے کاموں سے بھی کچھ نہیں ہوگا، بالکل یہ کام کرنا پڑے گا، ورنہ نہ تو دنیا میں نجات ہے نہ آخرت میں نجات ہونے والی ہے، صاف سن لیجئے یہ، دین کے مطابق چلنا پڑے گا ہر ایک کو، صحیح دین سمجھئے کہ ہے کیا؟ یہ قرآن مجید اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی احادیث سے معلوم ہوگا اور اوپر صحیح عمل کرنے والے جو ہیں، ان سے معلوم ہوگا اس لیے عمل کرنے والوں کو قرآن سے دیکھ لیجئے اور قرآن کو سمجھنا ہو تو عمل کرنے والوں سے سمجھئے، دونوں باتیں ضروری ہیں، اگر کوئی اچھا عمل کرنے والا ہے تو فوراً متاثر نہ ہو جایئے، جب تک قرآن کو اٹھا کر نہ دیکھ لیں کہ کر رہا ہے صحیح یا نہیں کر رہا ہے؟ اور اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جھوٹ نہیں بولتا ہو، اسی لیے کہا گیا ہے ﴿كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (التوبۃ:۱۱۹) سچوں کی صحبت اختیار کرو، بس جھوٹوں کی صحبت اختیار کرو گے تو آہستہ آہستہ تمہارے اندر بھی جھوٹ پیدا ہی ہو جائے گا، اس لیے کہ جو جس کے ساتھ رہتا ہے، اس کا اثر پڑتا ہے، جھوٹے کے ساتھ رہو گے تو جھوٹے ہو جاؤ گے، سچوں کے ساتھ رہو گے تو سچے ہو جاؤ گے۔

اور ظاہر ہے کہ اگر آپ کوئلہ بیچنے والے کے پاس رہیں گے تو عطر کی خوشبو ملے گی، یہ تو حدیث میں بھی ہے، کہ آدمی اگر عطر فروش کے یہاں بیٹھتا ہے، نہ بھی خریدے تو خوشبو تو آئے گی ہی، اور اگر بھٹی والے کے یہاں بیٹھے گا تو چنگاری اڑ کے تو آئے گی ہی، دھواں تو نکلے گا، تو ایسے ہی اچھوں کی صحبت اختیار کرے گا، تو اچھا ہوگا بروں کی صحبت اختیار کرے گا تو برا ہوگا، غرض کہ یہ تین بہت بنیادی باتیں ہیں۔ جس پر ہر شخص کو توجہ کرنی چاہیے، چاہے عالم ہو چاہے غیر عالم، پڑھا لکھا ہو یا بے پڑھا لکھا، یہ کوئی تمیز کی بات نہیں۔

یہ دین ہے

ہمارے یہاں ہم نے دیکھا، کہ ہمارے گھر میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا، کہ بوڑھے تھے ایک صاحب بہت، اور رہتے تھے دوسری جگہ تو مسئلہ یہ تھا کہ ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں تھا ان کے تین بیٹے تھے، تو یہ طے ہوا کہ ان میں سے ایک بیٹا ان کے ساتھ رہے اور وہاں کوئی کمانے کا ذریعہ نہیں تھا، وہ باہر کماتے تھے تو انہوں نے فورا کہا میں تو حاضر ہوں بالکل دین یہی ہے، انہوں نے سب کاروبار چھوڑ دیا اپنے والد کی خدمت میں جا کے پڑے، اور سالہا سال خدمت کی اپنے والد کی، دال روٹی کھانے کی نوبت آئی، پریشانی اٹھائی لیکن والد کی خدمت کرتے رہے، یہ دین ہے، یہ دین تھوڑی ہے کہ ابا بھی کہہ رہے ہیں تم دور رہو، اور یہاں ڈبہ ایک لگا دو ہم بیٹھے ہیں، دونوں ماں باپ بوڑھے وہ ڈبہ دیکھتے رہیں گے، اسی کے ساتھ مر جائیں گے، یہ حالت ہوگئی ہے ہم لوگوں کی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ کہاں کا دین ہے؟

بہت اس وقت صحیح ذہن بنانے کی ضرورت ہے، کہ پورا معاشرہ تباہ ہوتا چلا جا رہا ہے، دیکھنے میں دین ہے، افسوس تو یہ ہے اور گھروں میں اور کچھ ہے، گھر بدل گئے، عورتیں بدل گئیں، اور بچے بدل گئے، اور گھر دیکھنے میں دیندار ہیں، یہ سب انہی لوگوں کی باتیں ہیں، کہ دیندار ہیں، اور جو بے دین ہیں، ان کے بارے میں تو کچھ کہنا ہی نہیں، وہ تو مارتے ہیں بچوں کو، بیوی کو نکالتے ہیں، ان کا حال تو بہت خراب ہے، تو ایسے ایسے واقعات ہیں، ابھی ہمارے ایک دوست ہیں وہ جیل گئے تھے جیل میں کام کرتے ہیں وہ، تو وہاں ایک بوڑھے میاں ملے، دونوں تھے یا ایک تھے، تو انہوں نے بتایا اپنا قصہ کہ میرا بیٹا اور بیوی جو ہیں، وہ میں کھانستا تھا دمے کا مریض ہوں، تو ان کو رات میں پریشانی ہوتی تھی تو وہ کہنے لگے یہ تو دونوں بوڑھے ہم کو پریشان کر دیں گے، نہ سونے دیں گے نہ جینے دیں گے، تو انہوں نے ان کے خلاف جا کر پیسے دے کر

پولیس میں رپورٹ لکھوائی، اور ان کو جیل بھجوادیا، یہ بالکل تازہ واقعہ ہے ابھی کا، تو یہ بوڑھوں کا حال ہے، اچھوں کا میں بتارہا ہوں، تو کس قدر افسوس کی بات ہے، کہ ہم کدھر جارہے ہیں، ہم کہاں جارہے ہیں؟ تو میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے لمبی بات کی ضرورت نہیں ہے، سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ہم طے کرلیں کہ عقیدہ ٹھیک کریں، اخلاص پیدا کریں، اور خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہیں، خدمت سے آدمی مقامات بلند حاصل کرتا ہے غیر معمولی، یعنی خدمت انسان کو اچھا بنادیتی ہے، اللہ والا بنادیتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

انسان کی کامیابی اسوۂ نبوی اور اخلاص سے وابستہ ہے

میرے بزرگو اور دوستو، دینی بھائیو!

ہم لوگ جو دنیا میں کام کرتے ہیں، تو اس کے پیش نظر کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے اور خاص طور سے جو پڑھا لکھا طبقہ ہے ان سب کے پیش نظر کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے، کہ ان کو ایم بی اے کرنا ہے، ایم ڈی اے کرنا ہے، ڈاکٹر بننا ہے، یا جو بھی مقصد ہو تاجر بنتا ہے فلاں تاجر بننا ہے تو ایک تو مقصد سامنے ہوتا ہے، دوسرا نمونہ سامنے ہوتا ہے، چاہے ہمارے نوجوان ہوں یا تاجر ہوں، یا پڑھے لکھے لوگ ہوں، ڈاکٹروں کے سامنے ہوتا ہے، تاجروں کے سامنے تاجروں والا نمونہ ہوتا ہے، اور نوجوانوں کے سامنے اپنی لائن سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں، چاہے غلط ہو یا صحیح وہ ان کا نمونہ ہے، مقصد بھی ہوتا ہے، نمونہ بھی ہوتا ہے، لیکن جو دین دار حضرات ہیں افسوس کی بات ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر نہ مقصد پیش نظر رکھتے ہیں، نہ نمونہ، تقریر میں تو ایک بات آئی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نمونہ ہیں، لیکن ذہنوں میں یہ بات اکثر و بیشتر دبی ہوئی ہوتی ہے وہ اتنے بلند و بالا ہیں ہم اس نمونہ کو نہیں اپنا سکتے، ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے وہی نمونہ پیش کیا ہے، جس پر عمل کیا جا سکے گا، اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نمونہ کا تسلسل بھی رکھا ہے یہ اس امت کے لیے خاص انعام ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اللہ کے رسول ﷺ سے جو چیزیں ملی ہیں ان کا تسلسل قائم رہے، قرآن مجید میں جیسا آپ نے امت کو بتا دیا ویسے ہی آج تک موجود ہے، اور جیسا کہ صحابۂ کرام پڑھتے تھے ویسے ہی

یہ امت پڑھ رہی ہے اور جیسا اس وقت یاد کر لیتے تھے ویسے ہی یاد کر لیتی ہے، جیسا سمجھ رہے تھے ویسا ہی سمجھ رہی ہے، اور جب اس کا الٹی کرتی ہے امت، تو جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے عملی نمونہ ہیں وہ اس کو ٹھیک کرتے ہیں، کیونکہ ایک طرف تو قرآن کا تسلسل ہے دوسری طرف رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے جو عملی نمونہ پیش کیا ہے اس کا تسلسل بھی آج تک باقی ہے، اور قیامت تک رہے گا۔

اعجاز قرآن

قرآن مجید کو ساری کتابوں میں غیر معمولی پن حاصل ہے ہر اعتبار سے، لیکن جہاں تک آپ نمونہ کو دیکھیں گے تو قاری قرآن مجید کے پڑھنے والے ہیں وہ صرف نمونہ پیش کرتے ہیں قرأت کا، کہ ایسا پڑھا جاتا تھا، اب ہم ویسے ہی پڑھ کر دکھا رہے ہیں، اور جو قرآن سمجھنے والے ہیں وہ سمجھ کر سمجھا کر نمونہ بناتے ہیں، کہ ایسا بتایا جاتا تھا پہلے، اب ہم بتا رہے ہیں، اور ان میں پھر الگ الگ شقیں بھی ہیں، کہ قانونی اعتبار سے اس کے اندر جو پہلو ہیں، وہ قانون داں ہمارے فقہاء بتاتے ہیں، اور حدیث سے تعلق رکھنے والی جو آیتیں ہیں، وہ محدثین بیان فرما رہے ہیں، اور اسی طرح جو اس کے اندر ادبی نکات ہیں، وہ ہمارے ادباء بیان فرما رہے ہیں، اور اس کے اندر جو معجزات پنہاں ہیں، وہ اب آشکارا ہو رہے ہیں، وہ ہمارے بڑے بڑے علماء بیان فرما رہے ہیں، تو عجب انداز ہے اللہ کے کلام کا، جس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے۔

نبی کی شان

ایسے ہی رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات والا صفات ہے کہ ایک طرف تو آپ کی زبان فیض سے جو کچھ نکلا ہے وہ محدثین بیان فرما رہے ہیں، اور آپ نے جو حقائق بیان فرمائے ہیں وہ فقہاء بیان فرما رہے ہیں، اور آپ نے جو عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کیا ہے اس کو بڑے بڑے اثر والے اولیاء اللہ بیان فرما رہے ہیں، اور

برت کر دکھا رہے ہیں، اور اس میں بھی پھر مختلف شقیں ہیں، سب کوئی اس میں نمونہ ہے، غرض کہ اللہ کے رسول ﷺ کی ذات نمونہ ہے، لیکن نمونہ ایسا جس کو اپنایا جا سکتا ہے، ایسا نمونہ نہیں ہے جس کو نہ اپنایا جائے، اسی لیے آپ کو بشر بنایا گیا، ورنہ آپ کو آسمان کی کوئی مخلوق بنا دیا جاتا، تاکہ جیسے فرشتے ہوتے ہیں، وہ نوری ہیں، اور ہم خاکی ہیں، تو خاکی نوری کیسے ہو سکتا ہے؟ تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے دونوں اعتبار عطا فرمائے، ایک طرف آپ نوری ہیں، دوسری طرف آپ بشر ہیں، تو بشر ہونے کی حیثیت سے سارے انسانوں کے لیے آپ نے نمونہ پیش کیا، تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے اور آپ تو آسمان کے آدمی ہیں، وہاں کی مخلوق ہیں، تو کیسے عمل کریں ایسا نہیں ہے۔

عملی تسلسل موجود ہے

اللہ نے تسلسل قائم فرما دیا، صحابہ نے پہلے لیا پھر تابعین نے لیا، پھر تبع تابعین نے لیا، تو ہم لوگ کے ذہن میں ایسا بیٹھا ہے کہ ہاں نمونہ ہیں، لیکن ٹھیک ہے بہت بڑے لوگ تھے اور اب ہم کیسے عمل کر سکتے ہیں؟ ایسا نہیں ہے، ہمارے سامنے مقصد ہونا چاہیے کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے، اور پھر اس کے لیے نمونہ سامنے ہونا چاہیے نمونہ سب سے بڑا رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات کا اور پھر جو ہمارے سامنے نمونے ہیں ان کو دیکھ کر ان نمونوں کو اس نمونہ سے ملائیں گے اگر صحیح نکل گیا تو یہ صحیح ہے ورنہ دھوکہ ہے اس لیے چیک کرنا بھی ضروری ہے بغیر ٹھیک کیے ہوئے بھی کام نہیں چلے گا تو چیک کرتے رہنا چاہیے اور نمونہ سامنے رکھنا چاہیے ہر چیز میں، ورنہ ظاہر ہے کہ ہم نے پڑھ لیا لیکن نمونہ جب سامنے نہیں ہوگا تو جس کو Example کہتے ہیں، کیسے کام چلے گا؟ اس وقت جتنی چیزیں پڑھائی جاتی ہیں، تو لڑکے خود پوچھتے ہیں، اس کی مثال دیجئے یعنی یہ بتا تو دیا دو دو چار، ایک تو یہ پڑھا دیا، دو دو چار ہوتے ہیں، لیکن ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ چار؟ تو انہوں نے کہا دو

کتابیں بڑی دو کتابیں چھوٹی، کتنے ہوئے چار، تو اب یہ کتابیں جب کہا تو بات واضح ہوگئی لیکن اب آپ نے کہا دو دو چار سمجھ دار ہے تو وہ سمجھ لے گا لیکن جو سمجھدار نہیں، بچے ہیں، اسی لیے بچوں کو جب پڑھاتے ہیں، دو سیب چار کیلے، اور پانچ فلاں، ایسے ہی تو پڑھاتے ہیں، مثال دیتے ہیں، ورنہ صرف پانچ کہیں، پانچ کتنے ہوئے؟ انہوں نے کہا پانچ ہوئے مگر کہیں گے پانچ انگلیاں یہ پانچ ہوئے پانچ مل کر ہوئے دس، تو دس انگلیاں ہوگئیں، ایسے ہی اس میں بھی ہے، کہ نمونہ سامنے ہونا چاہیے، آپ نے پڑھا، قرآن مجید میں آیا ہے کہ "اقرأ" پڑھو، تو اب اتنا ہے کہ پڑھو، لیکن نمونہ بھی تو اس کے سامنے ہونا چاہیے، اللہ کے رسول نے کیسے صحابہ کو پڑھایا، جبرئیل نے کیسے عرض کیا، پھر صحابہ کو آپ نے کیسے پڑھایا، پھر صحابہ نے اپنے شاگردوں کو کیسے پڑھایا، اور پڑھانے کا طریقہ بھی مسلسل چلا آتا ہے، اسی لیے قرآن آج تک ویسے ہی باقی ہے، اگر یہ تسلسل نہ ہوتا معاملہ ختم ہو جاتا۔

اسی طرح آپ کے اخلاق ہیں، آپ کی عادات ہیں، آپ کا کردار ہے، آپ کے معاملات ہیں، آپ کے تعلقات ہیں، آپ کے حقوق کا بیان کرنا ہے اس پر عمل کرنا ہے ان کو ادا کرنا ہے، سارا پورا دین اسی سے وابستہ ہے تو اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اندر یہ بات پیدا ہو جائے کہ ہم سمجھ کر اپنی زندگی گذاریں، کہ ہمارا مقصد کیا ہے؟ اور اس کے مطابق کام کریں، تو پھر ہمارے حالات درست ہو سکتے ہیں، اور اس میں ظاہر ہے کہ جو جتنا زیادہ اس نمونہ کے قریب ہوگا اتنا ہی وہ کامیاب ہوگا۔

دین خالص مطلوب ہے

اسی لیے قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے ﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر:۳) دیکھو خالص دین اللہ کو پسند ہے یعنی بغیر ملاوٹ کا اس لیے ملاوٹ ہم کو آپ کو پسند نہیں، تو اللہ کو کیسے پسند ہو جائے گی؟ اللہ کو ملاوٹ پسند نہیں ہے جیسے عقیدہ ہو تو ملاوٹ نہ ہو شرک کی، اگر شرک کی ملاوٹ ہوگئی تو گیا، عبادات میں ریا کی ملاوٹ نہ

ہو، اور اب تو ایک ملاوٹ اور بڑھ گئی ہے عبادات میں، پہلے لوگ نماز دکھاوے کے لیے پڑھتے تھے یہ بھی ملاوٹ تھی اور اب نماز پڑھتے ہیں کہ صحت اچھی رہے گی، دوسری ملاوٹ ہوگئی، دونوں ملاوٹوں سے نماز پاک ہو یعنی نماز عبادت ہے اللہ کے لیے پڑھنا، نہ کہ یہ نماز پڑھنے کے لیے وضو کرنے گئے نیچے اوپر آئے اور مسجد میں آئے اٹھا بیٹھی کی اور مزا ہے کہ اب یہاں گھٹنے ٹھیک رہیں گے یہ ٹھیک رہے گا وہاں سے نیچے سے وضو کر کے آئے، تو صحت اچھی ہو جائے گی، جب اس نیت سے پڑھیں گے تو نماز بے کار ہوگئی، یہ ملاوٹ ہوگئی اور اللہ کے یہاں بغیر ملاوٹ ہے معاملہ، ملاوٹ ایسی تجارت ہے اس میں جھوٹ کی اور جھوٹے کی اور دوسروں کو غلط بیان کرنے کی ملاوٹ نہ ہو، تو وہ تجارت خالص ہوگی، سیاست میں مکر نہ ہوں دھوکہ نہ ہو، مکر فریب نہ ہو، وہ سیاست بغیر ملاوٹ کی ہوگی، تو ہر چیز کو اب ملاوٹ اس میں سے نکالتے چلے جائیں، تو ہر چیز ہماری صحیح ہو جائے گی، یہاں تک کہ عقائد عبادات معاملات تعلقات، اب اس وقت کسی کی زیارت کو ہم جا رہے ہیں، لیکن کوئی مقصد ہے کہ جائیں گے تو اس سے پیسے ملیں گے، جائیں گے تو یہ ہمارا خیال بعد میں رکھے گا تو یہ ہو جایئے گا نہیں، اللہ کے لیے زیارت یہ بھی خالص ہو، تو جب خالص کسی کی زیارت کے لیے جائے گا بغیر ملاوٹ کے تو پھر راستے میں فرشتے اللہ تعالیٰ کھڑے کرے گا، تیرا چلنا مبارک، تیرا آنا مبارک، جنت میں تو نے اپنا گھر بنالیا، تو ایسے ہی ہر چیز دیکھتے چلے جائیں۔

آج دور ملاوٹ کا ہے

آج کل کا یہ دور ملاوٹ کا ہے، کوئی چیز اصلی ملی ہوئی ہے، تو جس طرح دنیا میں کوئی چیز اصلی نہیں مل رہی ہے، اس میں بھی ایسے ہی ملاوٹ ہوگئی ہے اللہ میاں نے دین کو دنیا سے جوڑ رکھا ہے، جو لوگ سمجھتے ہیں دنیا الگ دین الگ، یہ ہو ہی نہیں سکتا، جیسے جسم الگ روح الگ تو کیسے ہو جائے گا؟ روح الگ ہو جائے گی تو جسم بے کار ہو جائے، ایسے ہی دنیا کو الگ کر دیں تو دین بے کار ہو جائے گا دنیا ہی میں تو رہ کر

دین کو برتنا ہے تو یہ بہت غلط فہمی ہے ایسا نہیں ہے جو دنیا میں ہو رہا ہے وہی اس وقت دین میں ہو رہا ہے، اس وقت دیکھ لیجئے ہماری جگہ آپ چلے جایئے دنیا میں، ڈپلیکیٹ مارکیٹنگ ہو رہی ہے اور ملاوٹ ہر جگہ چل رہی ہے یہاں تک کہ جہاں نہیں ہو رہی ہے وہاں بھی ہونے لگی، وہاں بھی ملاوٹ ہو رہی ہے تو ایسے ہی اس وقت دین میں بھی ملاوٹ ہے علماء بھی ملاوٹ والے مشائخ بھی ملاوٹ والے، اور کاروبار جو دین کا ہو رہا ہے وہ بھی ملاوٹ والا، تو ظاہر ہے کہ جب ملاوٹ ہر چیز میں ہے تو کیسے ہو جائے گا کام؟ اسی لیے وہ اثر نہیں ہو رہا ہے آپ کھاتے دودھ پی رہے ہیں، لیکن اس میں سوڈا ملا دیا، سوڈا نہیں صَرف، صَرف سے پھینا بنا کے دودھ میں ملا دیا، ایک تو پانی ملاتے ہیں اس میں صَرف ملا دیا، تو وہ بہت نقصان دہ ہے لیکن دودھ بیچ لیا، تو ملاوٹ کی بھی شکلیں عجیب عجیب قسم کی ہو گئیں، پانی ملاؤ تو کم سے کم دودھ کسی درجہ میں تو ہے، اور یہاں ملا دیا اس میں صَرف، تو ایسے ہی ملاوٹ بھی عجیب وغریب قسم کی ہے، دین میں بھی ایسے ہی ہو رہا ہے، تو اس لیے ہماری ہر چیز جب خالص ہوگی بغیر ملاوٹ کی ہوگی وہاں اللہ پسند کرے گا یہ ٹھیک ہے، باقی ہٹا دو، آج کل مشینیں آ گئیں ہیں، ایسے ہی دودھ میں ڈالئے کتنا ملاوٹ ہے معلوم ہو جاتا ہے، تو اللہ میاں کی مشینیں تو چاروں طرف فٹ ہیں، وہاں دیر تھوڑی لگے گی، پہچاننے میں، وہاں تو معلوم ہے اسی لیے اب تو کمپیوٹر نے سمجھنا بہت آسان کر دیا ہے جو چیز فیڈ ہوتی ہے انگلی دبایئے وہی نکلے گا ایسے ہی اللہ میاں کی پوری دنیا کمپیوٹرائز ہے اس میں جو چیز ہم پیش کریں گے اگر وہ خالص ہوگی بغیر ملاوٹ کے، تو ظاہر ہے فوراً اوپر ہو جائے گی، تو دل میں اثر پڑے گا اور اگر ملاوٹ کی ہے تو باہر نکلے گی وہاں جا کر پلٹ آئے گی اور دل برا ہو جائے گا۔

ملاوٹ کا نقصان

اسی لیے آج کل نہ ملنے میں مزا ہے ورنہ جو اللہ والے ہوتے تھے وہ جب ملتے تو مزا آتا تھا، جب جاتے تھے تو مزا، ہمارے حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا ایک شعر ہے

جو ہیں اہل محبت مزا محبت کا پا رہے ہیں
کبھی محبت سے آرہے ہیں کبھی محبت سے جارہے ہیں

اس لیے محبت سے آرہے ہیں اور محبت سے جارہے ہیں، اور جب خالص ہی نہیں ہے ملاوٹ ہے تو اب ہر وقت چیک کر رہے ہیں، آرہے ہیں، تو فائدہ ہوگا کہ نہیں ہوگا؟ اور جارہے ہیں، تو کہیں ناراض تو نہیں ہیں، کہیں یہ تو نہیں ہیں کہیں یہ تو نہیں ہیں، کہیں یہ تو نہیں ہیں، یہ نہ ہوجائے وہ نہ ہوجائے، لیکن جب خالص ہوگی تو آئے اور اطمینان سے گئے، اور اس اطمینان کا مزا آرہا ہے دل کے اندر، تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، یہ آیت سامنے ہونی چاہیے کہ اللہ کے سامنے دین جو ہے وہی قبول ہوگا اللہ کے یہاں جو بغیر ملاوٹ کے ہو، اور دین تمام چیزوں کا نام ہے عقائد بھی لین دین بھی حقوق کی ادائیگی بھی، ساری چیزیں بغیر ملاوٹ کے، اور ہمارے یہاں ملاوٹ آہی جاتی ہے، شیطان کیسی کیسی پٹیاں پڑھاتا ہے، وہ سارا کیا کرایا برباد ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی صحیح رہنمائی فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

اپنے نفس کو اچھا کرلو

قابل احترام بزرگو اور دوستو!

دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ اگر عہدہ ہے تو تمہارے ساتھ، ورنہ کسی اور کے، ہمارے ندوہ میں ایک وزیر آئے تھے نریندر تیواری جی جب وہ ہار گئے تو گھر میں اکیلے بیٹھے تھے پوچھا تمہارا تو دربار سجا رہتا تھا؟ کہا دیکھ لو دنیا کا کیا حال ہے تو حضرت مولانا نے کہلوایا میں ایسے ہی لوگوں سے ملتا ہوں جن سے کوئی نہ ملے، اب میں ملوں گا ان سے جا کر، تو یہ اصل بات ہے تو اکثر لوگوں کے ذہن میں ہوتا ہے کہ کرسی اور کرسی جس سے خریدی جاسکے وہی بڑا ہے، ایسا کچھ نہیں ہے، جس دن کرسی کھسکی تو سر کے بل نیچے آئیں گے، اس لیے آدمی کو کرسی کے چکر میں نہیں رہنا چاہیے، بلکہ تقویٰ کی فکر میں رہنا چاہیے یعنی اچھی بات کہے، جو جتنا زیادہ اس کو کرے گا وہ اتنا ہی زیادہ کرسی والا ہوتا چلا جائے گا، کرسی اس کے پیچھے بھاگے گی، ورنہ وہ کرسی کے پیچھے بھاگے گا، آپ کر کے دیکھ لیجئے جو لوگ کرسی کے پیچھے بھاگتے ہیں، کرسی آگے آگے پیچھے پیچھے وہ، اور جو کرسی سے بھاگتے ہیں کرسی ان کے پیچھے پیچھے وہ آگے آگے، یہ ہوتا ہے اس کو کہا گیا ہے کہ جو دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے تو دنیا اس سے بھاگتی ہے، اور مارتی جاتی ہے پیچھے سے، اور جو دنیا سے بھاگتا ہے، تو دنیا اس سے بھاگتی ہے، اور مارتی جاتی ہے، پیچھے سے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف فرما تھے ایک صاحب آئے کہا حضرت یہ پیسے ہیں قبول فرمالیجئے، مولانا نے کہا جاؤ مجھے نہ دو، انہوں نے کہا نہیں

،تو پھر وہ اللہ کا بندہ ان کے جوتے کے اندر رکھ کر چلا گیا، مولانا جب تشریف لائے مسجد سے اور جوتا پہنا دیکھا کہ پیر کے اندر کوئی چیز لگ رہی ہے، تو جھاڑا تو پیسے گرے، تو مولانا مسکرائے کہ دیکھ لیجئے دنیا جوتے میں آتی ہے، اور پھر مولانا نے اس کو سمجھایا بھی۔

دنیا گوبر ہے

ایک مرتبہ مولانا تشریف لے جارہے تھے اور دیکھا دو بچیاں لڑ رہی ہیں، چونکہ دیہاتوں میں غربت کا بہت رواج ہوتا ہے وہ لوگ گوبر رکھتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جلاتے ہیں، کنڈے بناتے ہیں، ہمارے یہاں لکھنؤ میں بھی جب ہم چھوٹے تھے پڑھتے تھے ندوہ میں، تو میں نے بھی منظر دیکھا ہے جب بھینس جارہی ہو اور اس کا گوبر گرے، تو لڑکے دوڑ کر اٹھاتے تھے اور لڑائی بھی ہوجاتی تھی ہم لیں گے، ہم لیں گے، تو مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک مرتبہ اپنے سارے لوگوں کو روکا اور کہا کہ اس گوبر پر بچے لڑ رہے ہیں تم کو اچھا لگ رہا ہے؟ تو انہوں نے کہا نہیں، یہ تو بہت حقیر چیز ہے، اس میں لڑنا کیسا؟ کہا پوری دنیا اسی طرح ایک گوبر ہے، اور جو دنیا میں لڑتا ہے وہ گوبر کے لیے لڑتا ہے، لیکن اس کے لیے آنکھیں چاہئیں، آنکھیں ہوں تو ایسا محسوس ہوگا ہم سب گوبر میں لت پت ہیں، کوئی گوبر لینے کے لیے لڑ رہا ہے، کوئی گوبر کے لیے بھاگ رہا ہے، تو اس کی وجہ سے ہر شخص گندا ہوگیا ہے، گوبر جس کے لگ جائے گا وہ گندا ہوجائے گا، ہر شخص کچھ نہ کچھ گوبر ہے، لڑائی ہوتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟ اب جب بچہ کو غصہ آیا تو اس نے گوبر اٹھا کر اس کے منہ پر مار دیا تو کیا ہوا دونوں کا منہ گوبر والا، اب اگر کوئی لڑے گا دنیا کے لیے تو دنیا والوں کا منہ گوبر والا ہوجائے گا، لیکن بات وہی ہے کہ اس کے لیے ناک چاہیے اس سے سونگھ لے گا آدمی، کہ اس کے گوبر لگا ہوا ہے تو جو دنیا کے چکر میں پڑے گا اس کے گویا کہ گوبر لگا ہوا ہے اس کے پاس بیٹھنا مشکل ہوگا اتنی بدبو آتی ہے، اور ایسے ہی اس کی باتوں میں بدبو ہے، تو جو کرسی کے چکر میں پڑا اور اپنے کو اونچا کرنے کے چکر میں پڑ گیا، بس وہ گیا۔

جسے اللہ رکھے اس کو کون چکھے؟

جو تقوی کے راستہ میں لگا یعنی اچھے کام تو وہ اچھا ہی اچھا ہے، اور جس کو اللہ اچھا کردے تو اس کو کوئی گھٹا نہیں سکتا، تو اللہ تعالیٰ ہم کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ ہر شخص اسی کی فکر میں رہتا ہے، ہمارے حضرت مولانا جو تھے ان کا حال یہ تھا کہ کبھی بھی کرسی کی طلب نہیں ہوئی، حتیٰ کہ کرسیاں بھی نہیں تھیں، ان کے یہاں، تو بڑی مشکل سے کرسیاں آئیں، وہ تو جہاں چاہا بیٹھ گئے، جیسا چاہا بیٹھ گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی کرسیوں والوں کو بٹھا دیا ان کے نیچے، اور کیسے کیسے بڑے لوگ ان کے آگے جھک گئے، اس لیے کہ وہ اللہ کے سامنے جھک گئے تھے، اور جو اللہ کے آگے جھک جاتا ہے صحیح طور پر ساری دنیا اس کے آگے جھک جاتی ہے، جھک مار کر جھکتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جھکا دیتا ہے۔

جھکنا صحیح سے ہو

لیکن ہاں اللہ کے سامنے جھکے، صحیح طور پر جھکے، ایسا نہیں وہ بھی معاملہ ظاہر کا ہو، جیسے آج کل ہماری نماز ہے، اللہ معاف کرے کہ ہماری نماز کا کیا حال ہے ہماری نماز کا حال یہ ہے کہ اللہ کے سامنے جھکتے تو ہیں لیکن نماز ہی ہماری کیسی ہے آپ خود غور کر لیجئے کہ ہماری نماز کا حال کیا ہے؟ ہماری نماز کا حال یہ ہے کہ جیسے ہی اللہ اکبر کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے اپنے کو ہٹا رہے ہیں، یعنی نماز سے پہلے تو کچھ اللہ کا خیال آتا بھی ہے اور نماز پڑھتے ہی معلوم ہوا دکان میں گھوم رہے ہیں، اور لڑائیوں اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں لگے ہوئے ہیں، سارا کاروبار نماز میں ہوتا ہے، اس لیے کہ صحیح طور پر ہم جھکتے ہی نہیں، اس کی بھی مشق کرنی پڑے گی کہ ہم اللہ کے سامنے جھکیں، اور کوئی بات بھی ذہن میں نہ آئے، سوائے اللہ کی حمد وثناء کے، اس کی تسبیح کے، اور اس کی مدح سرائی کے، اور اس کے کلام کے پڑھنے کے، اور دل میں اس کی تسبیح کرنے کے، اور اپنے آپ کو بالکل اس کے سامنے جھکا دینے کے، اس کے علاوہ اور کوئی خیال ہی نہ آئے، تو پھر ظاہر ہے کہ ہماری نماز اچھی ہو جائے گی، لیکن اگر نیت

نہ ہو تو نماز خراب ہو جائے گی، نیت تو سب سے اعلیٰ درجہ کی چیز ہے، عمل سب سے اعلیٰ ترین عمل سب سے اچھا عمل نماز ہے، بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے، لیکن اگر ہم نے کسی بری نیت سے نماز پڑھی یا نیت نہیں کی، تو فرض نماز ظہر کی پڑھ رہے ہیں، نیت ہی نہیں ہے، تو نماز ہوگی ہی نہیں، یہ تو ضروری ہے کہ فرض نماز پڑھ رہے ہیں، ظہر کی پڑھ رہے ہیں، اور کعبہ کی طرف منھ کر کے پڑھ رہے ہیں، اللہ کے لیے پڑھ رہے ہیں، امام کے پیچھے پڑھ رہے ہیں، یہ سب نیت کرنی پڑتی ہے، تو اگر نیت صحیح نہ کریں تو نماز نہیں ہوگی، تو اچھا کام برا ہو گیا۔

بات صرف اللہ کے لیے ہو

ایسے اگر ہم یہاں آئے اور آئے صرف تقریر کرنے تو دائیں بائیں دیکھنے میں اسٹیج دیکھنے میں لطف آجائے گا، کہ میری بات لوگ خوب سنیں گے اور میں اتنی اچھی بات کہوں گا تو بھائی کیا ہوگا؟ ایک قصہ بچپن میں پڑھا تھا کہ ایک عورت تھی جو دودھ بیچنے جا رہی تھی گھڑا مٹکے کا سر پر رکھے ہوئے تھی، اور اس کو بیچنا تھا جا کر تو سوچتے ہوئے وہ جا رہی تھی جب دودھ بیچیں گے تو مرغی خریدیں گے پیسوں سے، مرغی سے بچے ہوں گے، اور بچے جب بڑے ہو جائیں گے تو اور مرغی خریدیں گے، پھر بکری خریدیں گے، پھر گائے خریدیں گے، پھر موٹر خریدیں گے، پھر ہم اتنے بڑے ہو جائیں گے میرا گھر بن جائے گا، اور جب گھر میں داخل ہوں گے اور میرے آگے پیچھے لوگ چل رہے ہوں گے تو میں یوں سر ہلا کر چلوں گی، اور جیسے ہی یہ کہا تو پوری مٹکی دودھ کی نیچے آ کر گری، ایسے اگر کوئی تقریر کرنے والا یہ سوچے میں ایسی تقریر کروں گا اور لوگ ایسے متاثر ہو جائیں گے اور لوگوں کے دلوں میں یہ خیال آئیں گے، بس پوری ہانڈی دودھ کی نیچے گرے گی، اور میاں صاحب کی تقریر چکنا چور ہو جائے گی، ختم ہو گیا سارا قصہ، بہت نازک بات ہے، اس لیے آدمی کو اس سلسلہ میں بہت ہوشیار رہنا چاہیے، کہ آدمی بالکل اللہ کے لیے بات کہے، دل کو صاف کرے۔

محبوب کی خوشبو پھیلی رہتی ہے

ہمارے حضرت مولانا کا خاص مسئلہ ہی یہی تھا کہ وہ اللہ کے لیے کام کرتے تھے، اللہ کے لیے تقریر کرتے تھے اللہ کے لیے باہر آتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اچھال دیا، ان کو بلند کر دیا، ان کا چلنا ان کا بیٹھنا ان کا اٹھنا سب اللہ کو پسند آیا، اور ساری دنیا میں اس کی خوشبو پھیل گئی، اور ساری دنیا میں اس کو ماننے والے بن گئے، اور ساری دنیا ان کی عزت کرنے والی بن گئی، اور آج بھی یہ حالت ہے کہ ان کا نام سکہ رائج الوقت کی طرح چل رہا ہے، سارے عالم میں چل رہا ہے، کیوں چل رہا ہے؟ اس لیے کہ اللہ کے محبوب تھے، اللہ کا جو محبوب ہوتا ہے، تو ساری دنیا میں اس کا وہ نام چلا دیتا ہے، اس کی محبوبیت ہر جگہ پھیلا دی جاتی ہے، اور اس کی خوشبو پھیلتی چلی جاتی ہے، اور سارے لوگ خود سونگھتے ہیں، ان کو مزا آتا ہے، واہ کتنی عمدہ خوشبو ہے، کوئی اگر خوشبو لگائے ہوا اچھی خوشبو ہو، تو لوگ متوجہ ہو جاتے ہیں یہ خوشبو کہاں سے آئی؟ ندوہ میں ہم تھے تو ہمارے ایک ساتھی تھے ان کو کہیں سے بڑی اچھی کوخوشبو مل گئی تو وضو کر رہے تھے اور خوشبو آئی، تو ایک باہر سے آئے ہوئے بڑے اَپ ٹو ڈیٹ آدمی تھے، انہوں نے خوشبو سونگھی اور ان کے پاس آئے، تو کہنے لگے یہ خوشبو آپ نے کہاں سے لی؟ ذرا مجھے بھی تھوڑی سی دے دیجئے، ان کے پیچھے پڑ گئے کمرے تک پہنچ گئے، کہ ذرا شیشی دکھا دیجئے، یہ خوشبو آپ لائے کہاں سے ہیں؟ اب بتایئے خوشبو تو بہت لوگ لگاتے ہیں، لیکن ان کی خوشبو ایسی نرالی تھی ایسی عمدہ تھی کہ اس کے پیچھے لوگ پڑ گئے، ایسے ہی آدمی جب اچھا ہوتا ہے تو کہیں جائے اس کی خوشبو ہے، اس لیے اس کے اندر یہ مزا آتا ہے، ایسے ہی جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں اگر وہ بیٹھے ہوں اور وہ بات بھی نہ کریں اور کچھ کام بھی نہ کریں تب بھی خوشبو آتی ہے، ان کے پاس سے خوشبو نکلتی ہے، جو ساری مجلس میں پھیل جاتی ہے، اس کا فائدہ پہنچ جاتا ہے۔

جب ہم اچھے ہو جائیں گے

ایسے ہی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوگ جو یہاں آئے ہیں اچھے کام کے لیے آئے ہیں، اور اچھے کام کو اچھی طرح کریں اور اچھی بات کے لیے آئے ہیں، تو اچھی بات کو اچھی طرح کریں، دل صاف ہو، جب جس طرح ہم کہیں گے اور جس طرح ہم سنیں گے تو کہنا بھی اچھا ہوگا سننا بھی اچھا ہوگا، اور ہم اور آپ دونوں اچھے ہوں گے اور ہمارے اور آپ کے اچھے ہونے سے پورا محلّہ اچھا ہو جائے گا، پورا گاؤں اچھا ہو جائے گا، اور پھر اچھے ہو جانے سے جیسے زمین اچھی ہوتی ہے کتنا فائدہ پہنچتا ہے، آپ کہتے ہیں یہ اوبڑ ہے یہ بنجر ہے، وہاں کچھ نہیں ہوتا، تو جو اچھی زمین ہوتی ہے، وہیں کاشت ہوتی ہے، جب ہم سب اچھے ہو جائیں گے تو ہمارے پھل بھی اچھے ہو جائیں گے، یعنی ہمارے بچے بھی ہو جائیں گے، اور ہمارے بچے ان کی بچیاں بھی ہو جائیں گی، ہماری بیویاں بھی اچھی ہوں گی، ہمارے گھر کا ماحول بھی اچھا ہوگا، اور ہمارے باہر کے معاملات بھی کھیتیاں بھی سب کچھ اچھا ہو جائے گا۔

برکات کا نزول کب ہوگا؟

میں ایک جگہ گیا ہوں وہاں جا کر معلوم ہوا کہ یہاں جو اچھا کام کرتے ہیں نمازی ہیں، اور وہیں اچھا پانی ہے، اور جہاں بے نمازی ہیں وہاں کا پانی بھی کھارا ہے، ہم نے کہا بس کہہ دو جس طرح تمہارا پانی کھارا ہے اسی طرح تمہارا عقیدہ بھی کھارا ہے، اپنے عقیدہ کو میٹھا کرو، پانی میٹھا پاؤ، عقیدہ بھی کھارا پانی بھی کھارا، ایسے ہی ہوگا بھائی، اور کھارا ہی نہیں اندر بھی کھارا ہو جاتا ہے، اگر میٹھا مل بھی گیا تو اندر جائے گا وہ بھی کھارا ہو جائے گا، اس لیے اندر بھی میٹھا کرو باہر بھی میٹھا کرو، اور اس سے بعد آ کر تم پانی کھودو، دیکھو اللہ میاں کیسا میٹھا پانی دیتے ہیں، کیسا شیریں پانی دیتے ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا تم اچھے تو پھر ہماری برکتیں بھی اوپر سے نازل ہوں گی، اور قرآن میں ہے کہ اگر عمل کرنے لگو، جو کچھ کتاب میں ہے اور جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے، اس پر سب لوگ عمل کرنے

لگیں، تو ﴿لَأَكَلُوا مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم﴾ (الأنعام:٦٦) تو آسمان سے نعمتیں برسیں گی، اور زمین سونا اگلے گی، اور برکتوں کی ہوائیں چلیں گی، اور ہر طرف سے خیر و بھلائی ہی نظر آئے گی، اور مزے ہی کا عالم ہوگا۔

اصل مزا دل کا ہے

یہ یاد رکھئے مزا شروع ہوتا ہے دل سے اگر دل کا مزا نہیں تو اوپر سے مزا نہیں ہوسکتا، لیکن اندر کا جو پانی ہوتا ہے کنوئیں کا، وہ گرمی میں ٹھنڈا اور جاڑے میں گرم، اندر کا پانی، اور جو اوپر ہو ہی ہے تو گرمی میں نہایت گرم، اور جاڑے میں نہایت ٹھنڈا اور پھر اس کے ساتھ ساتھ مختصر اتنے لیٹر میں، اور اتنے لیٹر ختم تو ختم، ایک تو گرم اور ٹھنڈا، ایسے ہی جب سکون ہوتا ہے تو پہلے دل میں آتا ہے، اور دل ایسے ہی جب سکون پاتا ہے، تو مزا ہی مزا آتا ہے

کلفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

دل میں مزا ہے آپ سے محبت کے ساتھ مل رہے ہیں، آپ کے اندر کدورت نہیں ہے، آپ کے اندر کوئی کھونٹ نہیں ہے، آپ کے اندر میل نہیں ہے، آپ کے اندر کوئی نفرت نہیں ہے، تو آپ دیکھ کر خوش ہوں گے اور اگر اندر سے کدورت ہے تو بس (ہیں ہیں) کریں گے، آج کل کے قہقے یہ سب تماشے ہیں، لوگ بڑے پرتپاک سے مل رہے ہیں، لیکن وہ تپ چکے ہیں، تو اصل میں جب دل اچھا ہوتا ہے تو ہر چیز اچھی ہوتی ہے اسی لیے..... أبواب الكلام وأطيب الطعام، کہ جو اپنے کلام کو اچھا کرے اور خوب کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو شیش محل عطا فرمائیں گے ظهورها من بطونها وبطونها من ظهورها، (جامع الأحاديث للسيوطي) یعنی کلام صحیح ہوتا ہے، کلام ہو اچھا ہو، جیسے کھانا ﴿كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ (البقرة:١٦٨) حلال کھاؤ، طیب کھاؤ، یعنی ایک حلال کھانا دوسرے پاکیزہ ہونا چاہیے، تو بہت اچھا یعنی اس میں زبردستی غلط طریقہ سے نہ لیا گیا ہو، جھوٹی تجارت سے نہ لیا گیا ہو، یہ ساری شکلیں

جس میں ہیں وہ طیب ہے، جب اس کو کھائیں گے تب آپ طیب ہوجائیں گے ، کیونکہ جب آدمی کا کام اچھا ہوتا ہے، تو وہ بہت برکت والا ہوتا ہے۔

کلمہ طیبہ فولادی مواد رکھتا ہے

اسی طرح جب کلمۂ طیبہ ہوتا ہے تو بہت برکت والا ہوتا ہے، ﴿أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾ (ابراھیم: ٢٤) یعنی کلمۂ طیبہ جو ہے اس کی جڑ زمین میں بڑی گہری، اور اس کی شاخیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں، اللہ اکبر! ایک کلمہ میں اللہ نے کتنی برکت عطا فرمائی؟ یہ کلمہ جو ہے اس کے اندر اللہ نے فولادی مواد رکھا ہے، اور استقامت کی اس کے اندر غیر معمولی صلاحیت رکھی ہے، ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ (ابراھیم: ٢٧) اللہ تعالیٰ اس کلمہ سے دنیا میں بھی جما دیتا ہے، اور آخرت میں اٹھا دیتا ہے، کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے؟ اور ترقی کی کوئی انتہاء نہیں رہتی، تو جب کلمہ کو ہم طیبہ بنا لیتے ہیں، تو اس کے اندر فولاد پن ہوجاتا ہے، اسی کو ہمارے حضرت مولانا نے ایک مرتبہ فرمایا تھا مسلمان آج کل کے ڈنواڈول ہیں، ان کو فولاد بنا دو، ان کو نرم کردو، اور غیر مسلموں کے دل کفر کی وجہ سے فولاد ہیں، ان کو نرم کردو، جب یہ کام آپ کریں گے اور یہ کس سے ہوگا یہ کلمۂ طیبہ سے ہوگا، اور کلام طیب جب ہوگا تو آپ کو بالا خانے ملیں گے اور جب مٹی طیب ہوتی ہے تو تیمم کے لائق ہوتی ہے، آپ تیمم کیجئے، باوضو ہوجائیں گے، تو اس میں مٹی پاک ہونی چاہیے، اب جب انسان طیب ہوجاتا ہے، تو انسان اس سے مصافحہ کرتے ہیں، انسان بن جاتا ہے، اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ جو مسلمان بھائی ملتے ہیں، تو وہ مصافحہ کرنے کے بعد اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے، لیکن اللہ ان کی مغفرت فرما دیتا ہے، گناہ ان کے مصافحہ کرتے ہی جھڑ جاتے ہیں، یہ بھی طیب وہ بھی طیب، دو طیب مل گئے، تو دونوں کے گناہ جھڑ گئے، مغفرت ہوگئی، جس طرح آدمی طیب ہوتا چلا جائے گا، اتنا ہی اللہ اسے بلند سے بلند مقام پر پہنچاتا چلا جائے گا۔

اچھا بنانے کی کوشش میں لگے رہیں

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب کوشش میں لگ جائیں اپنے کو اچھا کرنے کے لیے، اپنا عقیدہ اچھا کریں، اپنی عبادت اچھی کریں، اپنے معاملات اچھے کریں، اپنے تعلقات اچھے کریں، اپنے سماج کو اچھا کریں، اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ہر چیز کو اپنی اچھا کریں، جتنا اچھا کرتے چلے جائیں گے، اتنے ہی اچھے ہوتے چلے جائیں گے، ایک پھول لگائیے دوسرا پھول لگائیے گلدستہ ہوجائے گا، اسی طرح سے اور پھر گلدستہ پر گلدستہ لگائیں گے، اور چمن کو پھیلاتے چلے جائیں گے، تو چمن دار ہوجائے گا، اور پھر تمام چمن کو بڑھاتے چلے جائیں گے، تو آپ کا پورا گاؤں پورا شہر پورا ملک گل وگلزار ہوتا چلا جائے گا، جس طرح ہم اور آپ فرحت بخش اور مشام جاں کو معطر کرنے والی چیزیں دیکھیں گے بھی سونگھیں گے بھی اس لیے پھول دیکھنے میں بھی اچھا لگتا ہے سونگھنے میں بھی اچھا لگتا ہے، جو بڑے بڑے باغ ہیں وہاں میں گیا کشمیر میں، اور بادامی باغ میں گیا دیکھنے کے لیے تو وہ بند تھا، گیٹ پر پہنچا ہی تھا کہ اتفاق سے خوشبو کی ہوا آئی، نہایت عمدہ باغ ہے، تو آپ سمجھ لیجئے کہ جتنے زیادہ خوشبو والے پھول ہوں گے اتنی ہی مہک ہوگی، ایسے ہی ہم اچھے ہوں گے ویسے ہی تیز خوشبو ہوگی، اور جتنے زیادہ اچھے ہوں گے اتنے ہی زیادہ پھول ہوں گے، بس اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھا بنادے، اسی کے لیے ہم جمع ہوتے ہیں، اور یہی ہماری نیت ہونی چاہیے، اور اسی کے لیے کوشش ہونی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کے آنے کو کہنے اور سننے کو قبول فرمائے، اور ہم سب کو سراپا تسبیح بنادے۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين.

اپنی حقیقت کو پہچانیے

میرے بزرگو اور دوستو!

آپ اور ہم سب مسلمان ہیں، اور اسلام کی ابتداء کیسے ہوئی اس کو بھی ہم اجمالی طور پر جانتے ہیں، اور تفصیلی طور پر بھی جانتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ہر مسلمان کو کسی نہ کسی حد تک اپنی تاریخ سے بھی واقف ہونا چاہیے، جو اپنے ماضی سے واقف نہیں ہوتا وہ مستقبل کا فاتح نہیں بن سکتا، اور جو اپنی بنیاد سے آگاہ نہیں ہوتا وہ بڑی مضبوط بلند عمارت تعمیر نہیں کرسکتا، اسی وجہ سے جو لوگ ماضی سے نابلد ہوتے ہیں، وہ ہزار کوششوں کے باوجود ناکام رہتے ہیں، اسی لیے ہماری اور آپ کی سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم لوگ اپنی ابتداء سے واقف ہوں تو بنیادیوں تو بڑی لمبی چوڑی ہے، مختصراً ایک دو باتیں اس سلسلہ کی ذہن میں رہنی چاہئیں، مثلاً: جب اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے تو ابتداء ہی سے مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا، جس کو حضرت ورقہ نے خود مخالفتوں کے آنے سے پہلے فرمادیا تھا کہ جس حق کو لے کر تم آرہے ہو تو حق جب بھی آئے گا تو اس کی مخالفت کی جائے گی، ایک تو بنیادی بات یہ ذہن میں رکھنی چاہیے جب صحیح بات کہی جائے گی تو لوگوں کو ناپسند ہوگی، اور جب حق کا پرچار کیا جائے گا تو اس کی مخالفت باہر سے تو ہوگی ہی اپنے اندر سے بھی ہوگی، تو مخالفتوں سے ڈرنا اور گھبرانا کام کرنے والے کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا، گھبرانا اس کو نہیں چاہیے کام کرنا چاہیے، اپنے کام میں لگنا چاہیے، نمبر ایک۔

اگر فرق کو سمجھ لیں

نمبر دو:- کہ باد مخالف چاہے کتنی ہی دور سے چل رہی ہو، آخر کار نتیجہ اہل حق ہی کے حق میں نکلتا ہے، وقت وقت کی بات ہوتی ہے کبھی جلدی کبھی دیر، یہ کچھ تو ہماری کوششوں سے متعلق ہے، اور زیادہ اور حقیقۃ اللہ کی توفیق اور اس کی مدد سے، لیکن اس میں ظاہر ہے کہ ہماری کوششیں بھی ضروری ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نظام ایسا رکھا ہے جس کو بہت میں عرض کیا کرتا ہوں، حضرت علی نے اس مشکل کو حل کر دیا ہے، اللہ نے ان کو بہت غیر معمولی فہم عطا فرمایا تھا، ایک بات حضرت علی نے بہت غیر معمولی کہی ہے ہر شخص کو پیش نظر رکھنی چاہیے، اس کی وجہ سے بڑا دھوکہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے ناکامی ہوتی ہے، اور آدمی صحیح منزل و مقصود تک نہیں پہنچ پاتا، معمولی سی بات ہے لیکن اس کے پیچھے بہت کچھ ہے، ایک شخص نے حضرت علی سے آکر پوچھا تھا کہ ہم کو اختیار کتنا ہے اور کتنا نہیں ہے؟ پیچیدہ سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کتنا اختیار دیا ہے کتنا نہیں دیا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ حضرت علی کو اللہ نے غیر معمولی سمجھ عطا فرمائی تھی، ایک منٹ میں حل کرتے تھے تو انہوں نے کہا کوئی مسئلہ نہیں، بس آؤ سامنے کھڑے ہو جاؤ، اور کہا ایک پیر اٹھاؤ، اٹھایا، اس سے کہا دوسرا اٹھاؤ، کہا نہیں اٹھا پائیں گے، کہا بس یہی اختیار ہے، اتنا ہے اتنا نہیں ہے، حضرت علی نے اس سے بہت کچھ سمجھا دیا، لیکن چونکہ ہم لوگ غور نہیں کرتے اس لیے مسئلہ ادھورا رہ جاتا ہے تو ہوتا یہ ہے کہ اب اسی پیر کو لے لیجئے، اگر آپ دونوں پیر اٹھا کر چلیں گے تو اوندھے منہ گریں گے، یعنی جس میں اختیار تھا اس کو اختیار نہیں کیا، اور جس میں اختیار نہیں تھا اس میں محنت کی، تو اوندھے منہ گریں گے، اور آسان سے منزل طے نہیں کر سکتے، تو معلوم یہ ہوا کہ ایک اٹھانا پڑے گا اور ایک رکھنا پڑے گا پہیے کی طرح ہے یہ، اختیار اور غیر اختیار کا چکر چل رہا ہے، تو اب جو کوشش ہمارے ذمہ ہے وہ اختیاری ہیں، وہ ہم کر لیں، اور پھر اللہ پر چھوڑ دیں، جو غیر اختیاری ہے، ہوتا یہ ہے کہ جو غیر اختیاری ہے اس میں ہم

پھنس جاتے ہیں، تو محنت کرنا ہمارے ذمہ ہے نتائج اللہ کے ہاتھ میں ہیں، ہم محنت کریں نتائج کی فکر نہ کریں، وہ اللہ تعالیٰ دے یا نہ دے، وہ اللہ پر چھوڑ دیں، یا اس کو اور واضح طور پر یوں سمجھ لیں نیک بننا ہمارے ذمہ ہے جس کو کہتے ہیں صالح بننا ہمارے ذمہ ہے، اور مصلح بنانا خدا کے ذمہ ہے، ہوتا یہ ہے کہ ہم مصلح بننے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں، تو اوندھے منہ گرتے ہیں، مصلح خدا بناتا ہے، صالح ہم بنتے ہیں، اس لیے اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ یہ مرض عام ہو گیا ہے، کہ ہر آدمی مصلح بننا چاہ رہا ہے، اور صالح بننے کی فکر نہیں ہے، سب یہ چاہتے ہیں کہ ہم رہبر بن جائیں، مصلح بن جائیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خود بھی اپنے کو نقصان پہنچا رہے ہیں، دوسروں کو بھی نقصان پہنچا رہے ہیں، تو ایک بات یہ ہے کہ آدمی اپنے کو سمجھے کتنا اختیار ہے کس چیز میں اختیار میں ہے، اس کو بجالائے، اور جب نہیں ہے وہ خدا کے حوالے کر دیا۔

آپس میں محبت ضروری ہے

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جب اپنے کام کو آگے بڑھایا تو لوگ شیر و شکر ہوتے چلے گئے، تو آپ نے مؤاخات کرادی انصار و مہاجرین میں یعنی یہ سمجھو کہ یہ تمہارا سگا بھائی ہے، ایک انسان دوسرے انسان کا سگا بھائی ہے، یعنی جو ہجرت کرنے والا ہے اور جو نصرت کرنے والا دونوں کو سگا بھائی بنا دیا، یہاں تک کہ شروع میں تو ایسا محسوس ہوا کہ میراث میں بھی شرکت ہو جائے گی، لیکن پھر اسلام چونکہ نیچرل دین فطرت کے مطابق ہے، تو اسی لیے اس نے غیر فطری ہر چیز کو ختم کر دیا، آپ کے کسی بیٹے کو اپنا بیٹا بنانا یہ اَن نیچرل ہے، تو اسلام نے کہا یہ ہو ہی نہیں سکتا، ہاں آپ اس کو بیٹا جیسا سمجھیں ٹھیک ہے، سب کو سمجھئے، اور اس کو اپنے گھر میں رکھئے، خوب خاطر میں لیجئے، لیکن اگر یہ سمجھیں کہ بیٹا ہے ہمارا تو یہ غلط ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا، آپ ان کو سگے بھائی سے بڑھ کر سمجھئے لیکن سگا بھائی ہو جائے گا یہ ہو ہی نہیں سکتا، ایسے ہی یہاں پر آپ ان کے سگے بھائی نہیں ہیں آپ ان کو سگے بھائی سے بڑھ کر سمجھئے لیکن سگا بھائی

ہوجائے یہ نہیں ہوگا یہ فطرت کے خلاف ہے، تو آپ نے پہلے مؤاخات کرائی، بھائی بھائی بنادیا، جب بھائی بھائی بن گئے تو کہا اب مضبوط ہوگئے آگے بڑھو، اور اس طرح اپنے اس اخوت کے قافلہ کو آگے بڑھاؤ، یہاں تک کہ جو لوگ آگے آگئے ہیں، سب کو بھائی بنایا جاتا رہا، اور دلوں کو جوڑ دیا گیا، محبت پیدا کردی گئی۔

اسلام کا کارنامہ

یہ قافلہ جب آگے بڑھا تو مصر و شام اور افریقہ کے ممالک اور ادھر ماوراء النہر جو روس کا علاقہ ہے یہاں پہلے اسلام گیا ہے تو اس میں ایک تو یہ ہے کہ ان میں سے جو بہت ہی کٹے ہوئے پھٹے ہوئے ہیں، اور اخلاقی اعتبار سے ذہنی اعتبار سے بالکل گئے گزرے تھے بڑے سخت تھے کہ ان کا نام لیا جاتا تھا تو سختی اور قتل و غارت گری کا تصور آتا تھا جس کو بربری کہتے ہیں، یعنی یہ علاقہ سارا بربروں کا ہے، جو آج کل جہاں ہورہا ہے تیونس ہے لیبیا ہے، ادھر چلے جایئے، مراکش ہے یہاں بربروں کی بہت بڑی آبادی تھی، اور یہ سب بربر ہیں، محاورہ ابھی تک بولا جاتا ہے، ''بربریت'' یہ وہیں سے آئی ہے، یہ قوم ہے بربر، لیکن قتل و غارت گری اتنی زیادہ ان میں تھی کہ وہ ان کی قومیت کو گویا کہ قتل و غارت گری کا مرادف سمجھ لیا گیا لیکن جب اسلام گیا تو بربریت ختم ہوگئی، نام کی بربریت رہ گئی، جہاں بھی قتل و غارت گری ہوئی بربریت نظر آئی، لیکن بربر نظر نہ آئے، سب کو اسلام نے بدل دیا، تو ایک کام تو یہ کیا اسلام نے سب کو بدل کر رکھ دیا، تو ان کی گویا کہ بربریت کو ختم کردیا، پھر آگے بڑھ کر ان کے بعض علاقے وہ ہیں جن کی زبان ہی ختم کردی، یہ بھی اسلام ہی کا کارنامہ ہے، کسی اور کا نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ سریانی، عبرانی اور قبطی یہ زبانیں تھیں، وہ سب ختم ہوگئیں، یعنی تاریخ کا وہ قصۂ پارینہ ہیں، کوئی جانتا بھی نہیں کہ یہ زبانیں تھیں، یہاں تک کہ یہودیوں کی زبان عبرانی یہ اب دوبارہ زندہ کررہے ہیں، ختم ہوچکی یہ، تو یہودیوں نے دوبارہ عبرانی زبان اس کی بنائی ہے، تو ایک کارنامہ یہ ہے، لیکن لوگ اس کو بھول جاتے ہیں البتہ بہت بڑا کارنامہ

ہے، زبان کو کوئی نہیں بدل سکتا، لیکن اسلام نے پورے پورے ملکوں میں زبانیں بدل دیں، مصر میں عربی ہوگئی، پہلے عربی نہیں تھی، شام میں سریانی تھی عربی ہوگئی، سوڈان میں عربی ہوگئی، کمال ہے، لیکن جو علاقے آگے کے تھے تو وہاں اسلام نے یہ تو نہیں ہوسکا کیونکہ جتنا دور ہوتا جاتا ہے ظاہر ہے کہ وہ طاقت ختم ہوجاتی ہے، تو وہاں انہوں نے یہ کیا کہ زبان کو مسلمان کرلیا، یعنی یہ نہیں کیا کہ زبان بدل دیں، بلکہ زبان کو مسلمان کردیا، کیونکہ وہ زبان بڑی پرانی تھی، مثلاً فارسی زبان خود کی پوری مسلمان ہوگئی، اس کو ایسا بدل دیا، کہ فارسی زبان خود پوری کی پوری مسلمان ہوگئی، تو اب فارسی ایسی مسلمان ہوگئی کہ ہمارے مدارس کا جزو اعظم بن گئی، کہ آج تک پڑھائے چلے جارہے ہیں، حالانکہ زبان ساری اللہ کی ہیں، اللہ نے تو کہا ہے ساری زبانیں ہماری ہیں، اور اس میں نشانیاں ہیں تو وہاں زبان بدل دی اور زبان کو مسلمان کردیا، (ایران کی) اور پھر وہ گویا کہ عربی زبان سرکاری رہی، اور فارسی کی بھی اسلامی زبان رہی، یہاں تک کہ ہندوستان کی سرکاری زبان بن گئی، پورے برصغیر کی سرکاری زبان بن گئی، تو بتانا یہ ہے کہ زبان کو مسلمان کرلیا، اور یا تو زبان ختم کردی، یا مسلمان بنالیا، یہ گویا کہ ایک اہم ترین کام تھا، کیونکہ زبان کے اثرات پڑتے ہیں۔

جب مسلمان زوال کا شکار ہوئے

اب اس کے بعد یہ ہوا کہ مسلمان آہستہ آہستہ زوال کا شکار ہوگئے، اس لیے کہ اس زمانہ میں تو ہر فن میں بہت آگے تھے، جو تقریباً ایک ہزار سال کا دور سمجھ لیجئے، پانچ سو سال تو عروج کا تھا، ان کے مقابلہ میں دنیا کے اندر کوئی تھا ہی نہیں، یہاں تک کہ یورپ کے لوگ عربی زبان سیکھنے میں فخر محسوس کرتے تھے، جیسے اس وقت انگریزی پڑھنے میں فخر محسوس کیا جارہا ہے، بالکل ایسے ہی یورپ کے لوگ آکر عربی کی خوشامد کرتے تھے کہ ہم کو سکھادو، اور سارے علوم مسلمانوں سے سیکھتے تھے بالکل وہی حال تھا جو اس وقت ساری دنیا کا یورپ کی زبانوں کے بارے میں ہے، آہستہ آہستہ پانسہ

پلٹا، اور انہوں نے علوم وفنون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور مسلمانوں کو آپس میں دست وگریباں کر کے اور علوم سے بے گانہ کر کے کنارہ کر دیا، اور وہ آپس میں ہزاروں سال الجھتے رہے۔ پوری تاریخ ہے۔ ہم کو تو یہاں لانا اس بات پر ہے کہ ایک دور وہ آیا کہ یورپ پوری دنیا میں چھا گیا، اور اس طرح چھایا کہ ان کی زبان اصل زبان قرار پائی، اور وہ علوم جو مسلمان تھے یعنی جو کام مسلمانوں نے کیا تھا وہی کام یورپ کے لوگوں نے اپنے اعتبار سے کیا، اسلام نے یہ کیا تھا کہ فارسی کو مسلمان کیا تھا، انہوں نے یہ کیا کہ فارسی ہی کو ختم کرنے کی کوشش کی، فارسی ختم ہی نہیں ہو سکی، تو انہوں نے سمجھ لیا کہ اس دور میں زبانوں کو مٹانا تو مشکل ہے، تو انہوں نے کہا اس کے اندر جو اسلامیت آ گئی ہے اس کو کھرچ کر نکالو، تو اس پر انہوں نے محنت کی، اور دونوں طریقہ سے محنت کی، ایک تو یہ کوشش کی، اس کے اندر غیر اسلامی عناصر پیدا ہو جائیں۔

عربی پر بہت محنت کی لوگ جانتے ہیں سب سے زیادہ عربی پر محنت کی، کیونکہ وہ جانتے تھے جڑ یہی ہے جڑ کو کاٹ دو، پورا پیڑ سوکھ جائے گا، تو اس لیے اتنے تیشے چلائے ہیں عربی زبان کی جڑ پر، کہ عربی زبان والے جانتے ہیں اس کو، کہ عربی کو علاقائی زبانوں میں تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی، مختلف لہجوں میں بانٹنے کی کوشش کی گئی، لیکن عربی عربی ہے کیونکہ قرآن وحدیث سے جڑی ہوئی ہے، جب تک قرآن رہے گا عربی رہے گی، کوئی بدل نہیں سکتا، تو تیشے تو انہوں نے چلائے شاخیں کٹ گئیں لیکن پھر درخت ہرا بھرا ہو گیا، زبان پھر پلٹ آئی، اور آج بھی اس کا عروج ویسا ہی ہے عربی کو کوئی ختم نہیں کر سکتا، جب تک قرآن رہے گا عربی رہے گی، لیکن یہ ضرور ہوا کہ انہوں نے اپنے کام کے لیے بہت سے لوگوں کو خرید لیا، اور ادھر تو ظاہر ہے کہ کسی کے اندر ہمارے برصغیر میں طاقت ہی نہیں تھی کہ اس کے سیلاب کو روک سکے تو نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز عربی کا ایک لفظ بولنے پر اتنا فخر محسوس کرتے تھے کہ مزا آتا تھا دیر تک۔

جب مرعوبیت اس حد کو پہنچ جائے

ہمارے بڑوں نے جو بوڑھے ہیں انہوں نے بتایا جب انگریز کی حکومت ہندوستان میں تھی تو اس وقت اگر ایک انگریز کسی مسلمان سے ملتا تو اگر وہ صرف یہ کہہ دیتا کہ How Are You یا کوئی نام پوچھ لیا، What Is Your Name تو وہ جب گھر لوٹ کر گئے تو بولتے نہیں تھے لوگوں نے کہا کہ آپ بول نہیں رہے ہیں کیا بات ہے؟ کہا کہ جانتے بھی ہو آج وائسرائے نے مجھ سے یہ یہ کہا ہے، تو اتنے اس وقت مست تھے کہتے تھے کہ اب آپ اس لائق نہیں ہو کہ ہم تم سے بات کریں اتنا فخر محسوس کرتے تھے بلکہ ہمارے ایک بڑے بزرگ نے سنایا کہ یہاں تک بات پہونچ گئی تھی کہ ایک دن ایک بڑے بیرسٹر تھے اور کہنے لگے کہ یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ خوبصورت لوگ گورے چمڑے والے ان کو اللہ تعالیٰ جہنم میں کیسے ڈال دے گا؟ یہ پسماندگی اور تاثر جب ہوتا ہے آدمی کے اندر تو بات کہاں تک پہنچ جاتی ہے، وہ بات تو اب ختم ہوگئی الحمدللہ ہم لوگوں نے دیکھا بھی نہیں، سنا ہے، اور اسی وجہ سے اس زمانہ کے مسلمان نہ جانے کتنے جہنم میں چلے گئے، اس لیے کہ انگریزوں کی غلامی تھی اور انگریزوں کے راستہ پر پڑے تو نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے، سیدھے چلے گئے، اس لیے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کا مزاق تک اڑاتے تھے اور اسلام کا مزاق اڑانا تو آج تک جاری ہے، یعنی سب کچھ ختم ہوجانے کے بعد ابھی بھی اتنا تاثر ہے کہ عام بول چال میں انگریزی کے الفاظ کتنے بولتے ہیں لوگ، آدھی انگریزی ہوتی ہے آدھی اردو ہوتی ہے، اب تو لوگ عادی ہوگئے، مجھے تو ابھی بھی ہنسی آتی ہے کہ ایک طرف نام پوچھیں گے آپ کا کیا نام ہے؟ دوسری طرف انگریزی کا ایک لفظ بول دیں گے، ارے بھائی نہ انگریزی ہے نہ اردو کیا بول رہے ہو؟ لیکن اس وقت جو ہمارے انگلش میڈیم کے طلباء ہیں، ان کی گفتگو سنئے آپ اور آپ کو شاید موقع بھی ملا ہو، مجھے

آج کل بہت مل رہا ہے اس لیے کہ میں آج کل بچوں میں انعامات کا مقابلہ کرا رہا ہوں، تو ابھی جودھپور میں، اورنگ آباد میں اور لکھنؤ میں پندرہ بیس جگہ میں کالجوں میں جا چکا ہوں، تو لڑکوں سے بھی تاثرات لیتے ہیں، آؤ تم بھی بولو، تو آدھی انگریزی بولتے ہیں آدھی اردو بولتے ہیں، عجیب ہے نہ ادھر کے نہ ادھر کے، تو ابھی بھی تاثر اتنا زیادہ ہے تو اب ظاہر ہے کہ ہمارے پاس وہ نہیں ہے جس سے ایک ہی جھاڑو میں سب ٹھیک ہو جاتا ہے وہ جب ہوگا جب دیکھا جائے گا کوشش اس کی بھی جاری رہنا چاہیے، اور انسان کے اندر یہ خیال رہنا چاہیے کہ اللہ وہ موقع دے۔

قوت دو طرح کی ہے

قوت دو طرح کی ہے، اور بغیر قوت کے کام نہیں ہوگا ایک قوت حکومت کی ہے، اور ایک قوت علم کی ہے، اس کے اندر بھی اللہ نے قوت رکھی ہے، یوں کہہ لیں عہدہ میں قوت ہے پیسہ میں قوت ہے، علم میں قوت ہے، عہدہ کی قوت اپنی جگہ پر ہے اس کا انکار کوئی کرتا ہے تو غلط ہے، اس کے اندر طاقت ہے ایسے ہی پیسے کے اندر قوت ہے، اس کا بھی اگر کوئی انکار کرے تو غلط ہے، اور علم کے اندر بھی قوت ہے، اور اگر اس کا کوئی انکار کرے تو غلط ہے، لیکن ان تین میں علم سب سے زیادہ ہے، علم کی قوت کے آگے تو سب جھک جاتے ہیں، بڑے بڑے لوگ، اللہ نے علم کے اندر بہت طاقت رکھی ہے، اس لیے کہ علم دماغ ہے سر ہے، اور مال پیر ہے، اور حکومت ڈھانچہ ہے، تینوں کے اندر الگ الگ معاملات ہیں، تو اگر جسم کے اندر طاقت ہے تو کیا کہنے ظاہر ہے کہ اس سے سارے کام وابستہ ہیں، اور پیر میں طاقت ہے، تو چل سکے گا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکے گا، اس لیے کہ قرآن مجید میں بھی پیسے کو قیاما کہا گیا ہے، یعنی پیر اور یہ کھڑے ہونے کے لیے ہے، اور علم بڑے ہونے کے لیے ہے، اور عہدہ طاقت اور بیٹھنے اور لوگوں پر رعب جمانے کے لیے ہے، تو تینوں چیزوں کے اندر اللہ نے طاقت رکھی ہے، تو اگر ہمارے پاس عہدہ نہیں ہے جو اس وقت چل

رہا ہے ساری دنیا میں، اور پیسہ یہ بھی ہے لیکن عہدہ سے وابستہ ہے، پیسہ تو عہدہ جب کمزور ہوتا ہے، تو پیسہ ہوتے ہوئے بھی آدمی کمزور ہوتا ہے، لیکن ایک چیز ہے علم، وہ بہر حال ہے اس کے اندر آج بھی طاقت ہے، علم اپنا لوہا منوالیتا ہے، اور جو قرآن شریف میں آتا ہے کہ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (التوبۃ: ۳۳) یعنی اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ یہ دین غالب آئے، اور سارے دین مغلوب ہوں ایک تو وہ عہدہ اور طاقت سے ہوگا دوسرا علم سے بھی ہوگا یعنی تمام مذاہب علمی اعتبار سے کتنے کس مقام پر ہیں، اور اسلام کس مقام پر ہے؟ تو اسلام ظاہر ہے کہ سراپا علم ہے، یوں کہہ لیں کہ اسلام تمام مذاہب میں سر کی حیثیت رکھتا ہے، اور جتنے دوسرے مذاہب ہیں سب سر کے نیچے ہیں، تو ظاہر ہے سر سر ہے دماغ دماغ ہے، وہ سب کو چلاتا ہے۔

علم بہت اونچی چیز ہے

اس لیے کہ آدمی اپاہج بھی ہو اور پیر سے بھی کمزور ہو لیکن اگر دماغ ہے تو وہ بیٹھے بیٹھے بہت بڑا کام کر لیتا ہے ہمارے ڈاکٹر آصف قدوائی صاحب ہمارے یہاں تھے وہ فکری کتابوں کو لکھتے تھے، لیکن ان کا حال کیا تھا میں تو جانتا تھا کہ وہ تقریباً اٹھارہ سال کی عمر سے بستر پر پڑے تھے، اور ۶۷ سال کی عمر تک رہے، ایک کروٹ سے، پورا بدن ان کا زخمی ہو گیا تھا، یہاں تک کہ جب آخری دفعہ حضرت مولانا ان کے پاس گئے ہیں تو انہوں نے کہا۔ کبھی شکایت نہیں کی۔ لیکن اس دن انہوں نے کہا حضرت اب برداشت نہیں ہوتا دعا فرما دیجئے، ایمان پر خاتمہ ہو جائے، لیکن صرف لیٹے لیٹے ہی سارا کام کرتے تھے کتاب کی جلد توڑ کر ایک ہاتھ سے پڑھتے تھے، ایک ہاتھ سے لکھتے تھے اور اس طرح ۵۰-۶۰ سال کام کیا، اور ۵۰-۶۰ سے زیادہ کے مصنف ہیں، تو یہ ہے دماغ اور علم، بہت اونچی چیز ہے، تو اب اگر ہم جن کو اللہ نے پیسہ دیا ہے، یہ ایک طاقت ہے، اور اسی سے چلنا ہے کھڑا ہونا ہے، اور علم یہ تو سر ہے، اسی سے رہنمائی ہوتی ہے، یہ قیادت کرتا ہے چلاتا ہے۔

ساری زبانیں اللہ کی ہیں

اب لڑائی ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے، یعنی جیسے بعض حلقوں سے ایک زمانہ تک رہا کہ انگریزوں کی زبان سے انگریزی نہیں سیکھا جاتا ہے انگریزوں سے مخالفت تھی دشمنی تھی، تو علماء نے یہ بات چلائی تھی، اور وہ اس وقت ضروری تھی، لیکن اب دور وہ چلا گیا، اب انگریزی جو ہے وہ ہماری زبان ہے، اس لیے کہ ساری زبانیں خدا کی زبانیں ہیں، ان سب زبانوں میں اللہ کی نشانیاں ہیں، تو اللہ کو پہچاننے کی یہ ساری صورتیں الگ الگ ہیں، تو جس طرح عربی میں حمد وثنا ہوتی ہے، اور اردو میں حمد وثناء ہوتی ہے، تو انگریزی میں بھی حمد وثناء ہونی چاہیے، اللہ کی حمد مقصود ہے، جس زبان میں ہو، اب اگر ہندی جاننے والا ہے بھی بے چارہ، نہیں جانتا اردو، پھر کیا حمد کرے گا؟ تو اس کو ہندی میں کرنا چاہیے، اللہ کے لیے اجنبی تھوڑی ہے ہندی، ساری زبانوں کا وہی خالق ہے، تو اس کے لیے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے تو اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم علم اور مال اب دو طاقتوں کو لے کر اس تیسری طاقت تک پہنچنے کی کوشش بھی کریں، اور اس کے ذریعہ سے اسلام کو ساری دنیا میں عام کریں، یہ ہماری ذمہ داری ہے، تو ایسے ہی میں جتنے ہمارے لوگوں کا لجوں کی طرف لپک رہے ہیں، بھاگ رہے ہیں، انگریز انگریزی کے جو اثرات تھے وہ بھی چھوڑ گئے، تو ان اثرات کو اسلامی اثرات میں بدلنا اور انگریزی زبان کو جیسے فارسی کو مسلمان بنایا ہے ایسے ہی انگریزی کو مسلمان بنانا ہے، اور یہ ہو جائے گا کچھ دنوں میں، اس لیے کہ اب انگریزی میں اتنا لٹریچر اسلام کا آرہا ہے، تو ہم لوگ بھی اس میں مدد کریں، اور اپنے بچوں کو ان کی جھولی میں جانے سے پہلے بچالیں، کیونکہ ابھی بھی وہ اپنی زبان کے ذریعہ سے اور کلچر کے ذریعہ سے جو چیزیں لائے ہیں، ایک تو زبان لائیں ہیں، اور زبان کے ساتھ کلچر بھی لائیں ہیں، اور یہ ہوتا ہے کہ جب زبان کسی آدمی کی آتی ہے اور ایسے آدمی کی آتی ہے، جو غالب تھا اور جو حکومت میں تھا تو اس کے ساتھ اس کا کلچر بھی آتا ہے، جیسے ایک زمانہ

میں مسلمانوں کا آیا تھا، اور اس پر لوگ فخر کرتے تھے لیکن اب ان کا آرہا ہے۔

آج کالج دجال کی جنت ہیں

ہمارے کالج جو ہیں یہ سارے کے سارے اس وقت دجال کی جنت بنے ہوئے ہیں، جس کو میں کہا کرتا ہوں دجال کی جنت، حدیث میں آتا ہے کہ یہ دجال جب آئے گا تو اس کے ایک طرف جنت ہوگی اور ایک طرف جہنم، اور اس کی جنت جو ہوگی وہ اصلا جہنم ہوگی، اور جو جہنم ہوگی وہ اصلا جنت ہوگی، آپ نے فرمایا جو اس کی جہنم میں جائے گا جنت کا مزا پائے گا، اور جو اس کی جنت میں جائے گا وہ جہنم میں جائے گا، اس وقت بھی ایسا ہی ہے جو اس کلچر میں پھنسے ہوئے ہیں وہ اصلا اس جہنم میں ہیں، لوگ ترس کھاتے ہیں بے چارے غریب ہیں، پیسہ ان کے پاس کم ہے، دیکھنے میں معمولی نظر آرہے ہیں، اور اس میں گویا کہ اپر کلاس کے لوگ ان میں شامل نہیں ہیں، ہوٹل میں نہیں جاتے، فایو اسٹار ہوٹل میں اپنا فنکشن نہیں کر پاتے، تو تم عیش و عشرت میں نظر تو آرہے ہو، لیکن جہنم تیار ہے، اور ہم دیکھنے میں تھوڑے پریشان نظر آرہے ہیں، لیکن جنت ہمارے لیے تیار ہے، مگر یہ اس وقت ہوگا جب صحیح اسلام پر وہ ہوں، ورنہ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

یہ بھی ہوجاتا ہے لیکن جو صحیح دین پر ہیں، وہ بہت مزے میں ہیں، تھوڑی پریشانی تو ہوتی ہے، لیکن وہ کوئی خاص پریشانی نہیں ہے۔

ان چیزوں کو مسلمان بنا کر استعمال کریں

ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان کالجوں سے اپنے بچوں کو ہٹالیں، اور اپنا کالج اسی انداز کا اسلامی کلچر کا قائم کریں، اور اس میں شرمانے کی بالکل ضرورت نہیں یعنی بالکل اطمینان کے ساتھ اپنے کلچر کو لائیں، لیکن انگلش زبان کے ساتھ اور جو سائنسز آرہی ہیں، ان تمام سائنسز کو پڑھا کر لیکن ان سب کو مسلمان بنا

کر کلمہ پڑھا دیا، جیسے فلسفہ کو مسلمانوں نے پڑھایا ہے کلمہ، ہمارے حضرت تھانوی نے لکھا ہے کہ عبدالباری کے ہاتھ پر فلسفہ نے اسلام قبول کرلیا، اس طرح انہوں نے فلسفہ کو پیش کیا، کہ معلوم ہوتا ہے وہ اسلامی ایک فن ہے، ایسے ہی اور سائنسز جو ہیں ایک دو کو چھوڑ کر یہ سارے علوم ہمارے ہیں، ان کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی ہے، لیکن ہم لوگ اتنے ناآشنا اور جاہل ہوگئے کہ ہم کو کچھ معلوم ہی نہیں ہے، علامہ سید سلیمان ندوی نے عمر خیام پر ایک کتاب لکھی ہے، تو اس کو آپ دیکھیں اٹھا کر عمر خیام کے بارے میں یورپ والوں نے یہ بتایا ہے کہ وہ صرف ایک گویا شاعر تھا، غزل گو، اور اس کی غزلیات جو ہیں وہ چودہ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا یورپ کی چودہ زبانوں میں، اور دنیا کی بہت زبانوں میں ترجمہ ہوا، لیکن وہ اصلا سائنس کا آدمی تھا جب سائنس کے کاموں سے تھک جاتا تھا اور لیٹے لیٹے غزل کہتا تھا طبیعت کو فریش کرنے کے لیے، تو کتنا بڑا آدمی رہا ہوگا طبیعت کو فریش کرنے کے لیے جو اس نے غزل لکھی وہ چودہ زبانوں میں ہے، اور جو اصل اس کا کام ہے وہ سائنس کا ہے یورپ والے جب سائنس میں اس کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں ''کھیام'' تو اب بے چارے مسلمان جانتے ہی نہیں ''کھیام'' کون؟ اور جب غزلیات میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں تو عمر خیام، تاکہ مسلمان یہ سمجھیں بس گاتا بجاتا رہا ہوگا پوری زندگی میں اس کو کچھ کام ہی نہ تھا، اور جو اصل اس کا کام ہے وہ سائنس کا ہے اسی طرح نہ جانے کتنے ہیں اب تو خوب کتابیں بھی آرہی ہیں، اور اس پر لکھا بھی جارہا ہے۔

تو یہ سارے علوم ہمارے ہیں، جب ہمارے ہیں تو ہم جس طرح چاہیں اس طرح پڑھائیں گے، حدیث میں آتا ہے "الحکمة ضالة المؤمن فحیث ما وجدها وهو أحق بها" (سنن ابن ماجة فی باب الحکمة) حکمت جو ہے وہ مؤمن کا گمشدہ مال ہے جہاں بھی ہے وہ ہمارا ہے کھو گیا تھا، ہمارے باپ دادا کا یہ علم ہے، آپ اس کو اٹھا لے گئے تھے اب ہم واپس لے رہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ آپ

نے اس کو خراب کر دیا ہے ہم اس کو صحیح کر کے جیسا تھا ویسا ہی کر لیں گے اور اس کو آگے بڑھائیں گے مارکیٹ میں لے آئیں گے، یہ تو ہماری گھر کی چیز ہے، ہم جانتے ہیں کہ مارکیٹ میں کس قیمت پر ملے گا یہ؟ اور اس کی قیمت بڑھائی کیسے جائے؟ موتی ہے آپ لے گئے تھے آپ کو چھید کرنا بھی نہ آیا، آپ نے موتی میرا خراب کر دیا، چھید کرنے کا فن جو ہم کو آتا ہے اور چھید کرنے سے موتی کی قیمت بہت آگے بڑھ جاتی ہے، تو اگر یہی علوم اسلامی تصور کے ساتھ پڑھائے جائیں، اسلامی کلچر کے ساتھ پڑھائے جائیں، تو اس کا فائدہ اتنا پہنچے گا کہ پوری دنیا مالا مال ہو جائے گی۔

اگر یہ علوم تمہاری سرپرستی میں ہوتے

افسوس ہے کہ اس کی مثال میڈیکل سائنسز ہے، اس وقت اس کے سرپرست اعلیٰ یورپ والے ہیں، تو انہوں نے کہا میڈیکل سائنسز کے پڑھنے سے آپ کی دونوں جیبیں لنک جاتی ہیں، اور بینک بیلنس بن جاتا ہے، انہوں نے یہ سمجھا دیا تو پڑھنے کے لیے بھی خوب خرچ کروایا اور جب پڑھ کر آئے تو لوٹنا سکھایا، کہ اپنے غریبوں کو لوٹو، اور ان کا خون چوسو، اس طرح تمہاری جیبیں بھر جائیں گی لیکن اسلام اگر ہوتا ان کے سر پر مسلمان سرپرست ہوتے تو کہتے کہ تمہارا بینک بیلنس خدا کے یہاں بہت بڑا ہو جائے گا، اس لیے کہ انسان کی خدمت کا یہ سب سے بڑا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے تمہاری دنیا بھی بنا دے گا تم جو صحیح پیسہ لو گے، تو برکت والا پیسہ آئے گا تمہاری بھی زندگی اچھی ہو جائے گی، اور نہ جانے کتنوں کی زندگی اچھی ہو جائے گی، تو ایسے ہی سارے علوم ہیں، یہ ایک مثال میں نے دی ہے اگر سارے علوم پر سرپرستی ہماری ہو تو وہ علوم چمک جائیں گے اور انسان کی خدمت میں وہ لگ جائیں گے اور ساری انسانیت کو راحت پہنچے گی اس لیے کہ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ جو قوتیں اللہ نے ہم کو دی ہیں چاہے مال کی قوت ہو علم کی قوت ہو، ان دونوں کو لگا کر

پوری انسانیت کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں، اور سمجھیں کہ اللہ نے ہم کو امین بنایا ہے ان قوتوں کا، یعنی جس کو ذہن دیا ہے وہ اپنا ذہن لگائے اور دونوں اگر مل جائیں تو نہ جانیں کتنے اچھے نتائج سامنے آئیں گے تو اس کے لیے کوشش اب جا بجا ہو رہی ہیں، یہاں بھی میں کہتا ہوں کہ بھوپال میں بھی اسی سطح کا کام ہوتا کہ یہاں کہ وہ لوگ جو اپنے کو اپر کلاس کہتے ہیں، کسی وجہ سے وہ بھی جنت کے راستہ پر پڑیں۔

امراء کی فکر کریں

بعض دفعہ افسوس ہوتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غریبوں کے بچے مجبوراً جنت کے راستہ پر ہیں، اور جو بہت پڑھے لکھے بہت دیندار گھرانوں کے پڑھے لکھے بڑے حسب ونسب کے لوگوں کے بچے ہیں وہ جان بوجھ کر جہنم کے راستہ پر ہیں، یہ کیا معاملہ ہے، تو یہ خطرناک بات ہے، آدمی سوچے تو ہل جائے، کئی جگہ میں نے کہا کہ بچے خود بھی پڑھنا نہ چاہتے ہوں مدرسہ میں لیکن زبردستی کھینچ کر ڈال دیا گیا، اور جن کے پاس بہت پیسہ ہے اور اپر کلاس کے لوگ ہیں ان کے بچے سمجھ بوجھ کر جہنم کے راستہ پر ہیں، اب ان میں سے بچ جائیں تو الگ بات ہے، جیسے علی گڑھ جانا ہوا ابھی تو وہاں کئی پروفیسر وغیرہ بھی بیٹھے تھے تو ہاتھرس کی بات ہو رہی تھی کہ وہاں لوگ بڑے مرتد ہیں، اور ان میں کام ہونا چاہیے تو ہم نے کہا وہ بے چارے غریب اور جاہل لوگ ان کے ارتداد کی سب کو بڑی فکر ہے اور نہ جانے کتنے پروفیسر یہاں مرتد اور جہنم کے راستہ پر ہیں ان کی کسی کو فکر نہیں؟ ان کی بھی تو فکر ہونی چاہیے، جو بڑے پڑھے لکھے ہیں، لیکن مرتد ہیں، ملحد ہیں، اور وہ جہنم کے راستہ پر ہیں، ان کی فکر نہیں ہے، اس لیے فکر نہیں ہے ان کے پاس پیسہ بہت ہے، بہت شاندار کوٹھیوں میں رہتے ہیں، بڑے ہوٹلوں میں فنکشن کرتے ہیں، ایسے تھوڑی ہے جنت کے راستہ پر پہنچ جائیں گے، یہ تو فرعونی بات ہوئی، فرعون نے کہا تھا کہ ﴿هَـٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾ (الزخرف: ۵۱) جب فرعون سے حضرت موسیٰ نے کہا میاں کہاں غلط

راستہ پر سب کو بہکا رہے ہو؟ تو فرعون نے یہی کہا تھا کہ یہ کوٹھیاں یہ محل یہ باغات یہ نہریں یہ سب ہونے کے باوجود بھی مجھے ایسا الزام دیتے ہو، یہ سب میرے پاس تو ہے، اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ میں سب سے اونچا ہوں جنت کے راستہ پر ہوں، یہ دھوکہ ہے بہت بڑا، اور یہ فرعونی سوچ ہے، تو اس لیے ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کریں، اور یک جٹ ہو کر یہ کام کریں، تو ہو سکتا ہے ہمارے ذریعہ سے نہ جانے کتنے بچے جنت کے راستہ پر آجائیں، اور اللہ تعالیٰ ہماری فلاح اور کامیابی رکھ کر ہم کو نہ جانے وہاں کتنے درجات عطا فرمائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ایمان اور عمل صالح کی ضرورت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رحمة للعالمين خاتم النبيين شفيع المذنبين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله الطاهرين وصحبه الغر الميامين وعلىٰ من تبعهم ودعا بدعوتهم الى يوم الدين ،أما بعد!

ابھی ہم اور آپ علمائے کرام کے بیان سے مستفیض ہو رہے تھے اور ہمارے شاعر صاحب عکاسی کر رہے تھے کہ ہم کیا ہیں اور بیانات ہمارے سامنے کیا ہیں؟ آج ہمارے نورانی وانسانیت کے نہ ہونے کے سبب ہم کو جلسوں سے بھی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے، کیونکہ مقصد سے آتے نہیں، مقصد سے جاتے نہیں، اور جب تک یہ نہیں ہوگا تو نہ جلسوں سے کچھ ہونے والا ہے نہ تحریکوں سے، اسی وجہ سے ایک بڑے بزرگ نے فرمایا تھا کہ تقریر تو تعارف کا ذریعہ ہے بعد میں وہ ہوتی ہے، اور اس تعارف کے نتیجہ میں جو دو باتیں ذہن میں رہیں ان کو معلوم کیا جائے جو ان میں قابل درست ہیں ان کو درست کیا جائے تاکہ کہنے کا فائدہ ہو اور کچھ حالات بن جائیں اس لیے ہمارے بزرگان دین جو ہوا کرتے تھے وہ تقریر کرتے تھے اور یہی بات کہتے تھے اور تقریر وہ اسی لیے کرتے بھی تھے تاکہ ان کو سمجھا دیا جائے اور سمجھنے والے سمجھ کر آجائیں اور جو کچھ سنتا ہوا طمینان سے سن کر گھر جائیں، اور اس کے بعد عمل کریں آکر، اب اکثر وبیشتر ہمارا مقصد یہ رہا ہی نہیں ہے لہذا اس کے فوائد وثمرات بھی سامنے نہیں ہیں، خاص کر

لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ہوتی ہے، ورنہ بعض دفعہ ہم سب اسی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، تقریر ہماری اچھی ہوئی کہ نہیں ہوئی، پسند آئی کہ نہیں آئی، جب ہم اس فکر میں پڑ جائیں، تقریر پسند آئی یا نہیں، بس وہیں ہمارا معاملہ الگ ہو گیا، پسند کا مسئلہ نہیں ہے صحیح بات کہنے کا مسئلہ ہے اور صحیح بات کہنا بھی ہمارے لیے نیکی ہی میں لکھا جائے گا، صحیح انداز سے کہیں یہ بھی ذمہ داری ہے کیونکہ اگر سخت ہے اور حق جو ہوتا ہے یہ بہت ہی زیادہ عجیب وغریب چیز ہے، تو آدمی جب حق کہتا ہے تو ذرا سی پریشانی ہوتی ہے، تو اس میں یہ بھی ہونا چاہیے کہ حق کہے تو حق کو ناحق نہ کہے، حق کو بھی صحیح طریقہ سے کہے، اس لیے کہ بات کہنا کا بھی سلیقہ ہوتا ہے۔

بات کتنی ہی بے سلیقہ ہو کلیم　　بات کہنے کا سلیقہ چاہیے

گھاٹے سے بچیں

اسی لیے قرآن مجید میں آیا ہے ﴿ وَالْعَصْرِ، إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (العصر: ۱-۳) کہ اللہ تعالیٰ جو انسانوں کا بنانے والا ہے وہ کہہ رہا ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے، یعنی سارے انسان گھاٹے میں ہیں، اگر کسی سے یہ کہہ دیا جائے کہ آپ گھاٹے میں ہیں، تو دوڑ پڑے گا، کسی سے کہہ کر دیکھ لیجئے آج، اس لیے کہ گھاٹے کا لفظ جو ہے بہت زیادہ خطرناک ہے، اور خداوند قدوس نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے کہا گھاٹا ہے، آمدنی میں کیا گھاٹا ہے، اور پھر غور کیجئے تو پڑھنے والے کا گھاٹا کیا ہے کہنے والے کا گھاٹا کیا ہے سننے والے کا گھاٹا کیا ہے، اور ان تمام گھاٹوں سے بچانے کے لیے یا یوں کہہ لیں تمام گھاٹیوں سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا ﴿الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر﴾ کہ جس کے اندر چار صفات ہوں گی وہ گھاٹے سے بچ جائیں گے اس میں کوئی تخصیص نہیں کی، بلکہ کہا بچ جائے گا جو اپنے اندر ایمان کا کرنٹ پیدا کر لے "الا

الذین آمنوا" جو ایمان لے آئیں، پھر کیا "وعملوا الصالحات" پھر یہ کہ انہوں نے اچھے اعمال کئے تو کہنے میں یہ بات بہت آسان ہے ایمان لے آئے، آپ عمل صالح کیجئے، ایمان ہے کیا؟ اور اعمال صالحہ ہیں کیا؟ اور اس کے بعد ایک دوسرے کو پھر حق کی تلقین کی، یعنی اسٹیج پر بیٹھ کر ہم آپ کو کریں، یہ کرنا نہیں ہے ایک دوسرے سے، یعنی آپ مجھے تلقین کریں میں آپ کو تلقین کروں، یہاں دونوں کا معاملہ ہے آپ مجھے بتائیں اور میں آپ کو، جیسے میں نے کہا تھا کہ باپ کا بیٹے سے کہنے کا انداز الگ ہوگا اور بیٹے کا باپ سے کہنے کا انداز الگ ہوگا، لیکن بیٹا بھی کہے گا باپ سے اور باپ بھی کہے گا بیٹے سے یہ نہیں کہ بس ایک ہی طرف سے کہا جاتا رہے، اور وہ چاہے جتنے غلط کام کرے اس سے نہ کہا جائے ایسا نہیں ہے، حق حق ہے، اور حق کی قسمیں بہت ہیں، غیر معمولی، اللہ کے حقوق، بندوں کے حقوق، سب آ گئے، تو تلقین ایک دوسرے کو کرنا ہے اور کڑوی دوا پلائی جاتی ہے تو جب پلاتے ہیں تو کہتے ہیں دیکھو کڑوی دوا ہے پی لو، ٹھیک ہو جاؤ گے، تو ایسے ہی حق کہیں گے تو ظاہر ہے پلٹ کر بھی سنو گے، ایسا نہیں ہے کہ کچھ نہ ہو، تو بس صبر سے کام لینا، یہ نسخہ بتایا گیا ہے اس سے بچنے کے لیے۔

ایمان کے تین درجے

اس لیے میں نے کہا کہ اس کے جو یہ تین اوصاف ہیں (۱) ایمان کا کرنٹ اس کے معنی ہیں تصدیق کے، یعنی ماننا، اب ماننا بھی کئی طرح کا ہے، ایک تو معلوم ہے کہ سن لیا، دوسرے یہ ہے کہ محفوظ ہے، تیسرے یہ ہے کہ پہنچ کر بالکل اس کے اندر داخل ہو گئے تین درجے ہیں، تو ایمان ایک تو یہ ہوا کہ مان لیا اور دوسرا یہ کہ کچھ آگے بڑھے، یہ فائدہ ہے، پھر یہ کہ چیخ پڑے، اور صحابہ کا ایمان اسی تیسرے درجہ کا تھا اسی لیے ہمارے حضرت مولانا نے لکھا ہے کہ صحابۂ کرام کے سامنے جب اللہ کے رسول ﷺ کچھ فرماتے تھے تو یہ پتہ کرنا مشکل ہو جاتا تھا کہ حضور کی زبان سے حکم پہلے نکلا ہے یا صحابہ کے قدم پہلے عمل کے لیے اٹھے ہیں، یہ حال تھا، اور اسی میں ایسے ایسے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی

طرح ایک گھر میں صحابی تھے اچانک اعلان جہاد ہوا تو نہائے بغیر نکل گئے، اتنی فرصت بھی گوارا نہ کی کہ نہانے جائیں غسل خانے میں، گئے اور شہید ہو گئے، تو اب سمجھ لیجئے کہ ملائکہ نے ان کو پھر نہلایا یہاں تک کہ ان کا نام ہی پڑ گیا "غسیل الملائکۃ" یعنی ملائکہ کے غسل دیئے ہوئے، تو صحابۂ کرام کا حال یہ تھا اور ہمارا حال تو اس سے بالکل برخلاف ہے، معلوم ہونا چاہیے ماننا ایمان ہے، جاننا نہیں، بعض لوگ کہتے ہیں تصدیق کا ترجمہ یہ ہے کہ جان لو، جاننا نہیں، مان لو، تو ایک اس میں ہے جاننا۔

ماننے اور جاننے میں فرق ہے

ایک ہے ماننا، تو جب مانے گا تو کیا؟ یہ ہوگا کہ نماز پانچ وقت کی فرض ہے، ضرور پڑھے گا، اس کو کہتے ہیں ماننا، اور اگر خدانخواستہ وہ پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھتا، تو اس نے مانا ہی نہیں، اس لیے کہ ماننے والا کام ضرور کرے گا یعنی کم سے کم پڑھے گا دو رکعت صبح کی، چار رکعت ظہر کی، چار عصر کی، تین مغرب کی، چار عشاء کی، اور تین وتر کی، اتنا تو ماننا ہی پڑھے گا، اگر وہ یہ نہیں کر رہا ہے، تو مانا نہیں بلکہ جانا، اور یہ جانا تو پھر ایمان سے باہر ہے، بہت خطرناک بات ہے، اگر ایمان تک پہنچے ہیں، صرف ایک مثال میں دے رہا ہوں نماز کی، یہی معاملہ ہے زکاۃ کا، یہی معاملہ ہے حج کا، روزہ کا، یہی معاملہ ہے اللہ کے جملہ حقوق کا، یہی معاملہ ہے اپنے بندوں کے حقوق کا یعنی جو آپس میں حقوق ہیں ان سب کا، یعنی بیوی کا حق شوہر پر، شوہر کا حق بیوی پر، باپ کا حق بیٹے پر، بیٹے کا حق باپ پر، بھائی کا حق بھائی پر، دیکھتے چلے جایئے، اس کے بعد درجہ بدرجہ۔

ایمان جب یہاں تک پہنچ جائے

ایمان تیسرے درجہ تک جب پہنچتا ہے، تب نیند بھی نہیں آتی جیسے ہمارے اکابر کے حالات میں آتا ہے ان پر کیفیت طاری ہو جاتی تھی ایک بزرگ کے پاس لوگ جاڑے کے موسم میں رات کو گئے دیکھا تو کپڑے بغل میں رکھے ہیں، اور خود تاپ

رہے ہیں کھڑے ہوئے ،تو انہوں نے کہا حضرت یہ کیا؟ تو انہوں نے کہا میرے کپڑے تو ہیں، میں پہن سکتا ہوں لیکن میرے محلہ میں بہت سے لوگ ہیں جن کے پاس کپڑے نہیں ہیں،تو تھوڑی دیر کے لیے ان کی مشابہت اختیار کرلوں، کہ ان کو جب جاڑا لگا ہوا ہو تو کیا کیفیت ہوتی ہوگی؟ اور محسوس ہو کہ ہمارے پڑوس کے لوگ کیسے پریشان ہیں؟ اگر یہ نہیں کرسکتا تو ان کی پریشانی کی تھوڑی دیر کے لیے نقل ہی اتارلوں، یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے، لیکن کیفیت ہے، صحابہ کے اندر بھی یہی کیفیت تھی، وہ بے چین ہوجاتے تھے کام کے لیے دوڑتے تھے۔

محنت کی ضرورت ہے

ہمارے حضرت مولانا نے ایک بات لکھی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ۲۳ رسال محنت کی صحابہ نے ساتھ دیا اور ۲۳ رسال محنت سے ایک ہزار سال تک گاڑی خوب چلتی رہی اور کوئی محنت نہیں پڑی دھکے کی، تو ایسے ہی حضرت مولانا نے فرمایا تم جتنی بھی محنت کرلو پھر بیٹھ جانا تمہاری محنت اسی طرح لڑھکتی چلی جائے گی، لیکن تھوڑی محنت کرنی پڑے گی، بغیر محنت کے کچھ نہیں ہوگا، اور اس وقت محنت ہی کی ضرورت ہے، ورنہ تو اس وقت مسموعات کی گرم بازاری ہے ہی، آپ کیسٹ لگایئے عمدہ سے عمدہ تقریر سن لیجئے، یعنی Enjoye ہوگیا، تقریر مشاعرے جو ہیں نعتیں بھی سب Enjoye کے لیے ہے، تقریر لگادی اب سن رہے ہیں، اور لطف آرہا ہے، تو بس ہم اسی لطف میں الجھ کر رہ گئے، اور جب صحابہ کرام کی بیعت ہوئی تھی تو انہوں نے فرمایا تھا "علی المنشط والمکرہ" یعنی پسند ہو یا ناپسند ہو جی لگے یا جی نہ لگے۔

جی لگنا نہیں، لگانا ہے

اس وقت سارا مسئلہ جی لگنے کا ہے اچھا لگ رہا ہے، اگر اچھا لگا اور کرا تو کچھ نہیں، لیکن اچھا نہ لگے تب بھی کرے تو یہ ہے معاملہ، یعنی آپ کو نماز پڑھنے میں لطف

آرہا ہے تو آپ نے نماز پڑھی، لیکن نماز کو جی نہیں چاہ رہا ہے، اب آپ نے نماز پڑھی تو یہ ہے ہمت کی بات، اسی لیے تو آتا ہے، "باب الوضوء علی المکارہ" اہل بیت کے سلسلہ میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اہل بیت کو سوائے تین چیزوں کے کسی پر نہیں ابھارا، ان میں سے ایک یہ ہے باب الوضوء علی المکارہ، یعنی جب وضو کرنا مشکل ہوا اس وقت مکمل طہارت حاصل کرنا، یہ ہے ہمت کی بات، کہیں ایسا نہ ہو جلدی جلدی ہاتھ دھویا، ادھر ادھر منہ رہ گیا، ادھر سوکھا رہ گیا، ایڑھی سوکھی رہ گئی، تو آپ نے فرمایا ویل للأعقاب من النار، (سنن ابن ماجة فی باب غسل العراقیب) یعنی ایڑھیاں جہنم کی ہیں، مکمل طہارت ہونی چاہیے، ایسے ہی ہم لوگ تو ظاہری طور پر دیکھ لیتے ہیں کہاں ایڑھی سوکھی رہ گئی ہے ایسے ہی معاملہ دل و دماغ کا بھی ہے، صحیح مقصد کا ہے، صحیح نیت کا ہے، اس میں کوئی طہارت کی کمی نہ رہ جائے، جب یہاں طہارت میں کمی کا یہ حال ہے کہ فرمایا "ویل للأعقاب من النار" تو اندر کی طہارت کا کیا حکم ہوگا؟ کیسے وہ ختم ہو؟

جب اندر ایمان پیدا ہو جائے

معاملہ یہ ہے کہ انسان کے اندر اگر ایمان ہو تو اس وقت وہ گھاٹے سے بچے گا اور ایمان کی شکلیں بھی ہمارے سامنے نہیں آئی ہیں، میں نے صحابہ کی مثال دی وہ کچھ شکلیں ہیں ورنہ صحابہ کی پوری زندگی کا عجیب حال ہے ان کا، ایک صحابی ہیں وہ اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے حضور کی وفات کا ایک دم اعلان ہوا کہ حضرت دنیا سے تشریف لے گئے تو وہ ایسا متاثر ہوئے اور دعا کی کہ اے اللہ! میں نے ان آنکھوں سے تیرے نبی کو دیکھا ہے اب دیکھوں گا کس کو؟ میری روشنی ہی نہ رہے، یہ کیفیت ہے ان کی، اسی وقت ان کی بینائی سلب کر لی گئی، وہاں یہ سب باتیں نہیں تھیں، کہ ایسا کر لینا ہے ویسا کرنا ہے، اوپر سے حکم آیا تو بس دوڑ پڑے، یہ صحابہ کا ایمان تھا، ہمارا

حال تو یہ ہے کہ ہمارا ایمان بھی ہے کہ نہیں، بہت خطرہ میں ہے معاملہ۔

جو مسلمان ہوتا ہے

مولانا یوسف صاحب کے پاس ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت ایک بڑی تعداد مسلمانوں کی مرگئی تو حضرت خاموش رہے، انہوں نے دوبارہ اور سہ بارہ کہا، تو حضرت نے فرمایا کب مسلمان ہوئے وہ؟ وہ مسلمان کب تھے؟ اس لیے کہ مسلمان کو مار کون سکتا ہے؟ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری کی پوری دنیا کا ختم ہونا اللہ کے نزدیک ہلکا ہے، ایک مسلمان کے ختم ہوجانے سے، یعنی مسلمان کا اتنا اونچا مقام ہے، کہ پوری دنیا بھی مل کر اس کو مار نہیں سکتی۔

اس لیے ایک مرتبہ ایک دشمن آیا حضور کے پاس کہا اے محمد! (ﷺ) تم کو اس تلوار سے کون بچائے گا؟ تو آپ نے فرمایا اللہ، بس فوراً اس کی تلوار گر گئی، تو ظاہر ہے کہ آپ تو سرچشمہ ہی ہیں ایمان کا، آپ تو بلند و بالا آدمی ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت سفینہ ہیں، جب وہ جنگل میں راستہ بھٹک گئے تو سامنے دیکھا شیر چلا آرہا ہے، اور تیزی سے لپکا، لیکن بالکل اطمینان سے بیٹھے ہیں، جب قریب آیا تو کہا اے شیر! ہم رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے غلام ہیں، بس شیر نے فوراً دم ہلادی، اور کہا ہم کو راستہ بتاؤ، تو پیچھے پیچھے حضرت سفینہ، آگے آگے یہ شیر چلا جارہا ہے، تو صحابہ کرام کے حالات تو یہ ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سلمان فارسی دونوں سامنے کھڑے ہیں، حضرت سعد حضرت سلمان سے مشورہ لیتے ہیں کیا کیا جائے؟ تو کہا دیکھو کوئی گناہ گار تو نہیں ہے ہم لوگوں میں، کہا نہیں، تو کہا ایمان تازہ ہے، نیا ہے، دوڑ جاؤ، جیسے ایک جوان ہو اور ایک بوڑھا ہو تو دیکھنے والا کہے گا ارے یہ جوان ہے اس کو بھیج دو، بوڑھے سے نہیں کہے گا، تو پورے فوج کے گھوڑے ڈال دیئے گئے، حضرت سلمان اور سعد آپس میں اس طرح باتیں کرتے ہوئے جارہے تھے جیسے خوشکی میں ہوں، جب دریا کے اس

پار چلے گئے تو کہا سب سامان آ گیا یا رہ گیا؟ ایک نے کہا میری لوٹیا رہ گئی تو دریا کے کنارہ کھڑے ہو کر کہا اے دریا ان کی لوٹیا کہاں رہ گئی، دیکھا تو وہ بھی آ گئی نکل کر، تو یہ کوئی ایک واقعہ نہیں ہے، ان کا تو معاملہ ہی اور ہے، وہ بہت بلند و بالا ہیں۔

صحابہ لفٹ سے اور اولیاء اللہ سیڑھی سے جاتے ہیں

اور ان کے ایمان کے واقعات تو ایسے ہیں کہ آدمی دنگ رہ جائے، پورے صحابہ کے، واضح رہے کہ اولیائے کرام یہ نہیں ہیں بلکہ وہ تو وہاں تک سیڑھی سے جاتے ہیں، جب وہ چڑھتے ہیں، تو ہر چیز نظر آتی ہے، لیکن صحابہ جاتے ہیں، اوپر لفٹ سے، بٹن دبایا نظر کچھ نہیں آیا اور بیس منزلہ پر پہنچے، تو صحابہ اور اولیائے کرام میں فرق ہے، وہاں تو ان کے ہاتھ میں لفٹ کا بٹن ہے، ایک بار دبا دیا، اور کہاں سے کہاں پہنچے، اسی لیے صحابہ کے برابر کوئی ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے کہ جہاں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا ایمان کے ساتھ، بس لفٹ کا بٹن دب گیا، اب بہت تیزی سے جائیں گے، کوئی نہیں روک سکتا، تو ایمان جو ہے وہ غیر معمولی چیز ہے، ہم لوگوں نے اصل ایمان ہی کو نہیں سمجھا، یہ واقعی بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے، کرنٹ ہے، جیسے لاؤڈ اسپیکر میں لگ جاتا ہے تو اس کی آواز پندرہ پندرہ کلومیٹر تک جاتی ہے اور یہ نہ ہو تو صرف لوہا ہے، اگر کرنٹ نہ ہوتا تو اس کو ہٹا دیا جاتا، تو ایسے ہی جب ایمان کمزور ہو جاتا ہے، تو اللہ میاں کہتے ہیں اس کو ہٹاؤ اور ایمان ہوتا ہے تو اس کی طاقت کا کچھ اور ہی عالم ہوتا ہے، کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔

اگر ایمان آ جائے

حضرت مولانا کرامت علی صاحبؒ رائے بریلی آئے تو حضرت سید صاحب نے فرمایا اب جایئے، آپ کا کام ہو گیا، دعوت کا کام کریئے بنگال بھیج دیا، بنگالی جاتے نہیں اور ان کی اصلاح کا کام اٹھارہ دن میں ہو ہی گیا تھا، ایمان سیکھ لیا انہوں نے کہا جاؤ، ایمان مل گیا اور گئے تو وہاں پچاس سال کے قریب کام کیا دعوت کا، اور

ایک کروڑ آدمی اسلام لائے ان کے ہاتھ پر، لیکن جب شروع میں سیکھ کر گئے ہیں تو ان کی بہت بری حالت ہوئی تھی اس زمانہ میں، ہمارے حضرت مولاناؒ کتنوں نے جن کے پاس ہتھیار نہیں، انہوں نے سوچا جن کے پاس کچھ وسائل نہیں، انہوں نے سوچا کہ کام ختم کر دیا جائے لیکن ہمت نہیں ہوئی، کیونکہ وہی ایمان کا اثر تھا۔

عمل صالح کی ضرورت

میرے بھائیو اور دوستو! آج ہمارا ایمان بالکل کمزور ہو چکا ہے، بس آنا اور جانا ہے، دوسرا مسئلہ ہے عمل صالح کا، اس کی بھی حقیقت سے واقف نہیں ہیں، بس عمل کرنا نہیں عمل ہو تو صالح ہو اس کا مطلب ہے کہ عمل ظاہراً و باطناً اچھا ہو، تب وہ صالح ہے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ حضور کے عمل کے مطابق ہو، تو وہ عمل صالح ہے، ورنہ نہیں ہے، آج کل نہ جانے کس کو کہہ دیتے ہیں اچھا عمل، لیکن اگر چیک کریں تو بتاؤ کہ وہ ڈپلیکیٹ تو نہیں ہے، فوراً معلوم ہو جاتا ہے ایسے ہی یہاں بھی حضور ﷺ کی سنت کے سامنے پیش کیجئے، تو معلوم ہوگا یہ کیا ہے؟ تو عمل صالح ہو تب جا کر یہ باتیں اس کے اندر پیدا ہوں گی، یہ تعلقات، عبادات، لین دین، اور آخری درجہ کے حالات تک سنت، موجود ہے، عمل صحابہ بھی موجود ہے، اس کے مطابق ہے عمل یا نہیں، اگر نہیں تو معاملہ خراب۔

سنت کو یہاں سے سمجھئے

حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی بڑے صحابی ہیں، ان کو رومی پکڑ کر لے گئے، اور کہا ایمان چھوڑ دو، تو انہوں نے کہا تم نے کیسے کہہ دیا؟ ہمت کیسے ہوگئی؟ کہا کہ حکومت میں حصہ دیں گے، اعلیٰ درجہ کا عہدہ ہوگا، تو انہوں نے کہا سوچ لو، کہا سوچ لیا، تو انہوں نے ان کو مارا پیٹا، تو آخر میں انہوں نے الاؤ جلایا، اور تیل کھولایا اور ان کے ایک ساتھی کو اس میں ڈال دیا، اور جو ہونا تھا وہ فوراً ہو گیا کہا اسی طرح تم کو بھی ڈالیں گے تو ان کے آنسو بہنے لگے لیکن کہا میری اور تمہاری سوچ الگ ہے، کہا میں اس لیے رو رہا

ہوں کہ اس بے دردی کو اللہ کے سامنے بتاؤں گا، تو وہ کیا کہے گا؟ اس لیے میں رو رہا ہوں، تو اس پر پھر چھوڑ دیا اور کہا کہ اگر تم دربار میں بادشاہ کی دست بوسی کرلو تو تم کو رہائی مل جائے گی، تو کہا میں ان کا کیا بوسہ لوں گا؟ سوچنے کا انداز بھی بدلا ہوا ہے، اور اس کے بعد پھر کہلایا۔ یہیں سے سنت کو سمجھنا چاہیے۔ کہا اگر تم میرے ساتھیوں کو چھوڑ دو تو میں دست بوسی کے لیے تیار ہوں، تنہا چھوڑو گے تو نہیں، کہا ٹھیک ہے، تو انہوں نے اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے ہی یہ کیا، لیکن آج کل معاملہ ہی الٹا ہے، اسی لیے میں کہہ رہا ہوں کہ سنت ہر جگہ مقبول ہے، کہ کیا سلیقہ اختیار کرنا ہے؟ لیکن ان سلیقوں کو ہم نے چھوڑ دیا۔

جب عمل صالح رہتا ہے

جب حضرت مولانا کے پاس ذمہ داران حکومت نے آنا چاہا تو مولانا نے انکار کردیا، کہا کسی سے ملنے نہیں جاؤں گا، لیکن جب مسلمانوں کا اجتماعی مسئلہ ہوا تو خود ملنے گئے، اور جب ذاتی مسئلہ آیا تو مولانا نے کہا ٹھیک ہے لیکن نہیں، اور ایک مرتبہ اندرا گاندھی اچانک پہنچ گئیں، تو حضرت نے کہا کوئی دروازہ ہوتا مجھے معلوم ہوتا وہ پیچھے سے ہیں، میں آگے کے دروازے سے نکل جاتا، یہ اسی وقت ہوتا ہے جب عمل صالح رہتا ہے، اور پھر حق کی تلقین ہو، اسی لیے ہمارے حضرت مولانا جو بات شریعت کے مطابق ہوتی تھی وہ کہتے تھے مجمع میں وہی کہتے تھے، آپ ان کی تقریریں اٹھا کر دیکھ لیجئے یہ نہیں کہ جس مجمع میں ہیں انہیں کی گا رہے ہیں، تاکہ سب یہ کہیں کہ ماشاء اللہ حضرت نے بڑی اچھی تقریر فرمائی، نہیں بلکہ ان کے اندر کی کمزوری بتاتے تھے کہ تمہاری یہ غلطی ہے، اس کو درست کرو، اصلاح کرلو، تو لوگ پریشان ہوتے تھے، لیکن مولانا ادب سے بھی کہتے تھے اور حضرت مولانا کو صبر کا ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا اللہ نے کہ جب ذاتی مسئلہ ہوتا تھا تو مولانا کا معمول یہ تھا کوئی آکر ان کی برائی کرے، تو انعام پائے، اور یہ واقعی کرتے تھے ایک مرتبہ رائے بریلی میں ایک صاحب آئے اور بہت

ادھر ادھر بات کی، لیکن جب وہ جانے لگے تو حضرت مولانا نے حاجی صاحب سے لفافہ لے کر روپے رکھوائے، اور ان کو جاتے وقت دیئے، یہ ہے صبر، کوئی معمولی نہیں ہے، تو یہ سوچنے کا انداز، اور ہمارا یہ ہے کہ ہماری طرف کوئی دیکھے بھی نہ، بولنا تو بہت دور کی بات، اور اگر شریف پر آنچ آرہی ہے، تو جوں نہیں رینگے گی، انا للہ وانا الیہ راجعون، ہماری سوچ اتنی بدل گئی ہے۔

نماز کو مؤخر نہ کریں

ایک بات اور یاد رکھیں کہ نماز کو کبھی مؤخر نہ کیا جائے ہمارے حضرت مولانا اس کا بہت خیال رکھتے تھے جلسے کس کے لیے ہیں؟ نماز کے لیے، اب اتنا لمبا جلسہ کرایا جائے کہ نماز مکروہ ہو جائے تو وہ غلط ہے تو جلسوں کو مختصر کرنا چاہیے، یا ایسا وقت رکھیں کہ نماز کو مؤخر نہ کرنا پڑے، ہمیشہ یاد رکھیں کہ نماز اصل ہے، اس کا سودا نہیں کیا جاسکتا، اکثر میں نے حضرت مولانا کو دیکھا پہلے نماز پڑھ کر ہی وقت پر جاتے تو میں نے بھی اس پر عمل کیا، اور نماز پڑھ لی، تو نماز پہلے ہے، اس کو پڑھیں، اور یہ باتیں جو کہی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے نفع بخش بنائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

محبت کس سے ہو؟

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رحمة للعالمين خاتم النبيين شفيع المذنبين محمد بن عبد الله الأمين وعلىٰ آله الطاهرين وصحبه الغر الميامين وعلىٰ من تبعهم ودعا بدعوتهم الى يوم الدين ،أما بعد!

میرے بزرگو دوستو اور بھائیو!

یہاں ایک عرصہ سے آنا ہو رہا ہے، اور سال میں ایک مرتبہ ملاقات ہو جاتی ہے، آپ ہم کو دیکھ لیتے ہیں، ہم آپ کو دیکھ لیتے ہیں، سالانہ ملاقات ہے لوگوں کی، اور ملاقات ہوتی رہنی چاہیے، کیونکہ اہل ایمان جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو دونوں کو فائدہ ہوتا ہے، ان کے ایمان سے، ان کو ان سے فائدہ ہوتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کا نظام اجتماعی رکھا ہے، مسجد میں آنے سے جو بہت سے فوائد ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے کی ملاقات سے ایک دوسرے کو فائدہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر یہ دونوں صلاحیتیں رکھی ہیں، متاثر بھی ہوتا ہے متاثر کرتا بھی ہے، آپ اگر اچھے آدمی کے ساتھ رہیں گے، تو اس کا اثر اچھا پڑے گا، اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے، تو حقیقت کا انکار کرتا ہے، فرمایا گیا ہے اسی لیے کہ بروں کی صحبت سے بچو، اور اچھوں کی صحبت اختیار کرو، اور مسجد میں آنے کی پابندی لگادی، اور جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور اچھے نہیں ہیں جب اچھوں کے ساتھ رہیں

گے، تو کچھ اچھائی آہی جائے گی، لیکن ہم لوگوں کا مزاج کچھ اس طرح کا ہوگیا ہے، کہ اپنی اجتماعی شکلوں سے بھی فائدہ نہیں اٹھاپاتے ہیں یہاں، اور آکر چلے جاتے ہیں، صرف آنا اور جانا ہی کافی نہیں ہے، ایک تو جماعت کی پابندی ہونی چاہیے، اور اس کے قواعد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے سے واقف ہوں ہم یورپی مزاج نہ بنائیں، کہ اپنے سے مطلب، وہاں یہ ہے کہ ایک کمرہ میں بھی رہتے ہیں، لیکن ایک دوسرے سے بالکل جدا رہتے ہیں، ایک صاحب نے پوچھا وہاں کہ آپ کا لڑکا کتنا بڑا ہے؟ بولے معلوم نہیں کتنا بڑا ہے، لوگوں نے کہا عجیب بات ہے، سب تو بتاتے ہیں پانچ سال کا ہے، یا اتنے کا ہے، لیکن آپ نے خیال ہی نہیں کیا، کہا بات یہ ہے کہ میں نے اس کو کبھی چلتے ہوئے کھیلتے ہوئے دیکھا ہی نہیں، کہ وہ کتنا بڑا ہے، میں آفس جب جاتا ہوں تب سو رہا ہوتا ہے، اور جب آتا ہوں تب سو رہا ہوتا ہے، میں نے ہمیشہ سوتا ہوا پایا ہے اس کو، یہ اصلاً یورپین مزاج ہے، تو اس نے ایک طرف تو اپنے لڑکے کی بیگانگی دکھائی، حالانکہ لڑکا اللہ کی نعمت ہے، جب اللہ نے اولاد دی ہے، تو اس شخص کو چاہیے کہ اپنی اولاد کی فکر کرے۔

صورت حال الٹی ہوگئی ہے

ایسے ہی جب اللہ تعالیٰ نے ان حقائق کی توفیق دی ہے، تو آپ کو تو یہ فکر ہونی چاہیے، اور درد ہونا چاہیے، ضرورتیں ایک دوسرے کی معلوم ہونا چاہیے، ورنہ کیا ہوگا فائدہ یہ ہے کہ سب آئے آئے اور چلے گئے لیکن ایسے کس کو معلوم ہوگا کہ کس کو ضرورت ہے، اور کس کو نہیں، اور کون پڑھنا چاہتا ہے اور کون نہیں؟ معلوم ہونا چاہیے، لیکن بے گانگی بہت بڑھتی جارہی ہے، اگر یوں کہہ لیں کہ جانور بنتے جارہے ہیں، تو غلط نہیں ہوگا پہلے لوگ جانور ہوتے تھے تو انسان بنتے تھے اب انسان سے جانور بنتے ہیں، بالکل ہر چیز الٹی ہوگئی ہے، پہلے بوڑھے لوگ اچھے ہوتے تھے اب اچھے لوگ بوڑھے ہوگئے ہیں، عجیب وغریب صورت حال ہے، اور یہ اطلاع بھی آپ

کو آتی ہے کہ اچھے کام کرنے سے برے ہو گئے نمازی تھے نماز چھوڑ بیٹھے، اور بہت سے خیر کے کام کر لیتے تھے وہ بھی چھوڑ بیٹھے، تو یہ جو کام ہیں یہ اس لیے کیے جاتے ہیں تا کہ جو الٹا ہے اس کو سیدھا کر دیا جائے تو ظاہر ہے کہ اگر الٹے ہی چلتے رہے تو ایکسیڈینٹ ہو جائے گا، تھوڑا بہت چل سکتے ہیں جیسے گاڑی مڑائی جاتی ہے، اس لیے آپ دیکھتے ہیں آج کل ایکسیڈنٹ خوب ہوتا ہے اس کا مطلب کیا ہوا یعنی کسی کی غلطی نہیں۔ اور آج اس الٹے چلنے کا نتیجہ سامنے ہے کہ بھائی بھائی کی نہیں بن رہی ہے، پڑوسی پڑوسی کی نہیں بن رہی ہے نمازی نمازی کی نہیں بن رہی ہے، یہ جھگڑا اسی لیے ہے کہ فرائض میں کوتاہی ہے اب جنت تو آگے ہی ہے، ہم لوگوں نے لیکن الٹا کر دیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی گھر اس سے نہیں بچا ہوا ہے میری معلومات کے اندر ،اور آپ سب بھی جانتے ہوں گے، اگر کسی خوش حال سے سکون کو پوچھ لیں تو یہی کہتے ہیں مولانا دور کے ڈھول سہانے، آیئے آپ کو بتاتے ہیں کیا ہے حقیقت؟ خدارا کوئی نسخہ بتا دیجئے، میں اس کو استعمال کر لوں گا۔

نوجوان نسل کہاں جا رہی ہے؟

اس وقت سب سے اہم چیز دو ہیں ایک کھیل کا میدان دوسرا ناچنے گانے کا یہ دو ہو گئے ہیں، ہمارے نوجوان آج انہیں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، اور اس میدان میں دونوں کے دونوں داڑھی مونچھ کے کاٹنے والے ہیں، اور پوری رات روتے ہیں، صرف ایک گھنٹہ بے چارے ہنستے ہیں، یوں کہہ لیجئے دو گھنٹے ہنستے ہیں، اور بائیس گھنٹے روتے ہیں، اور یہ میں ایسے ہی نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ پوچھ بھی سکتے ہیں آپ، اس لیے کہ جو کام کر رہے ہیں، وہ غلط ہے، اور غلط میں یہ ہونا ہی ہے تو حرج تو ہو گا، گاڑی ڈس بیلنس ہو جائے گی، چکرائے گی، اور جو لوگ ان کی ظاہری خوشی کو دیکھ کر اپنے لیے مانگتے ہیں اگر اندر سے واقف ہو جائیں تو دور بھاگیں، لیکن آج کل پوسٹر کا زمانہ ہے، تو جس کو چاہیں جو بنا دیں، چور کو کہیں کہ یہ اچھا ہے، اور اچھے کو کہیں کہ یہ چور

ہے، تو یہ قیامت کی علامت میں سے ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آخری دور میں ایسے حالات پیش آئیں گے کہ لوگ سچے کو جھوٹا کہیں گے اور جھوٹے کو سچا کہیں گے، امانت دار کو خیانت والا کہیں گے اور خیانت والے کو امانت دار کہیں گے، یہ قیامت کی علامت میں سے ہے، آپ دیکھ سکتے ہیں، اس وقت کہ جو اچھے لوگ ہیں، وہ بے چارے اپنے کسی کنارہ پڑے ہوئے ہیں۔

نظریہ درست ہو

ابھی میں ایک جگہ گیا تھا وہاں لوگوں نے بتایا کہ یہاں ہیرے بکتے ہیں، اور یہاں دھلائی ہوتی ہے، اس میں ہیرے بھی نکلتے ہیں، میں نے کہا ذرا دکھایئے، تو وہ بے چارے اس کی ڈبیا لے کر آئے، اور اس میں ہیرے چمک رہے تھے سفید سفید، تو کہا جتنا بڑا ہیرا جس کے ہاتھ لگ جائے اس کے مزے آگئے، کیونکہ یہ کم سے کم دس کروڑ کا ہے، کہ اگر وہ مل جائے تو آدمی خوشی ہی میں مر جائے، بس یہیں سے نقطۂ نظر بدل جاتا ہے کیونکہ دنیا کی حیثیت تو اللہ کے یہاں دس کروڑ کیا مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے، تو جو اللہ کے لیے کچھ کرتے ہیں ان کے لیے اس وجہ سے دونوں برابر ہیں، تو اب دنیا جو ہے وہ ہم پر اتنی حاوی ہوگئی ہے، کہ دین بھی ہمارا دنیا بن گیا اور پہلے کیا تھا کہ دنیا کو دین بناتے تھے اب دین کو دنیا بنتے ہیں، اس میں تو الٹا ہوتا ہی تھا اس لیے کہ دنیا جو ہے اللہ میاں نے فرمایا کہ دنیا بقدر ضرورت ہے، لیکن ہم نے اس کو بالکل الٹا کر دیا، کہ آخرت بقدر ضرورت، اور دنیا ہی دنیا، تو کیا ہوگا؟

جب معاملہ الٹا ہو جائے

اس کی مثال ہے کہ انسان کو بھوک لگی ہے تو کھانا کھایئے آرام کیجئے، لیکن ایک وقت آئے گا کھاتے کھاتے کہ اس سے زیادہ نہیں کھا سکیں گے، اور اگر زیادہ کھالیا تو قبض ہو جائے گا اور ساری خوشبو بدبو میں بدل جائے گی، تو ایسے ہی اگر دنیا میں زیادہ منہمک ہو گیا، اور بقدر ضرورت سے زیادہ لے گا تو اس کی حالت وہی ہوگی جو میں نے

بیان کی اسی لیے سچے لوگ ایسے لوگوں کے پاس سے بھاگتے ہیں، کیونکہ ان سے بدبو آتی ہے، اب یہ ہونا چاہیے تھا کہ دنیا بقدر ضرورت، اور بقدر ضرورت یہ ہے کہ جو تھوڑا بہت اس کا حق بنتا ہے وہ ادا کر دیجئے، اور ہمارا حال تو الٹا ہوتا چلا جا رہا ہے۔

دنیا کی حیثیت

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھیں، تو دنیا جو ہے جو کہ مچھر کے پر برابر بھی نہیں ہے، یہ حدیث میں فرمایا گیا ہے اور یہ بھی آتا ہے کہ اگر اس سے زیادہ بھی کچھ اور کسی درجہ کی حیثیت دنیا کی ہوتی تو نافرمانی کرنے والے کو اللہ میاں ایک گھونٹ پانی نہ دیتے، لیکن چونکہ دنیا کچھ بھی نہیں ہے، تو ناشکرے کو اللہ کی نافرمانی کرنے والے کو اللہ میاں ایک گھونٹ بھی پانی نہ پلاتا، لیکن دنیا تو کچھ بھی نہیں ہے، تو جیسے کسی کو پھانسی پر چڑھانا ہوتا ہے، تو اس سے پوچھتے ہیں کیا تمنا ہے تمہاری؟ اگر وہ کہتا ہے یہ کھانا ہے تو کر دیا جاتا ہے، تو ایسے ہی کافر کو اللہ میاں دیتے ہیں، کیونکہ اس کو جہنم میں جانا ہے، یہاں جتنا کھانا ہو کھالے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایمان والے بندوں کا ایمان ڈانواڈول نہ ہو جاتا، تو میں کافروں کا گھر سونے کا بنوا دیتا، کہ عیش کرلو، اس کے بعد تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے، لیکن آپ کی خاطر ایسا نہیں کیا گیا کہ تم اس کی چمک دمک کو دیکھ کر اس میں نہ الجھ جانا، تو اب اگر دنیا میں ہم جنیں گے تو دیکھنے میں مچھر کا پر چھوٹا ہوتا ہے معمولی ہے لیکن مچھر جب کاٹتا ہے تو اس سے ملیریا پیدا ہو جاتا ہے، تو مچھر گندی جگہوں پر ہوتے ہیں، ان کے کاٹنے سے ملیریا ہوتا ہے، اور اب جو ہے مچھر بھی ترقی یافتہ ہو گیا ہے آج کل A.C. گھرانے والے جو لوگ ہیں اور کولر جہاں ہوتے ہیں، تو اس میں پانی اگر رہ جائے تو اس میں مچھر پیدا ہو جاتے ہیں، اور وہ اگر کاٹتا ہے تو ڈینگو ہوتا ہے، تو اندازہ لگائیے کہ غریبوں کو جو کاٹتا ہے وہ ملیریا ہوتا ہے اور امیروں کو جو کاٹتا ہے وہ ڈینگو ہوتا ہے، یعنی جو کم درجے والے بیمار ہیں، وہ ملیریا کے بیمار ہیں، اور زیادہ والے ڈینگو کے بیمار ہیں، دونوں گئے کام

سے، اور دونوں کو مچھر نے کاٹا، یعنی دنیا نے کاٹ لیا، غریب بھی دنیا میں پڑا ہوا ہے، تو وہ ملیریا میں مبتلا ہے، اور اگر امیر دنیا میں پھنسا ہوا ہے تو وہ ڈینگو کا بیمار ہے، اس لیے سب بیمار ہوتے چلے جاتے ہیں، اب جب تک ہم اپنے آپ کو صحیح سیٹ نہیں کریں گے یعنی دنیا دنیا کے اعتبار سے آخرت آخرت کے اعتبار سے۔

Balance برقرار رکھئے

قرآن مجید میں تو بہت بیلنس رکھا گیا ہے، ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً﴾ (البقرۃ: ۲۰۱) اے اللہ دنیا اور آخرت دونوں اچھی کردے، جہنم کی آگ سے بچادے، اور بعض کے بارے میں کہا گیا ہے ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ خَلاَقٍ﴾ (البقرۃ: ۲۰۰) یعنی ہم کو دنیا میں ہی دنیا مل جائے رہی آخرت اس کا دیکھا جائے گا، یہ کہتے ہیں ہونا یہ چاہیے کہ دنیا بھی اچھی اور آخرت بھی اچھی، اور قرآن کہتا ہے ﴿وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ (القصص: ۷۷) اپنے نصیب کو جو دنیا میں ہے اس کو نہ بھولو، تمہارا جو حصہ بن جاتا ہے، اس کو لو، لیکن بس اوور نہیں کرنا ہے، اوور لوڈ نہیں ہونا چاہیے، کھایئے جم کر لیکن زیادہ نہیں، تو ہونا یہ چاہیے کہ دنیا کو اس کے اعتبار سے اختیار کریں اور آخرت مدنظر ہو، آخرت اور دنیا کا بہت گہرا ربط ہے، ایسا نہیں ہے، آخرت جو ہے وہ دنیا کا مزرعہ ہے، "الدنیا مزرعة الآخرة" جو ہم یہاں بوئیں گے آخرت میں کاٹیں گے، یہاں کھیتی کرنی ہے، یہاں کھانا نہیں ہے، غلطی ہوجاتی ہے ہم سے، ہم چاہتے ہیں جو کچھ ہم یہاں کھیتی کریں سب کھالیں، تو جو یہاں کریں گے ویسا ہی اس کا نتیجہ آخرت میں ملے گا، تو ہماری فکر صحیح ہوجائے دنیا اور آخرت کے متعلق صحیح ہوجائے، تو ہمارا یہاں مرنا اور جینا بھی صحیح ہوجائے، اور ہمارا گھر جنت کا نمونہ ہوجائے، لیکن وہی کہ اب ہوتا یہ ہے کہ آدمی اب پینے کی جگہ بھی کھالیتا ہے اس لیے جو کھانے میں تنوع پیدا کیا جارہا ہے وہ اسی وجہ سے ہورہا ہے کہ آدمی کھاتے کھاتے تھک جائے، اور اچھی چیز ہو۔

صحابہ کا حال

صحابہ کرام کا حال کیا تھا کہ کہتے تھے حضور کے زمانہ میں کھانے کو کچھ نہیں تھا اللہ اکبر! یہ کیا ہے، کہ ہمارے دسترخوان پر کئی کئی کھانے رکھے ہوئے ہیں، اور حضور ﷺ کے دسترخوان پر کبھی دو کھانے جمع ہی نہیں ہوئے، آپ اندازہ لگایئے کبھی دو عدد آپ کے دسترخوان پر جمع ہی نہیں ہوئے پوری زندگی میں اور کئی کئی مہینے کچھ بھی نہیں، اور کبھی بھی آپ کی زبان پر شکایت نہیں آئی، لیکن آج حال دیکھ لیجئے کیا ہے اسی لیے آپ نے فرمایا مجھے فاقہ کا تمہارے اوپر ڈر نہیں ہے لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ دنیا تم پر چھا جائے گی اور ہلاک کردے گی جیسا کہ اس نے اس پہلے کے لوگوں کو بھی کیا، دیکھنے میں تو بڑی خوشنما ہے لیکن جو اس میں الجھے گا بس وہ گرفتار ہوتا چلا جائے گا، ہاں جو اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ رکھے گا جو رکھنا چاہیے تو پھر وہ ٹھیک رہے گا۔

دنیا اور آخرت دو بیویوں کی طرح ہیں

اسی لیے ایک جگہ ہے کہ دنیا اور آخرت دو بیوی کی طرح ہیں، ایک کو آگے کیا دوسری ناراض، اور اس کو کیا تو یہ ناراض، اب دنیا ایک بیوی ہے، آخرت بھی دوسری بیوی ہے، اور دنیا کی بیوی فنا ہو جانے والی ہے، وہ بڑی خوبصورت بڑی بدبودار، اور وہاں کی بیوی بڑی خوبصورت بالکل ایسی عظیم الشان کہ آدمی دیکھ لے تو دنگ رہ جائے، حدیث میں آتا ہے کہ اگر اس حور کا ناخن آجائے یہاں پر تو دنیا پوری کی پوری چمک جائے تو اللہ نے کیا حسن رکھا ہوگا؟ اب جو اس کے ساتھ نبھائے گا وہ اسی کی فکر رکھے گا، وہ کامیاب ہو جائے گا، اور جو صرف اسی پر رہے تو معلوم ہوا کہ ہے کچھ نہیں تو بالکل بے کار ہے۔

سب سے بری اور اچھی جگہ کون ہے

اب ہوتا کیا ہے کہ اچھی لگ رہی ہے یہ بازار یہ فلاں یہ فلاں، لوگ جا رہے ہیں شاپنگ کرنے اور اس کے بارے میں آتا ہے "شر البقاع الأسواق" (جامع

الأحادیث للسیوطی) یعنی یہ شاپنگ مال سب سے بری جگہیں ہیں، اور سب سے اچھی جگہ مسجد ہے، تو اسی لیے آپ نے فرمایا سب سے اچھا آدمی وہ ہے جس کا دل مسجد میں لگا ہو، وہاں گیا ہے شاپنگ کو لیکن دل مسجد میں ہے، اور ایک یہ ہے کہ گیا ہے مسجد میں لیکن دل شاپنگ میں ہے، دونوں میں فرق ہے، اسی لیے ہمارے حضرت شاہ یعقوب صاحب مجددیؒ فرماتے تھے ایک صاحب سے پوچھا بتاؤ کیا چیز بہتر ہے؟ کیا یہ کہ تم باہر اور دل مسجد میں رہے یا یہ کہ تم اندرون مسجد اور دل باہر رہے؟ تو اس نے کہا جو خود باہر ہو اور دل مسجد میں ہو، اسی لیے یہ نفسیاتی بات ہے۔

گندے ملغوبے کو نکالئے

اس لیے یاد رکھئے اور ہر آدمی جانتا ہے کہ آنکھ کیمرہ ہے، کان رکارڈر ہے، اور زبان جو ہے جو کچھ تصویریں ہیں آپ نے دیکھا ہوگا موبائل سے کھینچ لیتے ہیں اور دکان سے جا کر نکال لاتے ہیں تو جو تصویر اندر آجاتی ہے، تو آپ بٹن دبائیں گے تو زبان سے وہی بات نکلے گی، جو کان سنے ہیں، تو اب کان میں صحیح چیزیں جائیں گی، تو صحیح زبان سے ادا ہوگا اور اچھی تصویریں ہوں گی، تو اچھی چیزیں سامنے آئیں گی، تو ہو یہ رہا ہے کہ جتنے شخص کرکٹ دیکھیں گے تو جتنے لوگ بیٹھیں ہیں اللہ مجھے معاف رکھے کہ جب وہ تصویریں دیکھتے ہیں کہ خوبصورت نوجوان کھیل رہے ہیں، تو وہ ذہن میں پیوست ہو جاتی ہیں، اور اسی بیچ میں ناچنے والے ہوتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نماز میں بھی وہ چیزیں نظر آتی ہیں زبان پر، جب آپ کھڑے ہوتے ہیں تو وہی پوسٹر کی گندی تصویریں اور یہ ایسے ہی نہیں کہہ رہا ہوں لوگ آتے ہیں اور علاج اس کے لیے پوچھتے ہیں، یہ کہ کیسے بچا جائے؟ ارے پہلے یہ دیکھنا تو بند کیجئے، اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنا شروع کیجئے تو اب اللہ والوں کی صورتیں دیکھئے ان کے پاس جا کر بیٹھئے ان سے جب محبت کریں گے تو ان کی صورت آئے گی، تو جو باتیں گندی سنی ہیں، ان کی جگہ پر اچھی باتیں کان میں ڈالئے، اچھی تقریریں سنئے، اچھی کیسٹ سنئے

اور اچھی باتیں سنئے، اور اچھی کتابیں پڑھوا کر سنئے، تو پھر ان کا وہ بدل ہوں گی، جیسے کیسٹ میں کوئی کتاب بھریں گے تو پہلی والی نکل جائے گی، یہ ہوتا ہے، اور اگر آپ نے ایک میں اچھی چیزیں بھریں، دوسری میں گندی چیزیں تو اس کو بھی اچھا بھرنا پڑے گا، جب ہوگا کام، جتنا وقت ان کو دیا ہے اس سے زیادہ ان کو دیجئے جتنا وہاں لگایا ہے اس سے زیادہ یہاں لگایئے تب جا کے وہ نکلے گا ملغوبہ جو اندر بھرا ہوا ہے، اور آپ کو اندر سے پریشان کرتا ہے جو بھی تصویریں ہیں یعنی گناہ بے لذت اس سے چلتے رہیے اور پریشان رہیے ہوتا کچھ بھی نہیں ہے، دیکھئے جو کمپنی والے ہوتے ہیں، وہ ان فلموں والوں کو بلا کر اپنی بنیان پہنا دیتے ہیں کہا اب لوگ خوب خریدیں گے تو سب خوب پہنتے ہیں، اسی کو دیکھ کر، یہ ہے محبت کی بات۔

اگر کسی اور سے محبت ہوئی

لیکن یاد رکھئے اگر محبت اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی اور سے ہوگی تو روز محشر میں وہ اسی کے ساتھ ہوگا یہ اتنی خطرناک بات ہے کہ اس سے بڑی اور کیا ہو سکتی ہے، میں ایک جگہ گیا وہاں سب قسم کے لوگ تھے میں نے کہا سب بڑے لوگ ہیں ہی میں صرف ایک بات بتا دیتا ہوں کہ تمہارا دل کہاں ہے، تو اگر جھانک کر دیکھا جائے تو پتہ چلے کہ کسی کھیلنے والے کے ساتھ لگا ہوا ہے یا کسی ناچنے والے کے ساتھ لگا ہوا ہے یا ناچنے والی کے ساتھ لگا ہوا ہے، تو اب سمجھئے کہ حشر میں بھی انہی کے ساتھ ہوگا جن سے محبت ہے، کتنی خطرناک بات ہے، ہم نے کہا دل ہے لیکن دل دیا غلط جگہ، اللہ اور اس کے رسول کو ہی دل دینا چاہیے تھا کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہوتی، اگر کوئی غلط معاملہ پیش آجائے تو لوگ جوش میں آجاتے ہیں۔

محبت کا عالم

کوئی آئے ایک شاعر گزرے ہیں، ان کے ہاتھ میں بوتل تھی کسی نے پوچھا کہ

جوش ملیح آبادی کے بارے میں کیا رائے ہے کہنے لگے اس کے یہاں تو تک بندی ہی تھی، اس کو کیا کہا جائے؟ الفاظ بہت سے رٹ لئے ہیں جوڑتا چلا جاتا ہے، اور پئے ہوئے تھے پھر اس نے پوچھا جگر کے بارے میں کیا رائے ہے؟ کہنے لگے گویا ہے، بس اچھی گالیتا ہے، اس میں کیا رکھا ہوا ہے انہوں نے کہا علامہ اقبال کے بارے میں؟ تو کہا ارے کیسی باتیں کرتے ہو یہ سب پوچھنا نہیں چاہیے، تو ایک نوجوان نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ بس پھر تو وہ نشہ بھول گیا، یہ وہ تھا جس کو لوگ بے ایمان سمجھتے تھے، لیکن سب کچھ چھوڑ دیا، اور کہا کمبخت! ایسی ناپاک محفل میں ایسے پاک انسان کا نام لیا کیسے تو نے؟ تو شراب کے نشہ میں محبت کا یہ عالم تھا۔

تو آج ایمان والے ہیں اور اسی کا درد رکھتے ہیں، ان کی حالت دیکھ لیجئے محبت کیا ہو رہی ہے؟ کہ اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی ہو رہی ہے، اور ایمان کو پامال کیا جا رہا ہے، اور حضور کی کیا حالت تھی کہ کچھ میسر نہیں تھا، اور ہمارا کیا ہے کہ سب کچھ ہو جائے، بالکل جانوروں والی زندگی ہماری ہوگئی ہے، تو سوچئے انجام کیا ہے، کتنا فرق ہو گیا اس زمانہ سے آج کے اعتبار سے اور غیر معمولی محبت تھی اللہ اور اس کے رسول سے، کہ نام آتا تھا تو دل کانپ جاتا تھا، لیکن آج کل تو معاملہ ہی خراب ہوتا جا رہا ہے۔

اگر محبت پیدا ہو جائے

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے ایمان کی فکر کریں اور اپنے ایمان کی فکر اسی وقت ہوگی جب ہم اپنے ایمان کو صحیح لوگوں کے ساتھ وابستہ کریں، اور اچھی کتابوں کا مطالعہ کریں، گندی چیزوں کے پاس جانا چھوڑ دیں، ورنہ پھر ہمارا مقام جہنم ہوگا، جن صورتوں سے محبت کریں گے ان کے ساتھ ہمارا حشر ہوگا ہم تو اللہ کے بندوں سے محبت کرتے ہیں، اور اس کے رسول سے اور صحابہ کرام سے اہل بیت سے اولیائے کرام سے اور پھر جو اللہ کے نیک بندے ہیں، ان کے لیے محبت ہونی

چاہیے، اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ جو کچھ عطا فرمائے گا وہ بہت بڑی چیز ہے، ہم لوگ اس کا تصور نہیں کر سکتے، اس لیے کہ ہم اتنے دور چلے گئے ہیں، کہ ہمارے ذہن میں باتیں ہی نہیں آتیں، اس وقت تو دین کی باتیں بس اوپر اوپر رہ گئیں ہیں، تقریر ہوگئی، تو بس بہت اچھی ہوئی، نہیں یہ کیا چیز ہے بھائی؟ ارے کرنے سے کچھ ہوگا، کہ ہم کو فکر پیدا ہو اس پر عمل کریں، تب تو ہے تقریر صحیح اور اگر یہ نہیں ہے تو سب ہوائی باتیں ہیں اور یہ سب ہوا میں تحلیل ہو جائیں گی اللہ کے یہاں اس کا کوئی بدل نہیں ہے۔

مزے کو چکھنے کی ضرورت ہے

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر اس چیز کو پیدا کریں، جب وہ آتا ہے تو اس کی لذاذت اتنی زیادہ ہے جس کو چکھنے پر ہی محسوس کیا جا سکتا ہے، ورنہ صرف کہنے سے تو ہمارے منہ میٹھے نہیں ہو جائیں گے، لیکن ایک منہ میں رکھ دیجئے تو کہنے کی ضرورت نہیں، آپ خود بولنے لگیں گے اب اس نے چکھا ہی نہیں جب نہیں چکھا تو کیا کہا جا سکتا ہے اگر ایک دفعہ اپنی زندگی میں چکھ لیں تو پھر بھاگے بھاگے خود ہی پھریں گے کہ ہم کو وہ ایمان کی دولت مل جائے اور حلاوت ولذت مل جائے وہ چاشنی مل جائے تو ہم سب بھاگے بھاگے خود ہی پھریں گے، لیکن اگر ہم کو وہ چیز ہی نہیں ملے تو جیسے کوئی نابالغ ہو وہ بلوغ کی لذت کیا جانے، تو آج کل کے لوگ دنیا میں لگے ہوئے ہیں ہم جیسے ان سب کا حال یہ ہے وہ بالغ ہوتے ہی نہیں ہیں، اور جو بالغ نہیں ہوگا وہ بلوغ کا مزا نہیں چکھے گا، اسی لیے دیکھئے کہ معمولی معمولی چیز میں لگے ہوئے ہیں اور آپ ہنس رہے ہیں، یہ کوئی چیز ہے، لیکن جو لوگ بالغ ہو جاتے ہیں تو اس کا مزا کچھ اور ہوتا ہے ایسے ہی آدمی ایمان میں جب بالغ ہوتا ہے تو اس کو حلاوت ایمان کی ملتی ہے، لذت ملتی ہے، اور اس کا عالم ایسا عجیب ہوتا ہے کہ وہ بیان سے باہر ہے، تو وہ راستہ اپنانا پڑے گا جس سے یہ چیز مل سکے، اور اگر نہیں اپنائیں گے تو وہی صبح سے لے کر شام تک ایک پہاڑا ہے دنیا دنیا دنیا، ہوگا کیا انجام؟

یہ سب قرب قیامت کی علامات ہیں

میرے بھائیو اور دوستو! دنیا سے کوئی نکل نہیں سکتا، دنیا میں رہنا ہے اس لیے اس کے ساتھ بھی صحیح معاملہ کرے، ایک مثال ہے آپ نے مرغے کو کھانا کھلایا اور انجکشن لگایا تو وہ دبلے پتلے ہوگئے، ایسے ہی ہم بھی اگر نہ سمجھے تو ہم بھی لنگڑے لولے ہوجائیں گے اور اندر سے ایمان نکل جائے گا یہ بھی ایک آخری دور کی علامت میں ہے کہ "یظهر فیهم السمن" (شرح السنة للبغوی فی باب خیر القرون) لوگوں میں موٹاپا آجائے گا پہلے لوگ محنت کش ہوتے تھے وہ پتلے ہوتے تھے لیکن آج کی دوائیں ایسی چل گئی ہیں کہ ہر شخص پھولا ہوا ہے، یہ علامات قیامت میں سے ہے کہ راحت طلب ہوجائیں گے، عیش پسند ہوجائیں گے اور دیکھنے میں بڑے اچھے معلوم ہوں گے لیکن ایمان نہیں ہوگا اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ "ما أعقله ما أحسنه" کیسی کیسی عمدہ باتیں کرتے ہیں اور کیسے عقل مند ہیں اور کیسی سوجھ بوجھ رکھی ہے لیکن اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا، تو فتنوں کی آندھیاں ہیں اور ایسی خطرناک ہوائیں چل رہی ہیں کہ اچھے اچھے اڑ جائیں گے اور برائی اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ اس وقت ہاتھی کا بھی پیر پھسل رہا ہے، اس لیے بہت احتیاط کی ضرورت ہے، سمجھ بوجھ کر کہ کیسا عقیدہ ہونا چاہیے؟ معاملات کیا ہونا چاہئیں؟ تعلقات کیا ہونا چاہئیں؟ اور اخلاق کس کو کہتے ہیں؟ یہ جاننا ضروری ہے، آج کل ہمارے اخلاق تو نفاق کا نام ہے، کہ کوئی اور آیا تو واہ، آپ تو ہمارے ابو کے دوست ہیں اور یہ ہیں اور وہ ہیں لیکن اندر سے کہہ رہا ہے آپ بلاوجہ آئے، تشریف نہ لاتے تو اچھا تھا، یہ نفاق ہے، اخلاق نہیں ہے، بالکل عجیب چیز ہے اندر جو ہے وہی باہر ہے باہر جو ہے وہی اندر ہے۔

اسلام کیا ہے؟

اسلام یہ نہیں بلکہ یکسانیت پیدا کرتا ہے، اگر اندر کو بناتا ہے تو ظاہر کو بھی نکھارتا

ہے، اس لیے کسی کے ساتھ ملمع سازی نہیں نفاق نہیں، اندر و باہر کی کچھ نہیں، اسلام تو انسانیت پیدا کرتا ہے، بس ہر شخص یہ جان سکتا ہے، کہ یہ ہمارا اسلام ہے، اور آج جو شخص جتنا پریشان ہے اتنا ہی بے ایمان ہے، یہ علامت ہے اس کو آپ دیکھ لیجئے اور اس میں یہ نہیں اپنا اور غیر یہ اسلام میں نہیں ہے، کوئی انسان بھی آرہا ہو تو آپ اس کا استقبال کریں ہمارا بھائی ہے کوئی بھی ہو اور اگر کسی نے لڑائی کی ہے تب بھی یہی ہونا چاہیے اور کوشش یہ کرنی چاہیے کہ آپس کی لڑائیاں اور انتشار ختم ہو جائے، دل میں کدورت نہ ہو، کینہ نہ ہو، کپٹ نہ ہو، ورنہ خود آپ اس آگ میں جلتے رہیں گے، اور فائدہ کچھ ہونے والا نہیں ہے، بس میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ اس بات کو سمجھیں، اور اس کے مطابق ہی اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کریں تو انشاء اللہ دنیا میں بھی ہماری بن جائے گی، آخرت بھی ہماری بن جائے گی، یہاں بھی مزا آئے گا، وہاں بھی مزا آئے گا، ابن قیمؒ نے فرمایا ہے دنیا میں بھی ایک جنت ہے، جو اس میں نہیں جائے گا وہ آخرت والی سے بھی محروم رہے گا، اللہ تعالیٰ یہاں کی بھی جنت دے دے، اور وہاں کی بھی جنت عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

دین پر صحیح عمل کی ضرورت

میرے بھائیو بزرگو اور دوستو!

مسلمانوں کی تعداد تو آج بہت زیادہ ہے لیکن پھر بھی ڈھونڈھنا پڑتا ہے، کہ مسلمان کہیں ہیں کہ نہیں، آپ یہ کہیں گے کہ عجیب بات کہہ رہے ہیں میں عجیب وغریب بات تو کہہ رہا ہوں لیکن بات تو ہے، یہ سو فیصد تقریباً صحیح کہ ابھی بھی چراغ لے کر ڈھونڈتے ہیں کہیں مسلمان مل جائے، لیکن ملتے ہی نہیں اپنے کو بھی دیکھتے ہیں، تو کامل نہیں پاتے، تو دوسروں کو کیا دیکھیں اور کس نظر سے دیکھیں؟ جہاں عقیدہ ہی داؤ پر لگ چکا ہو تو اب آگے کی بات کیا ہے؟ نماز پڑھنے والوں کی تعداد اب کاؤنٹنگ کراتے ہیں وہ کر لیجئے، کہ اس محلہ میں آبادی کتنی ہے، اور مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے نماز پڑھنے والی؟ حالانکہ بغیر نماز کے مسلمان نہیں، تو اب نماز پڑھنے والے ہی جب نہیں ہیں تو پھر تعداد کتنی ہوئی یا تعداد تو اصلا ان کی ہے جو نماز پڑھنے والے ہیں اور خشوع سے نماز پڑھنے والے بھی نماز پڑھنے والوں میں کتنے ہیں خود دیکھ لیجیے، اللہ اکبر! اللہ اکبر کہنے کے بعد تو دماغ ادھر ادھر چلا ہی جاتا ہے، بعد میں سلام پھیرنے کے بعد یاد آتا ہے کہ نماز میں تھے تو ایسی نماز سے کیا فائدہ؟ اور اس کی فکر بھی نہیں کہ نماز اچھی ہو جائے، بہت فکر کی تو اتنی فکر کر لی، کہ نماز پڑھنے والے بن جائیں لیکن فکر تو تقریباً نہیں ہے کہ اچھے نماز پڑھنے والے بن جائیں اس لیے کہ اسلام اس چیز کا بھی نام ہے اسلام ٹھہراؤ کا نام نہیں ہے، یا تو نیچے جائے گا یا اوپر جائے گا، ایسا تو

نہیں ہوسکتا کہ ٹھہر جائے آدمی کے اندر، اللہ نے ٹھہراؤ رکھا ہی نہیں ہے، آپ خود دیکھ لیجئے جب آپ بیس سال کے تھے تو آپ کا چہرہ کیسا تھا؟ پچیس سال کے تھے تو چہرہ کیسا تھا؟ اور اب ساٹھ سال ستر سال کے ہو رہے ہیں تو کیسے ہیں؟ اور اب تو بہت آسان ہے کہ پرانی تصویریں اٹھا کر دیکھ لیجئے، تو اسلام میں عجیب وغریب چیز ہے اور اسلام نے بہت اچھا بیلنس رکھا ہے عجیب وغریب بیلنس ہے اس کا، اگر کوئی شروع سے کرے تو کیا کہنے نور علی نور، لیکن شروع سے اکثر لوگ نہیں کر پاتے تو اللہ میاں کہتے ہیں کہ عمر بڑھتی جائے اس وقت تو بیلنس کرلو۔

کس پلہ کا جھکاؤ ضروری ہے

اب ترازو کے دو پلے ہیں تو جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو دونوں برابر رہتے ہیں ایک روحانیت کا ایک مادیت کا، ایک طرف جسم کا، ایک طرف روح کا، تو ہوتا یہ ہے کہ بالغ ہونے تک تو دونوں برابر رہتے ہیں اس لیے کہ اس میں گناہ نہیں لکھا جاتا جب تک بالغ نہیں ہوتا تو اس وقت تو دونوں برابر رہتے ہیں، اور بالغ ہونے کے بعد ہی گناہوں کا پلہ جھکنا شروع ہوجاتا ہے، اور جوانی میں اتنا جھک جاتا ہے کہ روحانیت غائب ہوجاتی ہے، تو ایسا نہیں ہونا چاہیے اصل میں ترتیب کیا ہے ترتیب پر ہم نے غور نہیں کیا ہے، سات سال کے بچہ کو نماز کا حکم کرو، دس سال کے بچہ کو مارو نماز چھوڑنے پر، تو یہ کیوں ہے؟ سات سال سے لے کر دس سال تک یہ ریا کی عمر ہے، دکھاوے کی، اسی لیے بچہ سے کہا جاتا ہے، دکھا کر نماز پڑھو، اس کی نماز کیسے ہی ہو ظاہر ہے، بچے کھیلتے بھی رہتے ہیں نماز میں، مار بھی دیتے ہیں ایک دوسرے کو، لیکن یہ بھی اگر نماز پڑھی تو مان لی جاتی ہے دیکھئے سات سال سے دس سال تک ہے، اور دس سے پندرہ سال تک عادت کا ہے تین سال میں آپ نے عادت ڈال دی تو بالکل نہیں چھوڑے گا اور پندرہ سال تک عادت ہوگئی پکی، اب پندرہ کے بعد جیسے ہی بالغ ہوگیا جب وہ عبادت میں داخل ہوگیا تو اب ظاہر ہے کہ اس کی ایک ایک چیز کا ڈنکنگ میں آجائے گی، تو پلہ اس کا اس

وقت اور بلند ہونا چاہیے روحانیت کا، یا برابر کم سے کم رہے چونکہ جوانی بھی ہے تو جوانی تو غرض کہ دیوانی ہے ادھر ادھر بھاگتی رہتی ہے تو اگر بھاگے بھی تو نماز وغیرہ ہوتی رہتی ہے تو نماز ہے روزہ ہے اور اچھے اعمال ہیں یہ اس کے پاس ہوتے ہیں، جیسے باٹ ہوتا ہے آپ نے ادھر سامان رکھ دیا تو آپ اس کو ایک پالے میں رکھ دیں دو سو گرام کا چار سو گرام کا تو وہ برابر ہو جائے گا، اس طرح دونوں پلے برابر رہنے چاہئیں۔

Chek Up کرلیں

لیکن جب چالیس کا ہو جائے ﴿حَتّٰى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً﴾ (الأحقاف:۱۵) قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ جب چالیس کا ہو جائے تو اس کو پیچھے مڑ کر دیکھنا چاہیے کہ کیا کھویا کیا پایا؟ ایسا تو نہیں ہے کہ ہماری مایا لٹ گئی ہو، ہماری پونجی لٹ تو نہیں رہی ہے، اس وقت سے روحانیت کا پلہ بھاری ہونا شروع ہو جانا چاہیے، کیونکہ اب چالیس سال کے بعد چہرے بدلنے لگیں گے تو چہرہ بدلتا جائے اور سیرت نکھرتی جائے یہ تصویر جتنی صورت خراب ہو جائے یعنی بوڑھاپے میں لیکن سیرت اتنی ہی اچھی ہو جائے کہ اس کی جھلک بوڑھاپے میں آجائے تو جوانی کا سما ہو جائے یہ ہوتا ہے اسی لیے اللہ کے جو نیک بندے ہیں بوڑھاپے میں آپ ان کے چہرے کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جوان ہیں، یہاں تک کہ ایک بزرگ کے بارے میں ہمارے جو گزرے ہیں ان پر حضرت تھانوی فدا ہو گئے اور پوری زندگی انہوں نے لگادی، تو جب اسی سال کے ہوئے تو ایک شعر کہا اور گویا کہ سارے بزرگوں کی عکاسی کر دی، کہا:

دمکتا ہے چہرہ چمکتی ہے آنکھیں
بڑھاپے میں بھی چہرہ جانِ جاں ہو رہا ہے

تو بوڑھاپے میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو ایسا چہرہ عطا فرماتا ہے کہ دیکھیں تو مزا آجائے تو ہمارے حضرت مولانا کو جنہوں نے دیکھا ہے ۸۴-۸۵ سال کی عمر میں تو چہرہ کیا تھا؟ حضرت سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ مزاج کیسا ہے؟ تو فرمایا کہ نیچے کا بوڑھا ہے

اوپر کا جوان ہے، اور مولانا وصی اللہ صاحب سے بھی کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ نیچے کا بوڑھا ہے اور اوپر کا جوان ہے اور ایک لفظ اور کہا کہ نیچے کو بوڑھا ہی ہونا چاہیے، اور اس کے بعد اس پر پوری تقریر کی، تو معاملہ یہ ہے کہ آدمی جتنے اعمال حسنہ کرے گا تو چہرہ اس کا نکھرتا جائے گا، یعنی جو اعمال ابھی تک دبے ہوئے تھے تو جوانی میں تو کچھ نہیں لیکن بوڑھاپے میں سب ختم ہو گیا تو اب اعمال ہی اعمال رہ گئے تو اعمال کا اثر اس کے چہرے پر پڑے گا، تو آدمی جوان ہوتا چلا جائے گا، اس کے دل کی کیفیت بدلتی جائے گی۔

سکون میں اضافہ ہوا کہ نہیں؟

یہاں تک کہ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کے گرمیوں میں آج کل تو جاڑا ہے گرمیوں میں جب شدید لُو چل رہی ہوتی ہے اگر آپ کسی جنگل کی طرف چلیں اور جنہوں نے سفر کیے ہیں وہ جانتے ہیں اگر جنگل کی طرف جا رہے ہوں تھوڑی دیر جنگل ابھی دو چار کلومیٹر دور ہوگا لیکن ٹھنڈی ہوا محسوس ہونے لگے گی، تو وہ کہتے ہیں جنگل آ رہا ہے یا باغ آ رہا ہے اور ٹاٹا برلا کی جو کمپنیاں ہیں میں وہاں سے گزرا ہوں تو ٹرین گزر رہی تھی اس کے کافی دور سے لیکن آنچ آ رہی تھی ان کی جو لوہا پگھلاتے ہیں تو وہ آگ اتنی تیز تھی کہ وہاں سے آنچ محسوس ہو رہی تھی۔

تو اب جب جنت میں جانے والا انسان اگر بن چکا ہوتا ہے تو جتنی عمر بڑھتی جائے گی اتنا ہی سکون ملتا جائے گا ٹھنڈی ہوا آئے گی اس لیے کہ موت قریب آ رہی ہے جنگل میں داخلہ کا وقت قریب ہو رہا ہے تو سکون بڑھتا جائے گا اور اگر خدانخواستہ اس کے برخلاف کوئی معاملہ ہے تو جتنی عمر بڑھتی جائے گی پریشانی بڑھتی جائے گی، اب کیا ہوگا؟ اس لیے کہ جہنم کی گرمی آنے لگے گی اسی لیے جو لوگ صرف دنیا سے تعلق رکھتے ہیں ان کی حالت خراب ہوتی چلی جاتی ہے اور جن کا حال یہ ہوتا ہے کہ جنت ہی جنت ہے ان کے اوپر تو مستی طاری ہوتی ہے۔

تڑپنا دو طرح کا ہوتا ہے

ہمارے حضرت شاہ یعقوب صاحب مجددیؒ فرماتے تھے کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ جب مرنے کا وقت آتا ہے تو اچھے دینداروں پر سختی ہوتی ہے اور وہ بھی تڑپتے ہیں کہنے لگے اس کی مثال بتاتا ہوں جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں وہ کیسے تڑپتے ہیں کہا ایک پنجڑا ہے جس میں طوطا ہے آپ نے پال رکھا ہے بند ہے اوپر سے جب طوطے اڑتے ہیں وہ چیں چیں کر کے بھاگتا ہے بے چین ہو کر کہیں سے راستہ مل جائے وہ بھاگے نکل کر، کہنے لگے ایسے ہی روح پریشان ہو جاتی ہے، جب فرشتوں کو دیکھتی ہے تو تڑپتی ہے، جلدی سے نکل کر وہاں پہنچ جائے تو ان کا تڑپنا دوسرے انداز کا ہوتا ہے دیکھنے میں تو تڑپ رہا ہے لیکن اس کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اوپر دیکھ کر تڑپتا ہے۔

وہ دنیا میں بھی دکھا دیتا ہے

ہمارے حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا بھی واقعہ پڑھا میں نے کہ مولانا کو موت کا بڑا شوق تھا آخر میں اتنا شوق بڑھ گیا تھا کہتے تھے ”جنت میں جوان ہو کر جائیں گے“ بہت زور سے کہا کرتے تھے حضرت رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک بوڑھی عورت سے مزاح میں فرمایا تھا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، تو بے چاری رونے لگی، تو آپ نے فرمایا نہیں بوڑھی جائیں گی جوان ہو کر جائیں گی، فرمایا گیا ﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً﴾ (الواقعة: ۳۵) ہم بوڑھی عورتوں کو بالکل جوان بنا دیں گے بالکل نوخیز بنا دیں گے، تو مولانا پر اس کا خاص غلبہ تھا بالکل دیہات میں رہتے تھے حیدرآباد میں پروفیسر تھے اور حیدرآباد میں لوگوں کے سامنے بڑی تقریریں فرماتے تھے لیکن اخیر میں لکھا ہے ان تمام چاہنے والوں نے، کہ جب انتقال کا وقت قریب آیا تو اتنا شوق تھا ان کو موت کا، اور کہتے تھے جوش میں آ کر ”جنت میں جوان ہو کر جائیں گے، مزا آجائے گا“ اور یہ کہتے کہتے انتقال ہوا، کہہ کر لیٹ گئے تھے چادر اوڑھ کر جب لوگوں نے دیکھا تو انتقال ہو چکا تھا، اور دلچسپ بات یہ ہے کہ

مولانا کی داڑھی بالکل سفید تھی بال بھی پورے سفید تھے اور کان ڈھکے ہوئے تھے لیکن انتقال کے بعد جس نے دیکھا پوری داڑھی سیاہ ہو چکی تھی اور کلے بھی بھر چکے تھے ۲۵ سال کے نوجوان معلوم ہو رہے تھے تو یہ اللہ تعالیٰ دکھا بھی دیتا ہے کہ ان کو شوق تھا تو اللہ تعالیٰ نے گویا کہ ان کے شوق کی لاج رکھ لی، اور دنیا میں بھی لوگوں کو دکھا دیا میرے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ میں بھی دکھا دیتا ہوں کہ دنیا سے جانے سے پہلے ہی جوان ہو گئے، ابھی جنت میں پہنچ بھی نہیں پائے ہیں لیکن جوانی کا عالم طاری ہو گیا تو یہ ہے وہ چیز جو ہم کو کسی بھی درجہ میں حاصل کرنی چاہیے۔

افسوس ناک صورت حال

آج ہمارے محلوں اور گھروں میں حالات کیا ہیں؟ سیرت بنانے کا اپنے کو اچھے اعمال سے وابستہ کرنے کا شوق ہی ختم ہو گیا، اب تو صرف موبائل ہے اس کی تصویریں ہیں اور گندگی ہے، گندگی کی چھینٹیں ہیں، یہاں تک کہ اچھے خاصے بوڑھے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اور اس کو دیکھ رہے ہیں، ابھی ایک کتاب چھپی ہے پاکستان سے وہ دیکھنے میں بہت خطرناک چیز ہے، ایک پاکستانی ڈاکٹر ہیں، جو آئی سی یو میں کام کرتے ہیں، تو انہوں نے عجیب وغریب بات لکھی، انہوں نے کہا میں آئی سی یو میں سینکڑوں آدمیوں کو دم دیتے ہوئے دیکھتا ہوں تو ایک بات بڑے افسوس کی ہے جو میں کہنے جا رہا ہوں کہ آئی سی یو میں سے صرف دو یا تین کو کلمہ نصیب ہوا ہے، باقی اکثر یا تو حساب کرتے ہوئے مرے ہیں، یا ٹی وی دیکھتے ہوئے مرے ہیں، آئی سی یو میں بھی ٹی وی لگوا دیا ہے، اب وہاں لیٹے لیٹے دیکھ رہے ہیں، کہنے لگے موت آئی انہیں گندی فلموں کو دیکھتے ہوئے موت آئی، لیکن کلمہ کے ساتھ تو سو (۱۰۰) میں دو تین کو، تو سو (۱۰۰) میں دو تین کا اعتبار چل رہا ہے، یہ آپ اندازہ لگائیے، وہ تو خیر سب مسلمان ہیں وہاں، ان کا یہ حال ہے یہاں تو کوئی چیک کرنے والا نہیں، یہاں بھی آئی سی یو میں بھی دیکھیں کیا حالت ہے آخر میں کیا حالت ہو جاتی ہے؟ ہمارے گھروں

میں کتنی خطرناک اور درد کی بات ہے اور مسلمانوں کے لیے سب سے اعلیٰ درجہ سب سے عمدہ مقام اسی وقت ہوتا ہے جب وہ آخری وقت میں ہوتا ہے اگر ایمان پر خاتمہ ہو گیا تب کوئی مسئلہ ہی نہیں، نہ رونے کی ضرورت، نہ پریشانی کی ضرورت۔

ایمان پر خاتمہ کی قدر

حضرت شاہ علم اللہ صاحبؒ کے چار بیٹے تھے ایک بیٹے کی خبر آئی اس کا انتقال ہو گیا تو وہ پڑھا رہے تھے سن لیا، لیکن پڑھاتے رہے گھر گئے، اور باہر آئے اور کہا کہ میرے بیٹے ابوحنیفہ کا انتقال ہو گیا، جوان تھے، اگر لوگ اس کو برا نہ سمجھتے تو میں مٹھائی تقسیم کرتا، اس لیے کہ ابوحنیفہ کا انتقال ہو گیا اور ایمان کے ساتھ ہوا ہے، اسی لیے مجھے خوشی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ ان کو اٹھا لیا، تو انہوں نے کہا اگر برا نہ ہوتا تو مٹھائی بانٹتے۔

ہندوستان کا حال

بہر حال غم تو بری چیز ہے، لیکن انسان جب جاتا ہے، تو غم ہوتا ہی ہے، لیکن حد سے آگے نہ بڑھے، اب حد کی بھی کوئی حد نہیں رہی، جیسے حضرت حسین کا ماتم ہے اس کی بھی کوئی حد نہیں، آپ نے منع فرمادیا تین دن سے زیادہ تو ہے ہی نہیں تعزیت ہی، ہمارے یہاں عربوں میں تو ابھی بھی حال یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ وہاں اب بھی تعزیت نہیں کرتے، یعنی موت سے سب سے زیادہ ڈرنے والی قوم ہندوستان کی ہے جہاں تک میں ابھی تک سمجھ رہا ہوں، موت کا لفظ آیا تو اس کی موت ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے لکھنؤ وغیرہ میں پہلے بڑا رواج تھا جب نوابوں کا دور تھا تو موت کا لفظ بھی نہیں استعمال کرتے تھے یہاں اردو میں الفاظ ہیں، حضور پردہ فرما گئے، حضور سے ملاقات نہیں ہوگی، یہ سب الفاظ موت سے ڈرنے کے ہیں، یہ سب شیعوں سے آیا ہے، یہ صاحب ایمان کا طرز ہی نہیں ہے، عربی میں تو اللہ کے رسول کے لیے موت کا لفظ ہے، یعنی یہاں تو ہم کو منہ سے نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے جو تقریر کی ہے اللہ کے رسول ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے پر یہی لفظ سیدھا

سیدھا استعمال کیا تھا "من کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حی لایموت ومن کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات" (جامع الأحادیث للسیوطی) جو محمد کی عبادت کرتا تھا اس کو معلوم کر لینا چاہیے، کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے، اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے، اس کو موت نہیں آئے گی۔

تو عربوں کے یہاں آج بھی یہ بات ہے کہ ان کے یہاں جو لوگ وہاں کام کرتے ہیں، (عربوں کے یہاں) ان کے ساتھ بڑے لطیفے پیش آتے ہیں ایک کسی کا انتقال ہو گیا یہاں، تو تین دن کے بعد وہ چھٹی مانگتے ہیں کہ ہمارے یہاں فلاں کا انتقال ہو گیا ہے تو عرب ہنس کر کہتے ہیں اب کیا کرو گے جا کر وہاں؟ یہیں سے دعا کرو، ان کے لیے مغفرت کی، کہا نہیں گھر جانا ہے، گھر میں کیا ہے؟ کیا مردہ کو زندہ کر لو گے؟ جو ہو گیا سو ہو گیا، تین دن گزر گئے بات ختم، تو یہ عربوں کا مزاج ہے اور یہی اسلامی مزاج ہے، موت سے ڈر کیا ہے؟ اس لیے کہ موت تو گویا کہ چاہنے والے کو جس کو وہ چاہتا ہے اس سے ملانے کے لیے ایک پل ہے، اب پل پر سے آپ پار ہو گئے، تو ڈر کی کیا بات؟ اچھے لوگوں کے پاس چلے گئے، لیکن بات وہی ہے کہ ہمارے حالات اتنے خراب ہیں کہ کہ ڈرنا ہی چاہیے، ہمارے حالات اس لائق نہیں ہیں کہ ہم وہاں جا سکیں اس وجہ سے ہم کو ڈر لگتا ہے تو ہونا یہ چاہیے صاحب ایمان کا معاملہ، کہ اس کو ڈر کی کوئی بات نہیں۔

ایک لطیفہ اور یاد آیا یہاں ماشاء اللہ آج دس محرم ہے ہی، غم حسین منایا جا رہا ہے ہر جگہ، تو وہاں شیعوں میں ایران وغیرہ میں تو ہے، لیکن سعودیہ، مصر و شام میں ماشاء اللہ نہیں ہے، تو وہاں سے کوئی صاحب آئے یہاں ماتم چل رہا تھا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے، کہا حضرت حسین کا غم منا رہے ہیں کہنے لگے کیا ہندوستان میں اب خبر پہنچی ہے چودہ سو سال کے بعد ارے یہ واقعہ تو چودہ سو سال پہلے کا ہے، اور ان تک خبر اب پہنچ رہی ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں بے وقوفی کی بھی ہیں کم عقلی کی بھی

ہیں، اور بے علمی کی بھی ہیں، کچھ جانتے نہیں، نہ قرآن جانتے ہیں نہ حدیث جانتے ہیں نہ رسول اللہ ﷺ کو جانتے ہیں اور نہ اہل بیت کو جانتے ہیں، اہل بیت کبھی ایسا کر ہی نہیں سکتے، اہل بیت تو ایسا صبر کے پیکر تھے لیکن جہاں ماتم کرنا وغیرہ ہے یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہے، لیکن بہر حال سب ہو رہا ہے اور انہیں کے نام پر ہو رہا ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

ظاہر ہے کہ اس وقت تو ہر جگہ ایسا ہی ہے جو نام بڑا استعمال کر لے سمجھ لیجیے اس کے پیچھے کچھ اور ہے، آج کل لیول بڑا اونچا ہوتا ہے پوسٹر بڑے شاندار اور دکان کا سائن بورڈ بڑا شاندار شوکیس بڑا شاندار لیکن اندر کچھ نہیں ہے، پیکٹ بہت اچھا ہے، آج کل بس یہی چل رہا ہے تو ان کا بھی معاملہ بس یہی ہے اندر کچھ بھی نہیں، خالی ہے، جھوٹ کا پلندہ ہے، گندگی کا ایک پیکٹ ہے، جس کو اوپر سے انہوں نے چپکا رکھا ہے، اور نئے نئے انداز سے اس کو بیان کر دیتے ہیں، جس کا نہ سر ہے نہ پیر، ایک لفظ بھی تو صحیح ہو، نہ تاریخ سے ثابت ہے، نہ اہل بیت سے ثابت ہے، کسی سے ثابت نہیں لیکن

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

اور بات یہ ہے کہ سب دشمن اہل بیت ہیں، کہ اہل بیت کو بدنام کرنے کے لیے جو چاہیں کریں، اور خود اہل بیت میں تو ابو بکر بھی ہیں، عمر بھی ہیں، عثمان بھی ہیں، علی بھی ہیں، سب اہل بیت ہیں، اس لیے کہ اللہ کے رسول کے دو سسر ہیں، اور دو داماد ہیں، کس کو نکالو گے؟ اور دوسری ازواج مطہرات ہیں، اور پھر حضرت عمر حضرت علی کے داماد ہیں اور ان کے صاحبزادوں (حضرت علی) ابو بکر ہیں، عمر ہیں، وہ بھی سب ختم کر دیئے، ان نالائقوں نے ان کے نام تک مٹا دیئے، بات یہی ہے کہ جب آدمی صحیح راستہ پر نہیں چلے گا، تو یہی ہوگا صحیح معلومات نہیں حاصل کرے گا تو یہی ہوگا جو میں نے ابھی شروع میں بات عرض کی تھی۔

شوق ہی ختم ہوگیا

آج ہم لوگ جیسے ہیں ویسے تو ہیں، دوسرے یہ کہ اچھا کرنے کا شوق بھی نہیں ہے، یعنی نماز پڑھنے والوں کو یہ شوق نہیں، کہ اچھی نمازیں ہوں، آپ خود غور کر لیجئے کتنے لوگ پوچھتے ہیں نماز اچھی کیسے کریں، ورنہ تنہا نماز جو ہے اس کی چار شکلیں ہیں، چار طرح کی نماز ہے، جسم پر نماز ہے، ایک جسم پر نماز ہے، ایک عقل پر نماز ہے، ایک دل پر نماز ہے، ایک روح پر نماز ہے، چار نمازیں سیدھی سیدھی ہیں، اور ہم لوگ کون سی نمازیں پڑھتے ہیں صرف جسم والی ہی رہ گئی وہ بھی صحیح نہیں ہے، جسم کی نماز بھی گویا کہ پوری نہیں، پیشانی کہاں رکھی جائے؟ ناک کہاں رکھی جائے؟ گھٹنا کہاں کیسے ہونا چاہیے؟ ہاتھ کیسے رکھنا چاہیے؟ اور رکوع کیسے ہونا چاہیے؟ سجدہ کیسے کرنا چاہیے؟ بیچ میں کتنی دیر بیٹھنا چاہیے؟ یہ ساری چیزیں ہیں، یہ جسم کی ظاہری نماز ہے، اس کو بھی نہیں کر پاتے، تو پھر قلبی نماز، دماغی نماز قلب کی نماز خشوع والی اور خضوع والی دل لگے اور دماغ کی یعنی سمجھ کر پڑھیں ﴿حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ (النساء:۴۳) کہ جانو تم کیا کہہ رہے ہو؟ یعنی ہم نے کہا کہ اللہ اکبر اور یہ بھی نہیں معلوم کیا کہہ رہے ہیں؟

معنی تو معلوم کر لیں

افسوس تو یہ تک ہے کہ اللہ اکبر کے معنی معلوم نہیں، حالانکہ اللہ اکبر کہنے ہی سے یہ ہونا چاہیے کہ ہم نے سب کو اس کے پیچھے ڈال دیا، سب جاؤ پیچھے، اب کوئی بڑا نہیں، بولے اللہ اکبر، گویا کہ اللہ کی بارگاہ میں جب آگئے تو جھاڑ کر آگئے، اب کسی کی بڑائی دل میں اتنی بھی نہیں ہے، صرف اللہ بڑا ہے، پھر ثنا، اور تعوذ پڑھا، بسم اللہ پڑھی، اور اس کے بعد سورۂ فاتحہ میں مانگا، کیا مانگا یہ بھی نہیں معلوم یعنی آپ اندازہ لگائیے کہ اگر آپ کسی کے پاس درخواست لے جائیں اور آپ کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ کیا مانگا ہے درخواست دے دی اور اگر پوچھ لیا کہ کیا مانگا ہے؟ اس میں کیا لکھا ہے، تو یہ ہی نہیں پتہ، اب منھ دیکھ رہے ہیں، تب تو درخواست ہی وہ پھاڑ کر پھینک دے گا، جاؤ، اور

ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ ہم کو پتہ ہی نہیں ہے تو اتنا تو معلوم ہونا ہی چاہیے کہ الحمد للہ کے کیا معنی ہیں، الرحمٰن الرحیم کے کیا معنی ہیں، آسان ہے بالکل، سب کو زبانی یاد ہے، تو زبانی معنی یاد کرنے میں کیا جارہا ہے؟ تاکہ جب اللہ اکبر کہیں تو جی لگے اللہ اکبر، اور جتنا سمجھ کر پڑھیں گے تو مزا آئے گا، بارگاہ خداوندی میں حاضر ہیں آپ، اور ہاتھ پھیلائے ہوئے مانگ رہے ہیں کہ یہ بندہ کمترین ہے، اور آپ رب عظیم ہیں، آپ سے مانگ رہے ہیں، تو یہ اللہ کے بندے جب کرتے تھے پہلے، اسی لیے ہمارے یہاں مسجدیں عمدہ بن رہی ہیں، تو نماز خراب ہوتی جارہی ہے۔

یہ سنت بھی ادا کرو

اسی لیے ہمارے حضرت مجدد صاحب نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی ایسی مسجد میں چلے جاؤ کہ جو ٹوٹی ہو، اور مٹی میں سجدہ کرو جاکر، یہ جو بہت عمدہ عمدہ قالینوں پر کرتے ہو اور اب تو ماشاء اللہ اے سی مسجد میں ہوتی چلی جارہی ہیں، برا نہیں ہے اچھا ہے، جتنی راحت ہے اتنا ہی اچھا ہے، لیکن یہ بھی مجدد صاحب نے لکھا ہے کہ اپنی پیشانی ٹیکو جاکر اصلا تو نماز اسی میں پڑھی جاتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے سجدہ کیا تو کیچڑ آپ کے یہاں بھرا ہوا تھا، رات میں پانی برسا تھا مسجد کچی تھی، اوپر سے پانی ٹپکا، رمضان کے دن اسی پر آپ نے سجدہ کیا، تو اللہ کے رسول ﷺ سے کیا بڑھ کر ہیں؟ ہم لوگ آخر کیا ہیں؟ ہم لوگ تو ان کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے غلام ہیں، اور اس میں بھی اگر ہمارا نام آجائے تو بہت بڑی بات ہے، یہ تو بہت دور کی بات ہے۔

سیکھنا ضروری ہے

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کو سمجھیں اور جس طرح ہمارے اندر تبدیلی ہورہی ہے ایسے ہی دین میں بھی تبدیلی ہو یعنی ترقی کریں دین میں، ثنا کے معنی معلوم کریں، کل دوسرے کے اور پھر تیسرے کے، آگے تک

سیکھیں، بغیر سیکھے سائیکل چلانا ہی نہیں آتی، نماز پڑھنا کیسے آجائے گی؟ اور ہم لوگوں نے دیکھا دیکھی نماز پڑھنا شروع کردی تو نماز پڑھنے لگے، لیکن جیسی نماز ہونی چاہیے ویسی آج تک نہیں ہوئی، ہم تک کو نصیب نہیں ہے، لیکن کوشش کرنے پر تو اللہ تعالیٰ بہت دیتا ہے پھر حافظ کے بارے میں فرمایا جو حفظ کر رہا ہو اور کوشش کر رہا ہو اگر مرجائے تو حافظ اٹھایا جائے گا اسی طرح عالم اور بزرگ ہونا بھی ضروری ہے تاکہ صحیح اور غلط کو معلوم کرسکے، اور جس بستی میں انسان کو اصلاح ہو پانے کی امید نہ ہو تو چاہیے کہ اس بستی میں نہ رہے، تاکہ تبدیلی آجائے۔

احتیاط کا درجہ

حدیث میں بھی آتا ہے یہاں تو ہونا ممکن نہیں ہے، فرمایا گیا تمہارا گھر کافروں کے علاقے سے اتنا دور ہونا چاہیے کہ تمہاری آگ کو وہ نہ دیکھیں اور تم ان کی آگ کو نہ دیکھو، یہ حدیث کے الفاظ ہیں لیکن آج کل تو بڑے بڑے فلیٹ لیتے ہیں، جاکر انہیں کے گھر میں عیش کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے کو دکھ دیتے ہیں اور اپنے ایمان کو قتل کرتے ہیں اور جہنم کا راستہ سیدھا کرتے ہیں، خوب جاؤ وہاں اہل کفر سے قریب ہوجاؤ محبتیں کرو، اللہ کے یہاں معلوم ہوجائے گا ہاں ضرورۃ کوئی خریدے تو الگ بات ہے کوئی بات نہیں ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

آدمی جب کوشش کرتا ہے نیک ہونے کی تو اللہ تعالیٰ کیسا ہی گناہ ہو اس کو وہ اٹھا لیتا ہے، اس لیے کہ بچہ کے گندگی لگ جاتی ہے، چھوٹا بچہ جو ہوتا ہے ماں اس کو دھلاتی ہے، اور پھر اس کو پیار بھی کرتی ہے، اور اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے میں ماں سے زیادہ شفقت والا ہوں جب ماں سے زیادہ شفقت والا ہے تو جس طرح گندگی لگی ہوتی ہے، بچہ میں، اور وہ روتا ہے، صفائی نہیں کرنے دیتا دھویا جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ

بھی تکلیف میں ڈالتے ہیں کہ دھلائی ہوجائے جب دھولیا تو اس کو بالکل مزا آجائے گا اور بالکل مزین ہوکر چلا جائے گا، میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے، کہ ہم اپنے آپ کو بنائیں آگے بڑھائیں یہ نہ ہو کہ ہم پیچھے جائیں یہ دونوں کی گنجائش نہیں ہے، یا تو ہم آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں گے، اور یہ اسی وقت ہوگا جب ہم میں سے ہر شخص یہ طے کرلے کہ ہم کو اچھا کام کرنا ہے، اور اس کے لیے محنت کرنی ہے، اور کوشش کرنی ہے، جتنی ہمارے بس میں ہے، باقی تو ظاہر ہے کہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور جیسے میں نے عرض کیا کہ ہم تھوڑی بھی محنت کریں گے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے وہ تو دوڑ کر اٹھالیتا ہے جیسے بچہ ہوتا ہے، چھوٹا باپ کہتا ہے اے بچے چل کر آؤ، اٹھو، ابھی چلنا نہیں آتا، اس کو تو ذرا سا چلا دو قدم اور دوڑ کر اٹھالیا، واہ واہ میرا بچہ تو خوب چلا، حالانکہ نہ بچہ چلا نہ دم ہے، کہ چلے، ایسے ہی ہم لوگ بھی بچہ کے بچے کے بچے ہیں، اللہ میاں کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے؟ ہم ذرا سا بھی چلنے لگیں تو اللہ میاں اٹھالے گا، کہ ہمارا یہ بندہ ہماری طرف آرہا ہے اسی لیے اللہ میاں کہتے ہیں جو ہماری طرف آئے گا میں بھی دوڑ کر آؤں گا حدیث میں آتا ہے اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتا ہے؟ لیکن

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہروے منزل ہی نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

روح کی ترقی ضروری ہے

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه ونسترشده فمن يهديه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبنا وقرة عيوننا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيرا،أمابعد!

میرے بزرگو دوستو اور دینی بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور ہم کو مسلمان بنایا ہے، اور انسان کی تمام مخلوقات کا سردار بنایا ہے ساری مخلوقات انسان کی خادم ہیں، اور انسان تمام مخلوقات کا مخدوم ہے، اور یہ قرآن مجید میں کہا گیا ہے ﴿خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ (البقرة:۲۹) اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے ہی لیے بنایا ہے، درخت جنگلات پہاڑ، یہاں تک کہ جاندار سب خدمت میں لگے ہوئے ہیں لیکن آدمی یہ سمجھ نہیں پاتا، آم کے درخت میں آم لگتے ہیں، اگر آپ اس کی حفاظت نہ کریں، اور نہ کھائیں تو آم کا کیا فائدہ؟ آم تو اسی لیے ہے تاکہ آپ کی خدمت کرے، اسی طرح یہ باغات اور حیوانات ہیں، ان کو استعمال کرتے ہیں، اور سوار ہوتے ہیں، اب اگر کوئی شخص اپنے خادم کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو جائے اور وہ ہو مخدوم تو سارے لوگ ہنسیں گے کہ نہیں؟ کہ عجیب قسم کا آدمی ہے مالک ہے لیکن اپنے غلام کے آگے سر جھکائے ہوئے

ہے؟ یا اپنے غلام سے مانگتا ہے، الغرض یہ سارے درخت دریا وغیرہ تو آپ ہی کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، چاند چاندنی دیتا ہے، سورج کرنیں ڈالتا ہے، یہ سارے آپ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے اعلیٰ بنایا اشرف بنایا سب سے زیادہ مکمل انسان بنایا، تو انسان کو بھی چاہیے، کہ اپنے اشرف ہونے کو اکمل ہونے کو اور اپنے سرادر ہونے کو پامال نہ کرے، یہ ساری چیزیں اس کے اندر داخل ہونی چاہئیں، یعنی انسان کو انسان کی حیثیت سے سب سے اعلیٰ بنایا، اب اگر انسان اپنی حیثیت کو بھول جائے تو کیا ہوگا؟ عجیب انسان کے اندر اللہ نے صلاحیتیں رکھی ہیں، اشرف بتادیا تم سب سے اونچے ہو، اور اسفل کے اندر بتادیا تم سب سے نیچے ہو، اس لیے آدمی کو یہ چاہیے کہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھے، کہ وہ اشرفیت اکملیت افضلیت کی طرف جارہا ہے، یا اسفلیت کی طرف جارہا ہے، اوپر جارہا ہے یا نیچے جارہا ہے، اوپر جانے کے کیا کیا طریقے ہیں؟ اور نیچے جانے کے کیا کیا طریقے ہیں؟ جب اپنے جسم پر محنت کرے گا، تو نیچے جائے گا، اور روح پر محنت کرے گا، تو اوپر جائے گا۔

ترقی روح کے تقاضے

ایک تو بنیادی بات یہ ہے کہ روح پر جتنی محنت ہوگی، اتنی ہی وہ بڑھتی جائے گی، اور اگر انسان اس کو سمجھ لے کہ روح کے تقاضے کیا ہیں؟ سب سے پہلا تقاضہ تو یہ ہے کہ وہ جانے کہ اوپر جائے گا کہ نہیں؟ اگر جانے گا نہیں تو پھر جائے گا کیسے؟ اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا، بچہ ہو یا ننگا، دور کا ہو یا نزدیک کا، کالا ہو یا گورا، جاہل دیکھنے میں ہو یا پڑھا لکھا، انگریزی تعلیم یافتہ ہو، یا کوئی اور، اس کو حاصل کرنے کے باوجود اس کا علم حاصل کرنا فرض ہے، اور سب سے بڑا علم کیا ہے؟ کہ اوپر کیسے جائے گا، جیسے نوٹ ہوتی ہے، اگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ کیسے یہ اوپر جاتی ہے، سب پر لکھا ہوتا ہے، ایسے ہی اللہ میاں نے لکھ دیا ہے کہ یہ بٹن دباؤ گے، یہ بٹن دباؤ گے، تو

یہاں تک، تو انسان اس طرح ترقی کرتا چلا جاتا ہے، اس لیے آدمی کو سمجھنا چاہیے کہ اوپر کیسے جائے گا؟ اوپر کا سارا تعلق اللہ نے روح سے رکھا ہے، اور نیچے کا سارا تعلق جسم سے رکھا ہے، اب اگر کوئی اس کو اوپر رکھتا ہے جسم کو نیچے رکھتا ہے، تو وہ ترقی کرتا ہے، اور جو جسم کو اوپر روح کو نیچے کر دیتا ہے تو وہ دب جاتی ہے، اور پریشان ہو جاتی ہے، تو اس لیے دونوں کا امتزاج صحیح باقی رہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ خالی جسم ہو جائے تو پھر وہ دفن ہی کر دیا جائے، روح جب بدن سے نکل جاتی ہے، تو بدن کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے، اور روح اوپر چلی جاتی ہے، تو روح کا بدن کے ساتھ رہنا ضروری ہے، لیکن محنت روح پر کی جائے تو پھر اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بدن بھی صحیح رہتا ہے، اور اگر بدن پر محنت کی جاتی ہے، تو روح تو جاتی ہی جاتی ہے، بدن بھی بے کار ہو جاتا ہے، بالکل یوں سمجھ لیں، کہ اگر کوئی شخص اپنے بدن کو زیادہ کھلائے جیسے آج کل لوگ کر رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس کا پیٹ بھی خراب ہی رہے گا، لیکن اگر آپ نے روح کا حصہ رکھا اور کہا چار روٹی کھانی چاہئیں، تو ایک کم کھائی روح درست رہے، سنت کے مطابق ہو جائے، تو جب سنت کے مطابق ہوگا تو روح بڑھے گی اور جسم کے اندر توانائی رہے گی اور جو لوگ ہاتھ روک کر کھاتے ہیں ان کا بدن اچھا رہتا ہے بھوک صحیح لگتی ہے کھانے کا بھی مزا آتا ہے۔

کمزوری آنے کا سبب

اور جو لوگ اوور ہو جاتے ہیں، کھانے میں جیسے آج کل کے لالا، یہاں چاٹ کھالی وہاں یہ کھالیا، پتہ نہیں کیا کیا کھاتے رہتے ہیں، جانور ہوتے ہیں، پہلے ہمارے بزرگ جو ہوتے تھے وقت پر کھاتے تھے اور مختصر کھاتے تھے آج کل یہ دوکانیں جو کھل گئی ہیں، کوئی فاسٹ فوڈ کی دکان پر بیٹھا ہے، کوئی کہیں، تو ان دکانوں نے تو ہمارا ستیہ ناس کر دیا، جو آدمی پیسے جیب میں رکھتا ہے وہ فوراً منہ میں ڈال لیتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا پیٹ خراب ہو جاتا ہے، تو اعمال خراب بھی نہیں کر پاتا، نماز میں کوتاہی کرتا ہے

اچھے کاموں میں کوتاہی کرتا ہے، تو روح کمزور ہوجاتی ہے۔

ہر چیز میں طاقتور ہونا ضروری ہے

اسی لیے حضرت رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا المؤمن القوی خیر وأحب الی اللہ من المؤمن الضعیف وفی کل خیر، أو کما قال علیہ الصلاۃ والسلام، (سنن ابن ماجۃ فی باب التوکل والیقین) جو طاقتور مومن ہے وہ کمزور مومن سے بہت بہتر ہے، مگر ہر چیز میں طاقت ہو ایمان کے اعتبار سے طاقتور عقل کے اعتبار سے طاقتور جسم کے اعتبار سے طاقتور اور روح کے اعتبار سے طاقتور اور اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں دیکھتے جایئے قلب کے اعتبار سے طاقتور ہر اعتبار سے مومن کو طاقتور ہونا چاہیے، بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ جسم کوئی چیز نہیں ہے، نفلی ہے، سواری ہے جسم تو، اور یہ جتنی اچھی ہوگی اتنی ہی آپ کو تیز لے جائے گی، اور اگر سواری خراب ہے، تو آہستہ لے جائے گی، اس لیے جسم بھی ٹھیک ہونا چاہیے، بلکہ شروع میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ ایرانی اور رومی ایک ساتھ کام کیا کرتے تھے تو آپ نے سوچا کہ اس کام سے بچے کمزور ہوجاتے ہیں، تو آپ نے اس سے منع کیا، بعد میں آپ کو احساس ہوا کہ نہیں میں نے منع کیا تھا اب اجازت دیتا ہوں کرلیا کرو، یہاں بھی مسئلہ وہی ہے کہ آپ نے کہا بچے کمزور ہوجاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ بچے طاقتور ہونے چاہئیں، جسمانی اعتبار سے بھی ہو ورنہ پڑھے گا کیسے؟ جسم اچھا ہوگا تو ایمان اچھا ہوگا، دل اچھا ہوگا اور کام کرنے کی صلاحیت اس کے اندر اچھی ہوگی، ہر میدان میں اس کو اکمل ہونا چاہیے، اشرف ہونا چاہیے، افضل ہونا چاہیے، یعنی جانوروں سے اعلی ہو، اور جو جانوروں والی زندگی گزار رہے ہیں، ان میں اعلیٰ ہو، یعنی مشرکین کے بارے میں کہا گیا ہے جو شرک والے ہیں ﴿أُولَـٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾ (الأعراف:۱۷۹) یہ چوپایوں کی طرح ہیں جانوروں کی طرح ہیں، اس سے بھی گئے گزرے ہیں، تو مسلمان

کواس سے اوپر ہونا چاہیے، اعلیٰ ہونا چاہیے، اور افضل ہونا چاہیے۔

اشرفیت کا تعلق علم سے ہے

تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس اشرفیت کا تاج پہنایا ہے، اس کا خاص تعلق علم سے ہے اس لیے ہر شخص کو اتنا علم ہونا چاہیے، جس کے ذریعہ سے وہ ترقی کرنا شروع کردے، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اب اس میں کیا ہے؟ عقیدہ کا علم حاصل کرنا، سب سے زیادہ ضروری ہے، جس کو میں نے ایک جگہ بیان کیا تھا کہ اگر آپ نے بینک میں کھاتہ نہیں کھلوایا تو چاہے کتنی ہی آپ کے پاس رقم ہو، جمع نہیں کرسکتے آپ، تو اگر عقیدہ صحیح نہیں ہے، تو بالکل صحیح اعمال کریں، جب بھی جمع نہیں ہوگا، اللہ کی بینک میں، ہاں یہ ہوسکتا ہے دنیوی بینک میں کہ افسر کہے تمہارے پیسے میں رکھ لوں گا لیکن جب کھاتہ نہیں ہے تو جمع نہیں ہوگا، اور کھاتہ آپ ہی کھول پائیں گے کوئی اور نہیں کھول پائے گا، اسی لیے آپ کا فوٹو لگتا ہے اور دستخط بھی کرنا پڑتا ہے، ایسے ہی اگر اللہ میاں کے یہاں کھاتہ کھلوائیں گے تو فرشتے لکھتے ہیں، اس کا عقیدہ صحیح ہے، تب کھاتہ کھل جاتا ہے، اب جب کھل گیا تو اللہ میاں نے کہا ایک جمع کرے تو دس کرو، یہ دس گنا تو پہلے کرتے ہیں وہ، گویا کہ یہاں کا سود تو حرام ہے لیکن اللہ میاں وہاں کے لیے ڈبل تبل پہلے ہی پیش کردیتے ہیں، دس گنا پہلے ہی دے دیتے ہیں، اور جتنا خالص مال ہوگا، اتنا ہی گنا اس کا بڑھتا چلا جائے گا، اس وجہ سے خالص ہونا چاہیے، ملاوٹ نہیں ہونی چاہیے، تو ظاہر ہے کہ اللہ کے یہاں جمع ہوجائے گا۔

حصول علم کے درجات بڑھتے جائیں گے

اب اس کے بعد جیسے جیسے آپ بڑھتے جائیں گے علم میں اسی اعتبار سے آپ کو حاصل کرنا پڑے گا، مثلاً: ابھی تو بچپن میں آپ نے علم حاصل کیا کلمے یاد کیے، میں نے تو ابھی لکھنؤ میں مہم چلائی ایک جگہ تقریر کی کہ آج ہمارے نوجوان ایسے بھی ہیں جن کو کلمہ تک

یاد نہیں، عقیدہ درست کیا ہوگا جس کو کلمہ یاد نہ ہو؟ اور کلمہ کے معنی نہ معلوم ہوں، تو ایمان والا ہے ہی نہیں، اس لیے کہ ایمان کہتے ہیں، تصدیق کرنے کو تصدیق کب ہوگی؟ جاننے کا نام نہیں ہے ماننے کا ہے، تو اگر آپ جانتے بھی نہیں تو مانیں گے کیسے؟ پہلے جاننا ہے پھر ماننا ہے، تو جیسے کہ علم آتا ہے، اس کے بعد حلم آتا ہے اس لیے علم ضروری ہو گیا تو پہلے عقیدہ کا علم ہونا چاہیے، ہم کلمہ سنا کرتے ہیں، اپنے نوجوانوں سے تو بہت سے نوجوان ایسے ملتے ہیں، جن بے چاروں کو کلمہ تک یاد نہیں ہے، اس لیے ایک مہم یہ بھی چلانی چاہیے کہ کم از کم ایک دفعہ اپنے بچے کو کلمہ ضرور پڑھوا لیجئے، ان کو کلمہ یاد ہو تا کہ مسلمان ہو جائیں، حالانکہ یہ ہے کہ کچھ نہیں جانتے، یہاں رہتے رہتے ایسے ایسے کام کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ایمان ہٹ جاتا ہے۔

ایمان کی مثال

ایمان ایسے ہی ہے جیسے ائیر پورٹ کی سڑک، جیسے سڑک اچھی ہوگی، تو نہ اس پر آپ پتھر ڈال سکتے ہیں نہ پیشاب کر سکتے ہیں، یہاں تک کہ وہاں لکھا ہوا ہے بعض ائیر پورٹ پر کہ اگر کوئی سگریٹ پی کر ذرا سا بھی پیچھے کا حصہ ڈال دے گا، تو فائن ۵ ڈالر پڑتا ہے، اور جو اچھی سڑک ہوتی ہے تو اس پر چلنے کے لیے دو روپے دیجئے، ۵۰ روپے دیجئے، مانگا جاتا ہے، تو اللہ نے بھی ہم کو یہ راستہ دیا ہے، صاف ستھرا چمکتا دمکتا اور اس پر ہمارے لیے سڑک بنی ہے، جیسے یہ سڑکیں ہوتی ہیں نا، ٹوٹی پھوٹی، کہ کتے بھی دوڑ رہے ہیں، بلیا بھی، وہاں چکر مار رہی ہے اور یہ یہاں بگ رہا ہے، مُوت رہا ہے، اور کسی کو کوئی پرواہ ہی نہیں ہے اس لیے جانتے ہیں سب خراب کر دیتے ہیں، تو جس کا راستہ خراب ہے وہ شرک کرے کفر کرے اور گندی باتیں کرے اس کا پورا اثر پڑے گا ہی نہیں کیونکہ اس کا راستہ ہی خراب ہے، لیکن جس کا راستہ اچھا ہے وہ تو بھائی دیکھے گا کہ کہاں گڑ بڑ ہو رہا ہے؟ جیسے سفید کپڑا آپ پہنیں، تو ذرا دھبہ لگ جائے گا تو دور سے نظر آئے گا اور اگر کالا کپڑا ہے تو چاہے جتنے دھبے لگ جائیں پتہ ہی نہیں چلے گا، جب پورا خراب ہو جائے گا

برباد ہوجائے گا تو بدبو آئے گی اس سے، اسی لیے جب آدمی غلط راستہ پر پڑتا ہے تو کچھ دنوں میں اس سے بدبو آنے لگتی ہے، اور ایک بدبو تو منھ سے آتی ہے لیکن ایک بدبو ہوتی ہے کہ وہ گالی دینے لگتا ہے، اور الزام لگانے لگتا ہے بہتان درازی کرنے لگتا ہے، غیبت کرنے لگتا ہے، تو پھر اس کی بدبو سے اس کے قریب میں کوئی نہیں بیٹھتا۔

جن کی روح خراب ہوجاتی ہے

آپ نے دیکھا ہوگا ہوتا یہ ہے کہ آپ کو بھوک لگتی ہے آپ نے پلاؤ کھایا، کھاتے چلے گئے، جب بہت کھالیا تو کہا کہ اور کھالیں، اب جب کھایا تو بھائی جب اچھا کھایا تو پھولیں گے اب بتایئے پیٹ کا بھی کیا حال ہوگا؟ جو کھانا خوشبو دے رہا تھا بدبو ہوگئی اسی میں، ایسے ہی جو لوگ غلط باتیں منھ سے نکالتے ہیں، ان کی روح خراب ہوجاتی ہے، تو جس طرح قے والے سے بدبو آتی ہے، ایسے ہی اس کے پاس بیٹھنے سے لوگوں کو بدبو آتی ہے، اس کو نہیں محسوس ہوتی وہ سمجھتا ہے کہ میں بہت صحیح بات کہہ رہا ہوں لوگ ہنستے ہیں جو اچھے لوگ ہوتے ہیں ان کی بات میں خوشبو آتی ہے، لوگ ان کے پاس سمٹنے لگتے ہیں، ان کے پاس آتے ہیں، بیٹھتے ہیں، یہ علم کا نتیجہ ہے۔

اتنا تو ضروری ہے

اب جیسے بالغ ہوگئے تو نماز واجب ہوگئی تو آپ نے نماز کا طریقہ حاصل نہیں کیا تو نماز کیا پڑھیں گے؟ نہ اللہ اکبر معلوم نہ اعوذ باللہ معلوم، نہ سورۂ فاتحہ معلوم، اور نہ قرآن مجید تو جب نہ معلوم تو نماز ہی نہیں ہوگی، اور خاص کر کے مسلمانوں کی نماز، یہ تو ضروری ہے فرض ہوتا ہے، علم حاصل کرنا فرض ہے، اتنا تو معلوم ہونا ہی چاہیے، لیکن معنی اس کے بھی نہیں معلوم، حالانکہ کتنی بڑی بات ہے، اگر آپ غور کریں کہ اللہ میاں کے سامنے ہم کھڑے ہیں، یعنی آپ اندازہ لگایئے کہ ایک عیسائی نے ایک بات کہی تھی اگر چہ وہ غلط ہے لیکن اس نے کہی، کہ آپ لوگ عجیب آدمی ہیں ہم لوگ تو انگریزی میں بولتے ہیں، آپ عربی میں بولتے ہیں، اور عربی جانتے نہیں، آپ سورۂ

فاتحہ پڑھتے ہیں، اللہ میاں کے سامنے کھڑے ہوکر اور آپ سمجھتے نہیں، تو اگر کوئی یہ کہے کہ آپ کو وہاں جا کر یہ کام کرنا ہے، تو آپ اسی زبان کو سیکھ کر جائیں، جو خود نہ سمجھیں، اور کوئی پوچھے تو معلوم بھی نہ ہو، کہ ہم کیا مانگ رہے ہیں، اھدنا الصراط المستقیم، اے اللہ ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرما، ہر نماز میں ہر رکعت میں، اللہ میاں نے کہا ہے مانگو، اور صراط مستقیم مانگو، اور صراط مستقیم کیا؟ بار بار شروع میں کہتے ہیں اے اللہ ہم کو صراط مستقیم عطا فرمادے، بات یہ ہے کہ صراط مستقیم کی ہزاروں شکلیں ہیں، یعنی عقیدہ کی صراط مستقیم کیا ہے؟ وہ دیکھ لیجئے، نمازوں کی صراط مستقیم کیا ہے؟ وہ دیکھ لیجئے، زکاۃ کی صراط مستقیم کیا ہے؟ وہ دیکھ لیجئے، تو ظاہر ہے کہ اس کا فائدہ ہوگا اور ترقی کرے گا، فوراً آگے بڑھنا بھی شروع ہوجائے گا لیکن کچھ نہیں معلوم تجارت کررہے ہیں، ہم کو علم نہیں آرہا ہے علم نہیں ہے کہ تجارت کون سی جائز ہے کون سی ناجائز؟ کون حرام کون حلال؟ کون مکروہ کون مستحب؟ کچھ پتہ نہیں ہے، تو کیسے معلوم ہوگا یہاں تک کہ وزیر بن گئے اور اس میں کیا کرنا چاہیے، قرآن میں کیا ہے، حدیث میں کیا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بیان فرمایا ہے، کچھ پتہ نہیں۔

بحران علم کا نتیجہ

اس کا نتیجہ کیا ہے کہ ہماری عبادت میں ملاوٹ، ہماری معاشرت میں ملاوٹ، ہمارے معاملات میں ملاوٹ، ہماری سیاست میں ملاوٹ، انجام کیا ہوگا؟ اسی لیے تو فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ضروری ہے اور جو کام کرے گا ہم نے اس کا علم دیا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور اپنی باتوں کے ذریعہ سے ہر چیز کا علم دے دیا ہے، اگر کوئی کہے کس زبان میں تو عربی نہیں جانی، کیونکہ قرآن مجید جو ہے عربی میں ہے، اور حدیث جو ہے اس کی تشریح ہے، اب کچھ رہا ہی نہیں، قرآن مجید میں اللہ نے کہا ہے کہ اس میں سب کچھ ہے، اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے کہا ہے کہ اللہ میاں نے تم اس کو بیان کردو، جو کچھ تم پر نازل کیا جارہا ہے، اس کی وضاحت کردو، حدیثوں

سے بیان کردیا، اب اگر کوئی کہتا ہے کہ چودہ سو سال سے ہے پہلے نہیں تھا تو بے کار ہے، امام غزالیؒ نے فرمایا ایسا کہنے والے کا ایمان نہیں ہے، قیامت تک جو بھی مسئلہ پیش آئے گا سب کا حل قرآن مجید میں موجود ہے، جتنی الجھنیں آئیں گی سب کا حل موجود ہے، لیکن بات وہی ہے جب علم ہی نہیں تو کیا؟ ہم کو تو ایمان کی دولت مل گئی گھر بیٹھے، تو پھر ظاہر ہے کہ گھر کی مرغی دال برابر، تو ایسے ہی یہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں رہ گئے۔

اپنے پیر پر خود ہی کلہاڑی مار رہے ہیں

آپ نے آج کل دیکھا ہوگا کہ ہمارے بچے کالج اور اسکولوں میں پڑھتے ہیں ہم اپنے بچے کالج بھیج دیتے ہیں، بعد میں یہ کہا جاتا ہے تم نے کیا کیا؟ تو ہم کو تو معلوم نہیں تھا، قرآن مجید میں کیا کہا گیا ہے، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر کے ساتھ جب سفر کیا، تو اس میں ایک بچہ تھا، جس کو انہوں نے ختم کردیا، لمبا قصہ ہے، تو حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت خضر کے ساتھ جب سفر کیا، تو انہوں نے بچے کو مار دیا، تو انہوں نے کہا اللہ کے بندے ایک بچہ کھیل رہا تھا اس کو کیوں مار دیا؟ عجیب آدمی ہو تم، تو انہوں نے کہا یہ دوسرا علم ہے، اور بعد میں بتایا کہ یہ بچہ جو تھا یہ کافر ہو کر زندہ رہنے والا تھا اور اس کے ماں باپ نیک تھے تو اللہ میاں نے یہ بتا دیا ہے، تو حضرت خضر نے کہا کہ ایسا بچہ جو کافر ہو جائے ماں باپ کے لیے مصیبت ہے، اور جو ماں باپ ہی کفر میں ڈال دیں، تو وہ ماں باپ بچے کے لیے مصیبت ہیں، اندازہ لگائیے آپ جو جہنم میں ڈال رہے ہیں، ایمان کی دولت کوڑیوں میں بیچ رہے ہیں، ایسے نہ جانے کتنے کام ہو رہے ہیں؟ کوئی جا کر خودکشی کر لیتا ہے، کوئی کچھ کر لیتا ہے، اور ایمان چلا جاتا ہے، حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ ہم فورا چوکنا ہو جاتے، کہیں ایسا تو نہیں کفر ہم سے کام لے لے۔

یہ ہے اصل محبت

جو اللہ کے نیک بندے ہوا کرتے تھے ان کا حال یہ تھا کہ راجستھان کے ایک

بڑے عالم گزرے ہیں، ان کے صاحبزادے ہمارے زمانہ میں پڑھتے تھے اور ان کی والدہ بھی دیندار تھیں، کہتے تھے میری والدہ کہتی تھیں اے اللہ میرا یہ بچہ دیندار ہو تو اس کو باقی رکھ، ورنہ تو اس کو موت دے دے، کوئی ماں ایسا کرے گی؟ کہنے لگا اس وقت سے لے کر آج تک میری کوئی نماز ہی نہیں چھوٹی، اتنا اثر پڑا اس پر اس دعا کا، اور آج کل تو حال یہ ہو گیا ہے کہ ماں باپ سلا دیتے ہیں، بچہ کو ارے ابھی بچہ ہے، بعد میں نماز پڑھ لے گا، حالانکہ یہ حکم دیا گیا ہے سات سال کی عمر میں عادت ڈالو۔

میری والدہ جو تھیں میں بیمار تھا مجھے یاد ہے بالکل چھوٹا سا تھا نو سال کا، تو اس وقت کیا عمر ہوتی ہے؟ ٹائی فائڈ ہو گیا تھا مجھے، بیمار تھا، میری والدہ آتی تھیں پانچ وقت کی نماز پڑھواتی تھیں، اور کہتی تھیں بیٹے اٹھ جاؤ نماز پڑھ لو، اتنی بیماری میں، اور اتنی کمزوری میں، تو ظاہر ہے کہ جب ایسی ہی عادت ڈالیں گے ماں باپ تو کیسے چھوٹے گی نماز؟ اس کے بعد اللہ کا فضل ہے کہ نماز چھوڑنے کی آج تک عادت نہیں ہوئی، ماشاء اللہ آج تک پڑھ رہے ہیں۔

روحانی ترقیاں کب حاصل ہوں گی؟

آج آپ کی بھی ذمہ داری کچھ ہے، وہ ہے علم کی بات، علم جب ہو گا لیکن اس کی قیمت کیا ہے؟ آپ جا کر کھانا خریدتے ہیں یا کوئی اور چیز تو پہلے سے جان لیتے ہیں اس کے بعد کرتے ہیں ایسے ہی جب آدمی جان جاتا ہے کہ ہمارے پاس دولت کیا ہے نعمت کیا ہے؟ اللہ نے کیسی ایمان کی یقین کی نعمت عطا فرمائی، تو پھر اس کی قدر کرتا ہے، جب قدر کرے گا تو ظاہر ہے کہ اس کا اجر ملے گا، غیر معمولی نفع ہو گا، اور ترقی کرتا چلا جائے گا، یعنی اس کو روحانی ترقیاں حاصل ہوں گی، اور اس کو دل کا سکون ملے گا، دماغ کا چین ملے گا، ہر جگہ جنت کا نمونہ بنے گا، اور اگر علم نہیں ہے، تو ظاہر ہے کہ پھر ویسا ہی رہے گا جیسے موتی ہوتا ہے اس میں چھید کر لو قیمت بہت بڑھ جاتی ہے، لیکن اگر چھید کرنا نہیں آتا ہے اس کو، تو موتی کی قیمت اور ختم کر دیں گے، آپ کو

موتی اگر مل گیا کسی نے کہا اس میں چھید اگر کردو تو اس کی قیمت کئی گنا ہو جائے گی، ابھی تو یہ ہے پانچ ہزار، اگر چھید کرلیا جائے بہت باریک کام ہے، تو زیادہ ہو جائے گی قیمت، ایسے ہی معاملہ اس کا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تم کو نعمت دی ہے غیر معمولی برکتیں عطا فرمائی ہیں، اس کو ہم صحیح طور پر استعمال کریں، اور اس کو جانیں پہلے، جب تک جانیں گے نہیں تو ظاہر ہے کہ کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔

ہمارا ایمان

ہم لوگوں نے آج کل اپنے ایمان کو کپاٹ بنا دیا، ادھر پھینک دیا، ادھر پھینک دیا، پھینک دینے کا مطلب کا کیا ہے؟ ادھر سر جھکا دیا ہے، ادھر سر جھکا دیا جائے، ادھر مانگ لیا، ادھر مانگ لیا، یہ معمولی نہیں ہے، بہت قیمتی چیز ہے، اب ہم پہچانیں کہ اللہ نے کیا مال ہم کو دیا ہے؟ کیا دولت ہم کو اللہ نے عطا فرمائی ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے ترقی عطا فرمائے گا، بس میرے بھائیو! اگر اتنی ہی بات ہم سمجھ لیں کہ علم کا حاصل کرنا ضروری ہے، تو پھر گویا کہ ہم نے ترقی کے راستہ پر اپنے آپ کو ڈال دیا، اور اگر ہم جانیں گے نہیں، ہم دنیا ہی میں منہمک رہیں، اور ہم کو دین سے کوئی مطلب ہی نہیں ہے، تو ظاہر ہے کہ کچھ ہونے والا نہیں ہے، آپ کا یہاں بیٹھنا اس بات کی علامت ہے کہ آپ کو قدر ہے۔

صحیح عالم سے رجوع ضروری ہے

لیکن ہاں آپ جانتے ہیں، اس کو معلوم کریں صحیح علماء سے آج کل یہ بھی کہنا ہوتا ہے پہلے یہ ہوتا تھا بس یہ کہہ دیتے تھے پوچھ لیجئے علماء سے لیکن اب ایک لفظ اور بڑھانا پڑتا ہے، صحیح علماء سے، کیونکہ کمانے والے زیادہ ہیں، اور حلال والے کم، اور آج کل پیکٹ بہت اچھا ہوتا ہے لیکن اندر مال اچھا نہیں ہوتا ایسے ہی اس وقت تقریر اچھی ہے اور باتیں اچھی ہیں، لیکن اندر کچھ نہیں ہے، تو کچھ نہیں ہوگا قرآن مجید میں آتا ہے ان کی زبان شہد سے زیادہ شیریں ہوتی ہے، اور ان کے دل بھیڑیوں کی طرح ہوتے ہیں، حدیث میں

ہے کہ ان کے دل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے تو ایسے میں جانچ لینا چاہیے کون سچا ہے کون جھوٹا ہے؟ زبان کا سچا ہی نہیں، بلکہ نماز کا بھی پابند ہے کہ نہیں، اور کھانے پینے کے چکر میں تو نہیں پڑا رہتا، پیسے کے چکر میں تو نہیں پڑا رہتا، ڈھونڈنا پڑتا ہے۔

تلاش ان مسلمانوں کی ہے

آج کل ڈاکٹر ڈھونڈنے پڑتے ہیں، اور وہ علاج والے تو ہیں، لیکن ڈاکٹر سے ڈاکو ہو گئے، گئے تھے معلوم ہوا کہ لوٹ لیا، I.C.U. جو ہے آج کل چلا ہوا ہے اکثر I.C.U. میں رکھتے ہیں، تاکہ ان کی جیب موٹی ہو جائے اور کوئی مقصد نہیں ہے، I.C.U. کا مطلب لائیے پیسہ، بس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، اور ہمارے لوگوں نے تو اتنا ہوا کھڑا کر لیا ہے، موت کا اس سے ڈرنے کی کیا بات ہے؟ موت سے بہت زیادہ ڈرنے لگے ہیں، اور کیا لوگ کہیں گے یہ سب بے کار کی باتیں ہیں، ارے اگر اچھے اعمال والا ہے تو جائے گا جنت میں، اللہ کے پاس، لیکن مسلمان کیونکہ موت سے ڈرتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا، ہمارے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا ایک شعر میں ایسے مسلمان تو بہت ہیں اب ان مسلمانوں کی تلاش ہے جن سے موت ڈرتی ہو، اور یہ سب یورپ سے آیا ہے، ایک طرف تو یورپ والے کہتے ہیں، جو بیمار ہو جائے اس کو خودکشی کر لینی چاہیے، اور ادھر دوسری طرف I.C.U. میں بھی رکھتے ہیں، دونوں کی فہم، لیکن نہ وہ اسلامی نہ یہ اسلامی، اسلام تو یہ ہے کہ بس علاج کرو جتنا کرنا چاہیے باقی اللہ میاں ٹھیک کرتے ہیں، اللہ کے ہاتھ میں ہے، اطمینان سے رہیے۔

اگر اللہ سے تعلق ہو جائے

ہمارے حضرت مولانا علی میاں صاحب سے سارے لوگ پیچھے پڑ گئے، کہ ان کو اسپتال لے چلو، لیکن ظاہر ہے کہ طبیعت خراب تھی، تو پھر جب زیادہ ہنگامہ ہوا تو حضرت مولانا نے انکار کر دیا، کہ میں نہیں جاؤں گا کہیں بھی، بس یہیں دعا کرو، یہیں علاج گھر میں کر دو، ماشاء اللہ جتنے دن بھی رہے ایک دن بھی نماز قضا نہیں ہوئی، اور

ایک نماز بھی بغیر سجدہ کے نہیں پڑھی پوری زندگی، اور کوئی نماز بھی بغیر جماعت کے نہیں پڑھی، کئی مہینے بستر پر رہے، لیکن پھر بھی ساتھ ساتھ تقریر بھی کی ایک اجتماع تھا اس میں، تو جب اللہ سے تعلق ہو جاتا ہے تو اس میں یہ ساری باتیں ہو جاتی ہیں۔

اگر تعلق ہی نہ ہو

جن کا ایمان نہیں ہے تو وہ کہیں گے ڈاکٹر ٹھیک کر دے، اتنا تو کہا گیا ہے سنت ہے علاج کراؤ، اس کا مطلب یہ نہیں کہ .I.C.U میں ضرور رکھو، جا کر علاج کراؤ، اچھے ڈاکٹر دیندار ڈاکٹر کو لاؤ، اس سے علاج کراؤ، اور جو کہے وہ کرو، سنت ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ہم لوگ بھول جاتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے، اس سے پوری کی پوری قومیں خراب ہوتی چلی جا رہی ہیں، اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مریض تو کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے جو تیماردار ہیں وہ بیمار ہو جاتے ہیں، تو ایسے علاج کا کیا فائدہ کہ سارے تیماردار بھی بیمار ہو جائیں یہ سب غلط فکر کا نتیجہ ہے، اس لیے ہم سب کو چاہیے کہ اس کی فکر کریں۔

مومن کی شان

ہو جائے تو شکر کریں، اللہ تعالیٰ دونوں ذریعہ سے ترقی دیتا ہے، یہ ترقی روحانی ہے یعنی اوپر جاتا ہے شکر کرے، تو اوپر صبر کرے، یہ عجیب معاملہ ہے مومن کا، حدیث میں آتا ہے عجبا لأمر المؤمن، مومن کا مسئلہ ہی عجیب وغریب ہے اگر پریشانی میں مبتلا ہو جائے تو صبر کرتا ہے یہ اس کے لیے بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے، خوشی ہوتی ہے، تو شکر کرتا ہے، یہ کسی اور غیر مومن کو حاصل نہیں ہے، اس لیے کوئی غیر ہوتا ہے تو پریشانی پر گھبراتا ہے، اور مومن ایسا نہیں ہوتا، مومن جو ہے نہ اتراتا ہے نہ گھبراتا ہے اطمینان سے چلا جاتا ہے۔

اچھا بننے کی کوشش کرتے رہو

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس کو سمجھ لیں اور ہر

آدمی یہ طے کرلے کہ ہر چیز پوچھ لے، ہر چیز پوچھ کر کرنا ہے، عقیدہ کیسے صحیح ہو، نماز کیسے اچھی ہو، یہ ساری باتیں اچھے علماء سے پوچھئے جتنے اچھے علماء سے پوچھیں گے تو اچھا ہوگا، اس لیے کہ ہر آدمی اچھا چاہتا ہے، کھانا اچھا، پہننا بھی اچھا، یہ ہو رہا ہے سب، تو اس لیے ہم سب کو کوشش یہ کرنی چاہیے، کہ اچھے بنیں، لیکن ایک بات اور یاد رکھئے ابھی کہہ رہا ہوں یاد آگئی آج کل اس پر بہت اعتراض ہوتا ہے قرآن مجید میں یہ ہے کہ اللہ میاں نے جب آپ کو ایسا بنایا ہے کسی کو کالا بنادیا ہے تو ایسے کی فکر کرنی ہوگی، بات قرآن مجید میں یہ ہے کہ اللہ میاں نے جب آپ کو ایسا بنایا ہے کسی کو کالا بنادیا کسی کو گورا بنادیا اور کسی کو گندمی بنادیا، تو یہ قرآن مجید میں ہے کہ جس کو جیسا بنادیا بس اسی پر خوش رہے یہ نہیں، کہ ایسے ہوتے، تو بڑا اچھا ہوتا، یہ مایوسی کفر ہے، ایسا نہیں کرنا چاہیے ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (النساء: ۳۲) اللہ نے ایک دوسرے کو جوڑ دیا ہے، ہر انسان الگ ہے، تو آپ کو جیسا بنادیا ہے ویسا ہی صحیح ورنہ کیا اللہ میاں نے خراب بنایا ہے؟ وہ خراب نہیں بناتے ہیں، آپ یوں سمجھ لیجئے ہم کو بنایا ہم ماسٹر پیس ہیں، کہ اس نے ایسا بنادیا اور اسی لیے کہا گیا ہے دنیا میں اپنے لیے نیچے والے کو دیکھو یعنی جو اوپر جانا چاہتا ہے، اس کو اوپر دیکھنا چاہیے، اور نیچے جانا چاہتا ہے اسے نیچے دیکھنا چاہیے اسی لیے جو لوگ اپنے سے بڑے کو دیکھتے ہیں، دنیا میں وہ نیچے جاتے ہیں، اور جو آخرت والے کو دیکھ رہا ہے دنیا میں وہ ویسا ہی رہ جاتا، بس یہ چند باتیں ہیں جو اگر ہمارے ذہن میں رہیں، تو بہت سے مسئلے ہمارے حل ہو جائیں گے ہمارا دماغ صحیح ہو جائے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح فکر عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

اخلاص وقت کا نایاب سفینہ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه ونسترشده فمن يهديه فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ، ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له ونشهد أن سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبنا وقرة عيوننا ومولانا محمدا عبده ورسوله صلى الله عليه وعلىٰ آله وأصحابه وأزواجه وذرياته وأهل بيته وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيرا، أما بعد اوقد قال الله عزوجل فى كتابه العزيز، أعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم، ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾(آل عمران: ۱۰۲)

میرے بزرگو دوستو اور دینی بھائیو!

آپ اور ہم سب آج کل کے حالات سے ناواقف ہیں آج کل کے حالات کا رونا سب رو رہے ہیں، اور گھر کے باہر جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں، اس کا نقشہ کھینچنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ایسی چیزیں ہیں، جن سے ہر شخص واقف ہے، بات بس اتنی ہے، کہ ان کا مداوا کیسے کیا جائے؟ اور ہم جہاں پہنچ گئے ہیں، وہاں سے اپنے آپ کو اٹھا کر اپنے اصل مقام پر پہنچائیں، جو اس کو سمجھ لے گا انفرادی طور پر اور آگے بڑھ کر محنت کرے گا، وہ اس مقام پر کسی نہ کسی درجہ میں پہنچے گا، اور جو صرف سنتا رہے گا، اور کرنے کی کوشش نہیں کرے گا، تو ظاہر ہے کہ جہاں ہے اس سے اوپر آنا تو

بہت دور کی بات ہے نیچے چلتا ہی چلا جائے گا، اور جو قرآن مجید میں اسفل سافلین کہا گیا ہے، وہ اسفل سافلین میں جا کر وہاں کا مزا بھی چکھ لے گا جس کا آج کل ہم کو خوب اندازہ ہو رہا ہے، کہ نہ ہم اپنی نگاہ میں اس وقت بہتر ہیں، نہ دوسروں کی نگاہ میں بہتر ہیں، یعنی اگر ہم اپنے کو دیکھیں تو اپنے سے شرما جائیں، اور گھر والے جب ہم کو دیکھیں تو گھر والے ہم پر ہنستے ہیں اور گھر والے ہماری عادتوں اور ہمارے اخلاق پر شرماتے ہیں، اور محلے والے بھی ہم کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے، بظاہر ہم دیکھنے میں دیندار ہوں اور دین کے کام کرنے والے ہوں الا ماشاء اللہ، جس پر وہ رحم فرمائے۔

ان حالات میں کوئی ان کی کریمی دیکھے

اس وقت جو حالات ہیں اور پریشانیاں ہیں، وہ طوفان نوح کی طرح ہیں، کہ اس سے وہی بچ سکتا ہے جس کو اللہ بچائے، ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ﴾ (ھود:۴۳) یعنی سیلاب بداخلاقی اور بے حیائی اور بدمعاملگی سے وہی بچ سکتا ہے جس کو اللہ بچائے لیکن اللہ بچاتا کس کو ہے؟ جو اپنے کو بچانے کی کوشش کرے، اس کو اللہ بچاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ایسے حالات میں جلدی بچاتا ہے، یہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے "العبادة في الهرج كهجرة الي" (سنن ابن ماجة في باب الوقوف على الشبهات) جب فتنوں کے حالات ہوں اس وقت اگر کوئی میری عبادت کرتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے ایک دم پلٹ کر میری طرف آ گیا ہو، ہجرت کر کے سب چھوڑ چھاڑ کے، میرے پاس آ گیا، تو میں اس کو اٹھا لیتا ہوں یعنی ظاہر ہے کہ پھر تو نوازے جانے میں کوئی کلام ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی فرما دیا ہے جو ایک ہاتھ آتا ہے میں دو ہاتھ آتا ہوں اور جو چل کر آتا ہے میں دوڑ کر آتا ہوں تو اللہ کے یہاں کوئی کمی نہیں ہے، بلکہ اللہ نے اپنے کو اکرم الاکرمین کہا ہے اور کریم کے معنی عربی میں ہوتے ہیں جو نالائق کو دینے والا ہو، لائق کو تو سب دیتے ہیں، نالائق کو صرف خدا دیتا ہے تو اس لیے اللہ نے اپنا نام رکھا ہے کریم، اور جب اس کے کرم کے دروازے کوئی کھٹکھٹاتا ہے تو

محروم نہیں رہتا لیکن جائے کھٹکھٹانے کے لیے، اور کوئی جائے ہی نہ تو اس کا کوئی علاج نہیں، اس لیے کہ اس کی رحمت تو جتنے یہ سمندر ہیں پوری دنیا میں، زمین چھوٹی ہے سمندر زیادہ ہیں، ایسے ہی دنیا میں جتنے انسان ہیں سب گناہ کرنے والے بن جائیں تو ان کے مقابلہ میں اللہ کی رحمت ان سمندروں سے زیادہ ہے جتنی اس دنیا کی خوشکی کے مقابلہ میں ہے، تو اس لیے جو بڑے بڑے شہروں کی گندگی ہے وہ جب سمندر میں جاتی ہے تو ایک موج ہی اس کو غائب کر دیتی ہے، تو اللہ کے یہاں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے، لیکن ساری بات یہ ہے کہ اوپر سے صدا بار بار آتی ہے کہ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہروے منزل ہی نہیں

پہلے خود کو سدھار لیں

ایک مثال میں عرض کرتا ہوں کہ اصلاحی کوششیں بہت ہو رہی ہیں، یا دوسروں کو راستہ پر لانے کی کوششیں تو بہت ہو رہی ہیں، اپنے اپنے انداز سے لوگ کر رہے ہیں، لیکن آج - ہمارے حضرت مولانا عبدالباری صاحبؒ نے یہ بات لکھی ہے کہ- لوگ صالح بنتے نہیں مصلح بن جاتے ہیں، اس لیے اصلاح نہیں ہو رہی ہے، پہلے صالح بننا ہے، پھر مصلح بننا پڑتا ہے، یہ جو عمارت کھڑی ہے اگر اس کی اینٹیں پھولی ہوں کچی ہوں پکی نہ ہوں پتھر کی نہ ہوں اور آپ یہ سمجھ رہے ہوں پتھر کی ہیں تو آپ لگاتے تو جائیں گے اور ہوسکتا ہے کہ عمارت بھی کھڑی ہو جائے لیکن وہ بالکل بودی عمارت ہوگی، ایک دھکا لگے گا نیچے آجائے گی، ایسے ہی جو لوگ اپنی اصلاح نہیں کر پاتے میں یہ کہتا ہوں چلئے اصلاح کرنا نہیں چاہتے یہ نا کہیے کہ نہ کرتے، کرنا نہیں چاہتے، تو ان کا حال یہی ہے کہ بودی اینٹوں سے اپنی عمارت بنا رہے ہیں، بے بنیاد عمارت تعمیر کر رہے ہیں، جس کی کوئی حیثیت نہیں، اور دو چیزیں یاد رکھیں ہر جگہ آپ کو ملیں گی، اگر آپ پوری زندگی کو اٹھا کر دیکھیں اللہ میاں نے ہر چیز کو دو پیدا کیا

ہے، آنکھیں دو ہیں، کان دو ہیں، ہر چیز دو ہیں، تو ایسے ہی اختیار اور غیر اختیار کی بات ہے، اب جب اس کو نہیں سمجھا تو دیکھو تقریریں بہت ہو رہی ہیں، تحریریں بہت آ رہی ہیں، اور لوگ اصلاحی کوششوں کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، لیکن جب انہی کے گھر کوئی جا کر دیکھے، تو معلوم ہوگا ایک صاحب نے کہا تھا

آئے جو شیخ محشر میں تو اعمال ندارد
جس مال کے تاجر تھے وہی مال ندارد

تو حال ہم لوگوں کا یہی ہو گیا ہے تو اس وجہ سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔

دین اور دنیا کے گہرے ربط کو صحیح سے سمجھئے

آج کل اگر ہم غور کریں تو دنیا میں جیسے مارکیٹ چل رہی ہے، اس وقت ویسے ہی یہ بھی مارکیٹ چل رہی ہے، دنیا کا آخرت سے بڑا جوڑ ہے، کھیتی یہاں کیجئے، کاٹئے وہاں، تو ایسے ہی دنیا کا بھی دین سے بڑا رابطہ ہے، جو لوگ کہتے ہیں دین الگ دنیا الگ ہے، ان کی کھوپڑی الگ ہے، اور ان کا دل الگ ہے، بھائی دونوں ایک ساتھ ہیں، سر یہاں پر ہے دُم یہاں پر ہے، کوئی یہ کہے نہیں دل وہاں ہے اور سر یہاں ہے یہ کوئی عقل مندی کی بات تو ہے ہی نہیں، ہاں دوسروں کو بے وقوف بنانے کے لیے کر سکتے ہیں۔

ایک کتاب ہمارے یہاں کہانیوں کی زبان میں پڑھائی جاتی ہے، اس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا ہے، بہت عجیب وغریب کتاب ہے، اس میں ہے کہ ایک بندر کی دوستی تھی مگر مچھ سے تو جب چاہتا تھا اس کی پیٹھ پر بیٹھ جاتا تھا اور جہاں چاہا وہاں چلا جاتا تھا، لیکن ایک دن اس نے کچھ حرکت کی جس سے مگر مچھ ذرا چڑھا تو پھر جب بندر صاحب آئے اور کہنے لگے میں ذرا اس پار جانا چاہتا ہوں پہنچا دو، تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے بیٹھ جاؤ، جب بیچ سمندر میں پہنچے تو کہا کہ میں بیمار ہوں ڈاکٹروں نے مجھے بتایا ہے کہ اگر بندر کا دل کھانے کو مل جائے تو ٹھیک ہو جاؤں گا، تو بندر نے کہا ارے آپ تو اتنی پرانی دوستی ہم سے رکھتے ہیں، اور اب بتا رہے ہیں، آپ نے پہلے بتایا

ہوتا، کہا اچھا، کیا بات ہے؟ کہنے لگے بندر میاں ارے اپنا دل تو ہم اس پیڑ پر ہی رکھ آئے ہیں، آپ مجھے وہاں پہنچا دیجئے میں آپ کو دے دوں گا جا کر۔

تو آج کل جو دین و دنیا کی تعریف بتاتے ہیں ان کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے یہ بندر بانٹ جو مشہور ہے، اس میں سے بھی کچھ تعلق ہے اس کا، ایک یہ بھی ہے کہ سب کو بے وقوف بنا رکھا ہے، کہ مسجد میں چلو وہاں ہے دین، اور مارکیٹ میں آ گئے اب کہاں ہے دین بھائی؟ یہ جو دین و دنیا کی تفریق کر دی ہے، اس سے حالات بگڑتے چلے جا رہے ہیں، دین کا دنیا سے غیر معمولی تعلق ہے، جس کو میں کہتا ہوں یوں سمجھ لیجئے قرآن مجید میں قیاما للناس، صرف دو چیزوں کے لیے قرآن مجید میں قیاما کا لفظ آیا ہے، میں نے کہیں اور نہیں دیکھا، نہ حدیث میں دیکھا ہے، قرآن میں ہو سکتا ہے کسی نے دیکھا ہو تو بتا دے، بہر حال، دوسرے کعبہ کو کہا گیا ہے، مال اور کعبہ، یہ ہیں قیاما للناس، اور قیام کہتے ہیں جس پر آدمی کھڑا ہو سکے، جس پر دار و مدار ہو، تو مال کو کہا گیا ہے یہ دار و مدار ہے، کعبہ سے دین کا تعلق ہے مال کا دنیا سے تعلق ہے، دونوں قیام ہو گئے، اور بات اتنی ہے کہ دنیا جو ہے مال جو ہے یہ پیر ہے سر نہیں، یہ پازیب ہے، تو یہ ماتھے کا جھومر نہیں ہے، یا اس کو یوں سمجھ لیں سائیکل ہے اس لیے کہ اگر اس کو کوئی لے کر اپنے سر پر چلے یا موٹر سائیکل کو اپنے سر پر اٹھا لے، تو سب لوگ کیا کہیں گے کہ چل گیا ہے، تھوڑا سا، اس کو بھیج دو اسپتال میں، تو معاملہ بالکل یہی ہے کہ جو لوگ مال کو اوپر کر دیتے ہیں، وہ چل گئے ہیں مال نیچے رہنے کے لائق ہے، اسی لیے اللہ میاں نے مال کے اندر یہ صلاحیت ہی نہیں رکھی ہے جیسے شریعت نے سونے اور چاندی کو ہمارے یہاں مال قرار دیا ہے تو آپ سونا لے لیجئے، اور اگر آپ چاہیں تو نوٹ لے لیجئے، لیکن آج تک نوٹ سے پیٹ نہیں بھرتا کسی کا، آپ کھا لیجئے نوٹ، اور آپ سونا چاٹتے رہیے اور کہیے کہ نہ ہم دال کھائیں گے یہ کہیں ہو سکتا ہے؟ تو مال مال ہے مال سے آپ خرید کر کھا سکتے ہیں، لیکن یہ نہیں کہ مال کو کھا لیں گے تو مال پیر ہے اب پیر کو وہ سر

پر رکھ لے، یا سائیکل کو سر پر رکھ لے، تو کیا انجام ہوگا؟

آج الٹے کو سیدھا کرنے کی ضرورت

اس وقت اصل میں معاملہ یہ ہے کہ ہر چیز ہوگئی الٹی، اس لیے میں الٹی چیزیں بتا رہا ہوں کہ کیا کیا چیزیں الٹی ہوگئی ہیں، تو ایسے ہی یہ بھی الٹا ہوگیا ہے، ایسے ہی دعوت کا کام فرمایا گیا تھا کہ وہ تمہارے ذمہ ہے، دعوت کا کام تمہارے ذمہ ہے، لوگوں کو صحیح راستہ دکھاؤ بتاؤ، جو تم کو معلوم ہے وہ بتاؤ، یہ کہا گیا تھا لیکن آپ نے کہا کھانا کھلانا ہمارے ذمہ ہے، دعوت کا کام تمہارے ذمہ ہے، اور جو بھی چلنے والا جانور ہے اس کا رزق اللہ پر ہے، ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (ھود:٦) علی اللہ کے تاکیدی جملہ کو عربی جاننے والے سمجھتے ہیں، یعنی جو بھی رینگ رہا ہے، اور اس کے ایسے ایسے نظارے ہیں کہ میں کیا عرض کروں، کہ اللہ میاں کیسے رزق پہنچاتا ہے، تو اللہ میاں نے رزق کو کہا ہے ہمارے ذمہ ہے، لیکن ہم نے دبی زبان میں کہا نہیں، اللہ میاں کما کے تو ہم دیں گے دعوت کا کام آپ کر لیجئے، یہ جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا نا حضرت موسیٰ سے کہ آپ جایئے اور آپ کا رب دونوں لڑیں جہاد کریں، جب زمین خالی ہو جائے گی، تو ہم آئیں گے عیش کرنے کے لیے، تو ہم لوگ بھی اسرائیلی ہوتے چلے جا رہے ہیں، اور ہمارا ذہن بھی وہی ہے، کمانے سے منع نہیں کیا گیا ہے، لیکن وہی کہ آدمی مال کو سر پر نہ رکھے، مال کو نیچے رکھئے اوپر سوار ہوئیے، اور اس کی لگام آپ کے ہاتھ میں ہونی چاہیے۔

اور جہاں تک رزق کا معاملہ ہے ہمارے حضرت مولانا نے تو عجیب وغریب واقعہ سنایا، اور براہ راست انہوں نے سن کر سنایا، مفتی صادق صاحب وہاں افغانستان میں سفیر تھے تو انہوں نے خود بتایا کہ ایک مرتبہ روس کے صدر کو کوئی پیغام دینا تھا یہاں کے صدر کو، تو اس کا ٹیلی فون آیا کہ اپنے کسی ایسے آدمی کو بھیج دو، جس سے براہ راست میں بات کر سکوں، ٹیلی فون وغیرہ سے نہیں ہو سکتی، تو کہنے لگے میرا انتخاب ہوا تو وہ

دیندار آدمی تھے اور روس کے اس وقت حالات بہت خراب تھے، انہوں نے کہا تو کھانا ایسا پکوالیں جو ایک ہفتہ تک چل جائے، سوکھا کھانا ہونا چاہیے، تو انہوں نے بڑا ناشتہ دان کھانے کا تیار کیا، لے کر گئے ہوائی اڈہ پر ہوائی جہاز سے اڑ گئے، تاشقند میں اترے جا کر، تو انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک عورت مری ہوئی چڑیا کو ادھیڑ رہی ہے، اور وہاں اکثر مسلمان ہیں تاشقند میں، لیکن حالات دگرگوں ہو گئے، تو اس وجہ سے معاملات خراب ہو گئے، تو یہ سمجھ گئے کہ مسلمان عورت ہے، تو انہوں نے جا کر کہا یہ مردہ چڑیا کو کھانا ناجائز ہے، تو اس عورت نے پلٹ کر کہا تم نہیں جانتے، اب وہ ہمارے لیے جائز ہو چکی ہے تو انہوں نے کہا اللہ اکبر! کس اللہ کے ولی کی بیٹی ہے یہ؟ کتنے فاقے اس کے ہو چکے، کہ اب اس کے لیے مردار جائز ہو گیا، تو کہنے لگے میں صرف اس لیے کھانا مجھے ملتا رہے حلال، اس لیے بہت سارا لے کر آیا ہوں پورا ناشتہ دان ان کے حوالہ کر دیا، کہ یہ لے جاؤ، اور تم اس کو کھاؤ، بس جیسے ہی ناشتہ دان اس کو دیا، اور ہوائی اڈہ واپس آئے ایک دم سے ٹیلی فون آیا اور کہا کہ جو بات کرنی تھی وہ ختم ہو گئی آپ واپس چلے جائیے ۔تو دیکھئے اللہ تعالیٰ نے افغانستان سے ہوائی جہاز پر کھانا بھجوایا، اندازہ لگائیے۔

صحیح نیت سے چلیں فائدہ ہوگا

اللہ میاں کے اس نظام کو کوئی سمجھ نہیں سکتا، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ بار بار کہتا ہے میں حکیم ہوں حکمت والا ہوں، مجھے تم لوگ کیا سمجھ سکتے ہو؟ جب پردے حکمت سے اٹھیں گے تب پتہ چلے گا تو ایسے ہی یہاں پر اللہ میاں بتائیں گے کہ یہ ہماری بندی کیسی تھی جس کو کھلانے کے لیے ہم نے سفیر کو بھیجا، اور اس کو اللہ میاں نے کھلایا، تو اللہ میاں نے کہا کہ کھلائیں گے ہم، لیکن ہم نے کہا ہم یہ نہیں کریں گے تو آج افسوس ہے کہ ہر چیز الٹی ہو گئی، اسی وجہ سے آج اتنے بہت سے مسلمان ہیں لیکن ہوا نہیں لگ رہی ہے، تو ان کے پَر درست کرنے کی ضرورت ہے، بس ہوا لگنے لگے گی، اب لیکن اس وقت جو ہمارے مصلح ہیں وہ خود بے چارے اس لائق ہیں کہ ان کی اصلاح کی

جائے، اور جو اس وقت ہمارے کام کرنے والے ہیں ان کو خود ضرورت ہے اصلاح کی، ان کو خود ضرورت ہے اس بات کی کہ ان کی نیتوں کو درست کیا جائے، اور ان کی اچھی طرح اصلاح کی جائے، اور بغیر نیت کے درست ہوئے کوئی کام ہوتا نہیں، نیت بڑی اہم ہے، جدھر ہوگی وہی پلہ جھک جائے گا، ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ مخلص کا سفینہ بھنور میں پھنس کر ساحل مراد تک لگ جاتا ہے، اور غیر مخلص کا سفینہ کنارہ پہنچ کر بھی ڈوب جاتا ہے، تو اس لیے سارا معاملہ اخلاص کا ہے، اور اللہ میاں نے کیا فرمایا ہے قرآن مجید میں ﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِص﴾ (الزمر:۳) یہ اچھی طرح سمجھ لو، کہ اللہ میاں کے یہاں دین اور متعلقات وہ بلا ملاوٹ کے جانا چاہیے، اللہ میاں ملاوٹ پسند نہیں کرتے خالص کا ترجمہ ہے بلا ملاوٹ، ہم لوگ کہہ دیتے ہیں ، خالص، تو سمجھ میں نہیں آتا، اور آج کل تو پورا مارکیٹ ہی ایسا ہے اور بمبئی تو ماشاء اللہ یہاں جو آئے وہ کھو جائے، کئی مرتبہ آچکا ہوں مگر راستہ پلے پڑتا ہی نہیں، ہم نے کہا جیسے جنگل میں ماہر کی ضرورت ہوتی ہے، ایسے ہی راستہ کا یہاں بھی کوئی ماہر ہو، تبھی پہنچ سکتے ہیں ورنہ پہنچ ہی نہیں سکتے، تو بمبئی کی حالت بھی ایسی ہی ہے۔

ملاوٹ حد پار کر گئی

میرے بھائیو اور دوستو! خالص چیز ہونی چاہیے، ڈپلیکیٹ مارکیٹنگ بہت ہے، اور ملاوٹ کا سامان بہت ہے، اور اس وقت سب سے زیادہ بڑا آدمی وہی ہے جو بہترین ملاوٹ کرے، اور اچھی طرح سے چار سو بیسی کرنا جانتا ہو، ابھی ایک صاحب بتا رہے تھے کہ دیندار لوگوں کا حال یہ ہوگیا ہے کہ وہاں افریقہ میں ایک صاحب نے دو کروڑ کی دوکان بنائی، اور کچھ دنوں تک رکھی پھر اس کا انشورنس کرایا، کروڑوں کا، اور اس کے بعد سارا سامان غائب کر دیا اندر سے، تھوڑا سا رکھا، اور اس میں آگ لگا دی، اور پھر انشورنس والوں سے مل ملا کر ان کو رشوت دی اور دو چار کروڑ لے لیے اب گھر بیٹھے ہیں آرام سے جا کر، کھا رہے ہیں، اور اسی میں سے مسجد اور مولویوں کو

بھی دے دیا، للہ بھی نکالا اور فی اللہ بھی نکالا، تو آپ اندازہ لگالیجئے مسجدوں اور مدرسوں کو بھی نہیں بخش رہے ہیں، اور سارا مال دے رہے ہیں، ہمارے یہاں ذرا احتیاط ہے، ان معاملات میں ندوۃ میں، ایک صاحب شراب کا کاروبار کرتے تھے انہوں نے ندوہ میں دینے کی بہت کوشش کی، ندوہ والوں نے لیا ہی نہیں، تو وہ کہنے لگے آپ ایسے ہیں ورنہ ہمارے پاس تو لائن لگی رہتی ہے، اور کسی کو تردد نہیں ہوتا، کہتے ہیں سب کہ ناچ کر دو یا گا کر دو پیسہ ہونا چاہیے، تو جب کہنے والے ایسے ہو گئے تو ہوگا کیا انجام؟ جب یہ حالات ہو جائیں تو ہوگا کیا انجام؟ اس وجہ سے دینے والوں کے اندر بھی یہ بات پیدا ہو گئی ہے، میرے سامنے دو سیٹھ لڑنے لگے ایک کہنے لگا دیکھئے یہ غلط تجارت کرتے ہیں مورتی وغیرہ بیچتے تھے تو ہم نے کہا بری بات ہے، تو پلٹ کر فوراً انہوں نے کہا کہ میں مدرسوں میں تو دے دیتا ہوں، یعنی جب مدرسوں میں دے دیا تو ان کا پاک ہو گیا، یہ نئی فقہ وفتویٰ ہے، نئے مفتی نیا فتویٰ، تو اب ایسے ہی لوگ پیدا ہوتے جا رہے ہیں، اور فتوی پھر یہی لوگ دیں گے، جو ناچتے ہیں اور گاتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا میں نے تو دوسروں سے سنا ہے، اشتہار آ رہا ہے، کہ اب حضرت بش درس قرآن دیں گے انہوں نے درس دیا تھا بلا کر امریکہ میں، بہت سے لوگوں کو، اب انہی کے چیلے وہ بھی قرآن کا درس دینے والے بن گئے یہ تو حالات ہوتے چلے جا رہے ہیں، اور جو چاہیں دین کے بارے میں فیصلے کر دیں اور جو چاہیں کہہ دیں۔

دجال کی جنت سے بچئے

بات یہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں کا بھی دماغ چل گیا ہے، سب دجال کی جنت کے چکر میں پڑے ہیں جو کالجوں کے اندر ہو رہا ہے یہ سب دجال کی جنت ہے، باہر سے مزا اندر سے جہنم، اور یہ معمولی لوگ چٹائیوں پر بیٹھنے والے دین کا کام کرنے والے جن کو کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا یہ جنت میں ہیں، اور لوگ سمجھ رہے ہیں کہ یہ جہنم میں ہیں، لوگ ترس کھاتے ہیں بے چارے مولوی کیا کریں گے؟ ارے تو ان سے

کہہ دیجئے، جنت ملے گی تین ہزار میں جو ہمیں ملتے ہیں، اور تم کو تیس ہزار میں جہنم، کون سا سودا اچھا ہوا بتاؤ؟ مگر صحیح ہو آدمی، تب اس میں ایسا ہے ورنہ تو نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے، نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔

اوپر سے اصلاح شروع کیجئے

ہمارے حضرت شاہ یعقوب صاحب مجددی فرماتے تھے ایسے لوگوں کے بارے میں کہ پہلے برتن مانجھو پھر پانی رکھو، پھر دھو دھو کر رکھ دو، بڑا حساس ہے، ذرا بھی برتن خراب ہوگا تو پانی کالا نظر آئے گا، اس لیے برتن مانجھئے، کہ پانی کا رنگ نظر آئے تو ایسا نہیں ہے، معاملہ بڑا سنگین ہے، اور سب کو سوچنے کی ضرورت ہے، اور یہ یاد رکھیں اصلاح اوپر سے ہوتی ہے، نیچے سے نہیں ہوتی، بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں، لیکن یاد رہ جاتی ہیں، ہمارے یہاں اندرا گاندھی کے زمانہ میں بڑا جلسہ ہوا تھا اور بڑے بڑے وکلاء بیٹھے ہوئے تھے، تو انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگ بتایئے ہم اپنی حکومت کو صحیح کیسے کریں؟ بہتر سے بہتر بنانے کی کیا ترکیب ہے؟ تو ایک بوڑھا کھڑا ہوا اور سارے وکیلوں سے کہنے لگا خاموش رہیے گا میں پہلے ان سے ایک بات پوچھ لوں، کہا آیئے، پوچھئے، کہنے لگا زینہ جب صاف کیا جاتا ہے تو نیچے سے یا اوپر سے؟ اگر نیچے سے ہو تو اوپر سے کوڑا آتا جائے گا، اور اوپر سے صاف کریں تو نیچے تک صاف ہوتی چلی جائے گی، اور آج کل نیچے کے پلے خوب صاف کئے جا رہے ہیں، اوپر کوڑا ہی کوڑا ہے، ذرا سا صاف کیا، پھر اوپر سے آ گیا پہلے جو بزرگ ہوتے تھے وہ اچھے ہوتے تھے اور آج اچھے لوگ برے ہو رہے ہیں، پہلے معلوم ہوتا تھا اچھے ہیں کچھ دن کے بعد خراب ہیں، اور ہمارے پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے لکھا ہے کہ آخری دور میں ایسا حال ہو جائے گا کہ تم باتیں تو سن لو قریب مت جانا اگر تحقیق کر لی تو نفرت ہو جائے گی۔

عبادات کو بھی نہیں بخشا

میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تھوڑا کریں، لیکن ٹھوس ہو، ﴿اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِص﴾ (الزمر:۳) ملاوٹ نہ ہو، ریا کی، اب دیکھئے عقیدہ میں ملاوٹ شرک کی نہ ہو، عبادات میں ملاوٹ ریا کی نہ ہو، اور دنیوی فائدے کے لیے نہ ہو، کیونکہ اس وقت یہ بھی ایک تماشہ چل رہا ہے کہ نماز جو لوگ پڑھنے آرہے ہیں وہ اس لیے پڑھ رہے ہیں کہ فلاں یوگی نے بتایا ہے کہ نماز پڑھنے سے گھٹنا اور پیر دماغ کا درد صحیح ہوجاتا ہے، اب نوجوان پڑھنے نماز بہت آرہے ہیں، لیکن اگر پوچھیں کیوں آرہے ہو؟ تو بہت سے لوگ بس آرہے ہیں تو آرہے ہیں، اب ایک تو نیت غائب، دوسرے یہ کہ بہت سے اس لیے آرہے ہیں کہ آدمی نماز پڑھنے سے نشاط رہتا ہے، تو ظاہر ہے کہ ایسا ہے تو پھر کیا انجام ہوگا نماز کا؟ مولانا کے بڑے بھائی ہمارے دادا ڈاکٹر بھی تھے بڑے اچھے عالم بھی تھے .M.B.S ڈاکٹر تھے ان کے پاس ایک صاحب کتاب لائے جس میں لکھا تھا مادی نماز کے فوائد، تو انہوں نے کہا میں اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہوں، جسم کے لیے نہیں پڑھتا، اور یہ معلوم کرنا میرے نزدیک بے وقوفی ہے، اس لیے کہ جب آدمی معلوم کرتا ہے تو دل وابستہ ہو ہی جاتا ہے، ایک مثال میں آپ کو دیئے دیتا ہوں آپ ہنسیں گے دہلی میں ایک ڈاکٹر چوپڑا بہت بڑے ڈاکٹر ہیں، انہوں نے تحقیق کی ہے کہ لمبا اگر سجدہ ہے تو ہارٹ فیل نہیں ہوگا حالانکہ آج کل کی نماز جس میں تعدیل ارکان ہوتا ہی نہیں، یہ جائز کہاں ہے؟ لیکن یہ نہ کیا، لیکن اب یہ جو تحقیق سنی آج سے سب کا سجدہ لمبا ہوجائے گا، کیونکہ سجدہ کرنے سے ہارٹ اٹیک نہیں ہوتا۔ ہر آدمی آج کل گھبرایا ہوا ہے بلڈ پریشر شوگر، اور نہ جانے کیا کیا؟ ارے میاں صحیح راستہ پر چلو تو کچھ نہیں ہوتا، اس لیے کہ اللہ میاں کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں ﴿وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْن﴾ (السجدہ:۲۱) اس طرح اللہ میاں جو ہیں مبتلائے عذاب

کر دیتے ہیں، کہ اب بھی سمجھ لو اب بھی سوچ لو، آجاؤ، تو اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری ہر چیز سو الڈ ہو، عبادات میں اس سب کی ملاوٹ نہ ہو، ایسے ہی تجارت میں غش کی، اور جھوٹ کی، عیادت اور زیارت میں خودغرضی کی، سیاست میں مکر وفریب کی ملاوٹ نہ ہو، غرض کہ ہم سب لوگ اپنے کو خالص کرنے کی کوشش میں رہیں، جب یہ کریں گے تو ہمارے تھوڑے کام میں بہت برکت ہوگی، اور اگر یہ نہیں کریں گے تو شہرت چاہے بام عروج تک پہنچ جائے، لیکن ہونا کچھ نہیں ہے۔

مرتا کیا نہ کرتا؟

آج کل صرف ایڈورٹائز کے ذریعہ سے دوکان چلا رہے ہیں، بس یہی ہو رہا ہے، اور لوگ پھنستے چلے جا رہے ہیں، ہمارے حضرت مولانا محمد امین احمد نصیر آبادی بڑے بزرگ گزرے ہیں ان کے پاس ایک صاحب آئے اور کہنے لگے حضرت جی اولاد نہیں ہوتی، ایک پنڈت سے ملا تھا اس نے کہا کہ کہ اگر مسجد کے قریب تمہارا گھر ہے، وہاں سے ہٹا کر دور چلے جاؤ، تو تمہارے بچہ ہو جائے گا، تو مولانا نے سر جھکا کر تھوڑی دیر مراقبہ کیا، اور فرمایا ہو جائے گا بچہ، لیکن ایمان تمہارا خطرہ میں پڑ جائے گا، اور تمہارے جو اولاد ہوگی نالائق ہوگی اور وہ آخری عمر میں تم کو مارے گی، اور اسی کی مار سے مروگے تم، لیکن بچہ کی طلب ایسی تھی کہ وہ نہ مانے۔ میں خود ان کے نواسے سے ملا ہوں۔ اور یہ بھی مولانا نے کہا تھا تم جو ہو اپنے گھر سے باہر نکل آؤ گے تو گھاس کھاتے ہوئے مروگے، تو اس نے کہا میرے نانا گھاس اکھاڑتے تھے اور کھاتے تھے اور ان کی ماں کو ان کے بیٹے نے اوپر سے پھینک دیا، وہ نیچے گر کر مر گئی، تو ایسی اولاد سے کیا فائدہ؟ جب غیر اللہ کی مدد چاہی جائے گی، اور اللہ کو چھوڑ کر غیروں پر بھروسہ کیا جائے گا، اور عقیدہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا تو ایسے ہی اولاد ہوگی، جیسے ہوئی اور جہاں تک پیسے کی خرابی کا معاملہ ہے تو اس کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے وہ تو بہت بڑا Fact ہے۔

بناتے چلے جاؤ

میرے بھاؤ اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خود اپنے کام کو سوالڈ کریں، اور آہستہ آہستہ اپنے کو بنانے کی کوشش کریں، ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ﴾ (آل عمران:۲ ۱۰۲) دیکھو اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور دیکھو تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم اللہ کے سامنے سلینڈر ہو چکے ہو، اور یہ اسی طرح ہوگا جب روز ہم کرتے چلے جائیں، بس یہ ہم طے کرلیں کہ اپنے کو ٹھیک کرنا ہے، یعنی صالح بننا ہے اور اللہ جب کام لے گا تو خود مصلح بنا دے گا، اور اگر بغیر صالح بنے ہوئے ہی مصلح بن گئے تو ابھی تو ایسا محسوس ہوگا کہ آپ مصلح ہیں، لیکن آپ کا بھی مثلہ ہو جائے گا اور جن کی اصلاح کریں گے ان کا بھی مثلہ ہو جائے گا اللہ تعالیٰ ہم پر فضل فرمائے، اور عافیت عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.